قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اذا آخی الرجل الرجل فلیسأله عن اسمه واسم ابیه وممن هو فانه اوصل المودة

رواہ الترمذی

چوں حدیث موصوف دال است بر مدخلیت معرفت احوال مؤمن محبوب در استحکام تعلقات قلوب بنابریں کتاب ملقب بلقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ مسمی بہ اشرف السوانح درحین حیات حضرت حکیم الامت تھانوی نگاشتہ شدہ بود و تکمیلش درسنہ ۱۳۵۵ھ شش سال قبل از وفات حضرت آیات بعمل آمدہ در سہ جلد مطبوع و مشتہر شدہ بود۔ چوں در رجب سنہ ۱۳۶۲ھ از نیرنگ تقدیر ایں آفتاب رشد و ہدایت نقاب اجل بر رو کشید قلوب مجروح طالبان و محبان در غایت اشتیاق بودند برائے حالات آخریں شش سالہ حیات و مرض و وفات

بنابریں برائے

خاتمۃ السوانح

نیز بتقاضائے احباب و اصحاب

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری نور اللہ مرقدہٗ مصنف اشرف السوانح کمر ہمت بستہ و بعون اللہ تعالیٰ ایں مجموعہ مفیدہ نیز بطرز اشرف السوانح بتکمیل انجامید ولکن ہنوز تبییض ایں صحیفہ نشدہ بود کہ بحکم قضا و قدر حضرت مصنف نیز با صاحب السوانح بپیوست

اسکنہما اللہ تعالیٰ فی بحبوحۃ جناتہ

پس احقر شبیر علی خادم خانقاہ امدادیہ درسنہ ۱۳۶۳ھ بعد تبییض و نظر ثانی اہتمام طباعت و اشاعتش نمود درسنہ ۱۳۶۴ھ

در مطبع

طبع شدہ از امداد المطابع تھانہ بھون شائع گردید

(جمال پریس دہلی)

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

13098 2

خاتمۃ السوانح

از مولف اشرف السوانح

ضروری تنبیہ:- چونکہ حضرت صاحب السوانح رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اصلاحی کے شرف سے یہ خاتمۃ السوانح بخلاف اشرف السوانح کے محروم ہے اس لئے اگر اس میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے وہ اس بے علم و بے مایہ نااہل و ناکارہ کی یاد یا نقل یا ناواقفیت یا فہم وغیرہ کی کوتاہی سمجھی جائے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہرگز منسوب نہ کی جائے کہ وہ ذات والا صفات ایسی باتوں سے کہیں بالا اور ارفع و اعلیٰ تھی۔ فقط۔

امّا بعد۔ یہ خستہ و شکستہ، خاطر گرفتہ و طبع بستہ، نم دیدہ و دل تپیدہ، غم کشیدہ و آفت رسیدہ، ناکارہ و آوارہ، بیکس و بیچارہ، بے یار و مددگار، زار و نزار، سینہ فگار، مبتلائے رنج و محن، راجی رحمت ذو المنن احقر الزمن خواجہ عزیز الحسن حفظہ اللہ تعالیٰ من جمیع الفتن ما ظہر منہا و ما بطن، وارد حال تھانہ بھون عرض پرداز ہے۔ کہ ایک تو وہ زمانہ تھا جب اس نااہل و نابلد نے اشرف السوانح بصد ذوق و شوق مرتب کی تھی اور ایک یہ دن ہے، کہ آج اس کا خاتمہ بہزار حسرت و یاس لکھنے بیٹھا ہے۔ یعنی اس سانحہ فاجعہ کی قدرے تفصیل جس نے سارے جذبات ذوق و شوق ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اور ساری امنگیں ہی فنا کر دیں۔

آہ کس قلم سے لکھوں، اور کس دل سے مطلع کروں کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ، قطب العالم اشرف الاولیاء شاہ **محمد اشرف علی** صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز اس سرائے فانی اور قیامگاہ عارضی کو باسی[۸۲] سال تین[۳] ماہ گیارہ[۱۱] دن اپنے وجود باجود سے مشرف فرمانے کے بعد بالآخر سولہ[۱۶] رجب المرجب سنہ تیرہ سو باسٹھ[۱۳۶۲] ہجری شب سہ شنبہ

یعنی انیس اور بیس جولائی سنہ انیس سو تینتالیس ۱۹۴۳ عیسوی کی درمیانی شب کو دھوپ گھڑی کے حساب سے ٹھیک دس بجے، اور بلحاظ انگریزی وقت کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بعد نماز عشاء اپنی دائمی آرامگاہ جنت الخلد کو رحلت فرماگئے اور اپنے بیشمار محبین کو ترستا اور تڑپتا چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

گو اس واقعہ قیامت خیز اور حادثہ حسرت انگیز پر قلم اٹھانا اور اس کو حیز تحریر میں لانا طبعاً سخت شاق ہے لیکن عقلاً و مصلحۃً خدام و معتقدین حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر غمگین کی تسلی کی غرض سے جن کی بیتابانہ اور والہانہ فرمائشیں چاروں طرف سے آ رہی ہیں، بالخصوص ان خدام کی جو بوقت رحلت موجود نہ تھے، نیز خود اپنے دل کی بھی بھڑاس نکالنے کیلئے مجبوراً دل پر پتھر رکھکر لکھوائے سے

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد ✦ وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

بہت اختصار کے ساتھ بقدر ضرورت کچھ حالات وفات حسرت آیات لکھکر شائع کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ فرداً فرداً کس کس کو کہاں کہاں اطلاع دی جاسکتی ہے۔ نیز یہ مصلحت بھی پیش نظر ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ حالات سبق آموز و غم افزا علاوہ بصیرت افروز ہونے کے غمزدہ دلوں کی بھڑاس نکال کر باعث سکون بھی ہو جاویں گے اور جراحت قلب پر ایک تیز مرہم کا سا کام دیں گے۔ جو پہلے تو اضطراب پیدا کرتا ہے پھر سکون۔ سے

دلے دارم جنیے دادخواہے
کنوں سر میکنم حرفے وآہے

سے

نماندامروز کس غمخوار ایں بیمار سودائی ✦ فغاں از بیکسی، فریاد از بیداد تنہائی

حکیم الامتم رفت و من وارفتہ حیرانم ✦ کہ نتواں پیش کس بردن چنیں حال پریشانم

مریضم مبتلائے دل کجا جویم دوائے دل ✦ کجا یابم شفائے دل ز علتہائے پنہانم

اصل مرض وفات ضعف معدہ اور ورم جگر تھا جس کے آثار یہ تھے کہ کبھی قبض لاحق ہو جاتا جس سے حضرت اقدس کو سخت الجھن اور اذیت ہوتی اور کبھی دستوں کے دورے ہونے لگتے جس سے شدید ضعف ہو جاتا۔ ... مختلف اعضاء پر ورم بھی رہنے لگا تھا۔ آخر زمانہ میں اشتہا مفقود ہو گئی تھی اور اکثر اوقات ... کا عالم طاری رہنے لگا تھا ان میں سے اکثر شکایات کم و بیش تقریباً پانچ سال متواتر رہیں۔ اس عرصہ میں علاج برابر جاری رہا جس کے سلسلہ میں ایک بار سہارنپور اور دو بار لکھنؤ بھی معتد بہ مدت تک قیام فرمایا۔ مختلف طبیب بھی بڑے خلوص نیاز مندی دلسوزی اور والہانہ توجہ سے علاج کیا کیونکہ ان میں اکثر معتقدین جاں نثار بھی تھے لیکن اگر کبھی افاقہ ہوا تو محض

Marfat.com

عارضی ہوا۔ مرض کا استیصال کلی کسی علاج سے نہ ہو سکا۔ بالآخر نوبت بایں جا رسید کہ سقوطِ اشتہا کے باعث غذا تقریباً بالکل متروک ہو گئی اور ضعف روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس کی جانب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ بار بار معالجین کی توجہ منعطف فرماتے رہے اور اس عنوان سے کہ جب یہ حالت ہے تو اس کا انجام سوچ لیا جائے گو میں تو اس انجام کے لئے بھی تیار ہوں لیکن گوش گذار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

آخر میں باوجود انتہائی ضعف کے لکھنؤ کے طویل سفر کا پھر قصد فرمایا لیکن اتنے میں دستوں کا آخری دورہ شروع ہو گیا جس کا امتداد نہایت اشتداد کے ساتھ تقریباً ایک ماہ تک رہا۔ اور جس نے رفتہ رفتہ بالکل صاحب فراش کر کے سفر کا امکان ہی منقطع کر دیا۔ اس دوران میں وہ چند مرغوبات بھی چھوٹ گئیں جو کسی درجہ میں قوت پہنچاتی رہتی تھیں اس حالت کے متعلق وفات سے چند ہی روز قبل حاضرین خاص سے فرمایا کہ اب تو کسی چیز کی بھی رغبت نہیں رہی بس خواجہ صاحب کا یہ شعر حسب حال ہے ؎ ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی + اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی۔

پھر اس شعر کی بہت تعریف فرماتے رہے۔ یہ شعر حضرت اقدس کو بوجہ اپنے حسب حال ہونیکے اس درجہ پسند تھا کہ ایک بار احقر سے مزاحاً فرمایا کہ اگر میرے پاس اتنی رقم ہوتی تو میں ایک لاکھ روپیہ آپ کو اس شعر کا انعام دیتا اور یہ بھی فرمایا کہ جب کبھی مجھ کو یہ شعر یاد آجاتا ہے تو بلا کم از کم تین بار پڑھے سیری نہیں ہوتی۔ اس سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تعلق مع اللہ اور دنیا سے بے تعلقی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیونکہ انہیں دونوں کا ذکر اس شعر میں ہے۔ غرض جب لکھنؤ کے سفر کی قوت ہی نہ رہی تو لکھنؤ کے خدام خاص کے اصرار پر وہاں کے وہ طبیب حاذق شفاء الملک جناب حکیم عبدالمجید صاحب جن کے علاج سے گذشتہ قیام لکھنؤ میں افاقہ ہوا تھا وفات سے ایک ہفتہ قبل بلوائے گئے تھے۔ لیکن اس وقت متواتر دستوں اور ایک عرصہ سے غذا متروک ہو جانے کی وجہ سے گھل گھل کر یہ نوبت پہنچ چکی تھی ؎

مریضِ محبت میں اب کیا دھرا ہے + جو باقی ہیں وہ سانس آ جا رہے ہیں

لیکن بایں ہمہ حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی قوتِ قدسیہ ایسی کارفرما تھی کہ باوجود صرف پوست و استخواں رہ جانے کے جس وقت غنودگی سے چونکتے ہوش و حواس، تدبر و انتظام، تحقیق و تدقیق، ہمہ گیری و رسائی، فکر، استحکام و اصابت رائے وغیرہ وغیرہ جملہ خصوصی اوصاف حضرت والا کے اپنے اسی بے نظیر امتیازی شان سے نمودار ہونے لگتے جو بحالت صحت ہمیشہ سے تھی۔ بس صرف آواز کی پستی کا فرق ہوتا۔ ان حالات میں آخر وقت تک نہ صرف خدام متعلقین ہی کو بلکہ طبیبوں کو بھی افاقہ کا دھوکہ رہا۔ گو دو چار روز سے چہرۂ اقدس پر بھی جس کو اس سے قبل ہمیشہ انتہائی ضعف و علالت کی حالت میں بھی بصد رعب و داب و ہیبت شاہانہ ہی دیکھا گیا ضعف کی خاص حالت تھی اس سے مایوسی کے بھی خیالات

Marfat.com

آنے لگے تھے خود حضرت اقدس نے بھی اس زمانہ میں بعض وفات فرمایا کہ گو جسمانی تکلیف ہے لیکن الحمدللہ طبیعت منشرح ہے ایک بار فرمایا کہ کبھی کبھی خیال کرتا ہوں کہ بیکار تو پڑا ہی ہوں لاؤ لیٹے لیٹے کچھ ذکر اللہ ہی کروں لیکن ضعف اس قدر ہے کہ زبان اٹھتی ہی نہیں گو الحمدللہ قلب سے تو ذکر کرتا رہتا ہوں۔ ایک دن بعد عصر آنکھیں بند کئے حسب دستور کروٹ لئے ہوئے لیٹے تھے۔ ہم لوگ سمجھے کہ غنودگی میں ہیں۔ مولوی جمیل احمد صاحب نے کچھ استفسار کسی غذا کے متعلق کیا تو جھنجھلا کر آنکھیں بند کئے ہوئے ہی فرمایا کیا واہیات ہے ایک مشغول آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرنا۔ اب سوچوں اور جواب دوں۔ ایسی باتوں کا بہت خیال چاہئے مولوی صاحب نے عرض کیا بہت اچھا۔ اس پر اپنے مخصوص طرز تنبیہ میں فرمایا کہ ہمیشہ یہی جواب ملتا ہے کہ بہت اچھا لیکن عمل کبھی نہیں ہوتا۔ تدقیق و رسائی فکر کا برابر یہ عالم رہا کہ صرف دو چار روز قبل وفات ایک منی آرڈر تین سو روپیہ کا آیا اس میں لکھا تھا کہ میں نے ایک منت مانی تھی کہ اگر میرے کاروبار میں کامیابی ہوگی تو تین سو روپیہ حضور کی خدمت میں بھیجوں گا چنانچہ مجھے بفضلہ تعالیٰ کامیابی ہوئی اس لئے مبلغ تین سو روپیہ خدمت میں بھیجتا ہوں۔ آپ مالک ہیں کہ جہاں چاہیں صرف فرمائیں۔ کچھ اسی قسم کا مضمون تھا احقر بھی اس وقت حاضر تھا اور منتظر تھا کہ دیکھئے یہ منی آرڈر وصول کیا جاتا ہے یا واپس ہوتا ہے کیونکہ حضرت کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ اگر ذرا بھی ایہام یا ابہام یا اور کوئی بات خلاف اپنے معمول کے ہوتی تو منی آرڈر کے فارم پر وجہ لکھکر فوراً واپس فرما دیتے۔ چنانچہ باوجود صاحب فراش ہوجانے کے قلمدان منگوا کر لیٹے لیٹے اس پر خود اپنی ناتواں انگلیوں سے سنبھال سنبھال کر بدقت تمام یہ عبارت لکھکر واپس فرما دیا کہ پہلے تو تم نے لکھا ہے کہ آپ مالک ہیں بعد کو اختیار خرچ کرنے کا دیا ہے اور یہ صیغہ توکیل کا ہے چونکہ مالک بنانے میں اور وکیل بنانے میں شرعاً فرق ہے لہذا واپس کیا جاتا ہے۔ الفاظ اچھی طرح محفوظ نہیں لیکن مضمون کچھ اسی قسم کا تھا۔ ڈاکخانہ والے بھی جن میں بعض عیسائی اور ہندو بھی تھے سخت تعجب کر رہے تھے کہ اول تو ہم نے کسی اس طرح منی آرڈر واپس کرتے دیکھا ہی نہیں اور یہاں روز واپس ہوتے ہیں پھر اتنی طویل اور ایسی سخت بیماری اور ایسے سخت ضعف کے عالم میں بھی ایسی ایسی باریک باتوں اور ایسے باریک فرقوں کی طرف ذہن کا چلا جانا سوائے اس کے کہ قوت روحانی ہے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ یہ صرف قوت دماغی ہی تو بظاہر بعید ہے۔ یہ بھی تعجب کہ اس احتیاط کا کیا ٹھکانا ہے کہ محض اس ایہام پر کہ ممکن ہے وکیل بنانا مقصود ہو مالک بنانا مقصود نہ ہو گو بظاہر غالب قرائن قریب بہ یقین اسی کے تھے کہ مالک بنانا مقصود تھا پھر بھی ذرا سے شبہ پر اتنی بڑی رقم بلا ادنیٰ تامل واپس فرما دی ہدایا کے متعلق جتنی احتیاط حضرت کے یہاں دیکھی بہت کم دیکھنے میں آئی اس کا سبب زیادہ تر غیرت تھی چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں زیادہ متقی پرہیزگار تو ہوں نہیں۔ ہاں طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے غیرت بکمد دی ہے۔ جناب حکیم عبدالحمید صاحب مالک ہمدرد دواخانہ دہلی نے جو اسی علالت کے زمانہ میں اول ہی بار زیارت

Marfat.com

کے لئے حاضر ہوئے تھی اس سے پہلے ان سے تعلقات نہ تھے اپنے دواخانہ کا شربت بھیجا بجائے اس کو ہدیۃً قبول فرمانے کے قیمتاً رکھ لیا۔ اس کی قیمت لانے والے کو دیدی بعد کو انھوں نے بذریعہ عریضہ اجازت نقد یا دوا کی صورت میں ہدیہ بھیجنے کی چاہی جس کا جواب یہ لکھوایا کہ آپ کی محبت کا ممنون ہوں اور احسان کے ارادہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن اسکا حل سمجھ میں نہیں آیا اگر آپ مجھے ہمیں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکا اور اب تو خدمت کے قابل نہیں رہا۔ پھر آپ کا ہدیہ قبول کر کے اپنے دل کو کیا سمجھاؤں پھر زبانی فرمایا کہ اگر آخر میں انکار ہی رہا تو بتدریج انکا ناگوار نہ ہوگا اور اگر قبول ہوا تو ان کو زیادہ مسرت ہوگی۔

باوجود انتہائی ضعف کے ذہن کا باریک باتوں کی طرف بھی چلے جانے کا ایک اور عجیب واقعہ یاد آیا حضرت اقدس کا معمول تھا کہ سرمہ لگانے کے بعد ایک چھوٹی سی چمچی میں چند قطرے دودھ کے ڈال کر اور سلائی کو اس سے تر کر کے آنکھوں میں لگایا کرتے تھے کسی طبیب نے مفید ہونا بتلایا ہوگا۔ حاجی بندو ملازم جناب نواب صاحب باغپت جو نواب صاحب کی اجازت سے خدمت کیلئے آئے ہوئے تھے انھوں نے اسکے متعلق خدمت کو انجام دیا۔ جب حضرت اقدس نے بعد فراغ اس چمچی کو واپس فرمایا تو چونکہ وہ دودھ بہت ہی کم مقدار میں تھا یعنی صرف چند قطرے ہی تھے۔ نیز اس میں آنکھوں کے سرمے اور آنسوؤں کی تری کا بھی اثر آ گیا تھا جس سے اکلاً قابل استعمال بھی نہ رہا تھا اسلئے انھوں نے اسکو پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت کو خیال آیا تو دریافت فرمایا کہ وہ دودھ کیا ہوا انھوں نے عرض کیا کہ حضرت پھینک دیا۔ فرمایا کہ فضول ضائع کیا۔ طوطا ہی پی لیتا (گھر میں طوطا پلا ہوا ہے) اس بیکار دودھ کا بھی کیسا صحیح مصرف ذہن رسا اور فکر صائب نے تجویز فرما لیا۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذرا سی نعمت کا بھی ضائع کرنا مجھے نہایت گراں گذرتا ہے اور واقعی حضرت کا یہ معمول رات دن مشاہدہ میں آتا تھا کہ بالکل ردی چیزوں کو بھی حتیٰ کہ کسی پیکٹ یا پارسل میں ذرا سی سُتلی یا تاگا اور پیکٹ کا لپٹا ہوا کاغذ بھی ہوتا تو اس کو بھی بحفاظت رکھ لیتے جو وقت پر بہت کام آتا۔ شان تدقیق کے ظہور کا میرے نزدیک سب سے زیادہ حیرت انگیز موقع وہ تھا کہ آخری غشی اور انتقال سے تھوڑی ہی دیر پہلے دریافت فرمایا کہ مغرب میں کیا دیر ہے۔ عرض کیا گیا کہ دس منٹ میں فوراً مکرر استفسار فرمایا کہ وقت کے آنے میں یا وقت کے جانے میں اللہ اکبر آخر وقت تک بھی وہی شانِ تدقیق رہی جو مدت العمر علوم و معارف کی طرف منعطف ہو ہو کر کیسے کیسے دقائق وحقائق ظاہر کرتی رہی جن سے حضرت اقدس کی تصانیف بھری پڑی ہیں۔

نیز اس انتہائی عالم ضعف و انحطاط میں خطوط کو سُن سُن کر جو جوابات زبانی لکھواتے رہے ان سے بھی سُننے والوں کو حیرت پر حیرت ہوتی تھی کہ ہر مضمون ہر لحاظ سے نہایت جامع مانع اور سارے ضروری پہلوؤں کو بالکل حاوی ہوتا

Marfat.com

حالانکہ درمیان میں غنودگی بھی طاری ہو ہو جاتی لیکن جب افاقہ ہوتا پھر لکھوانا شروع فرما دیتے اور تسلسل میں ذرا فرق نہ آنے پاتا۔ اس پر ایک واقعہ یاد آیا۔ ایک مصیبت زدہ بی بی کے جو حضرت اقدسؒ کے کانپور کے زمانہ کے دیرینہ معتقد بلکہ دوست کی بیٹی تھیں ایک نہایت دردناک خط کا جو بہت طویل اور متعدد مختلف مضمونوں اور درخواستوں پر مشتمل تھا دوران شنا گو ہم لوگوں کے گمان میں کبھی کبھی غنودگی سی بھی طاری ہو ہو گئی لیکن جب اس کا یکجائی جواب لکھوایا تو سُننے والے حاضرین مجلس کو حیرت ہو گئی کیونکہ کوئی جز ایسا نہ چھوڑا جس کا جواب نہ لکھا دیا ہو اور وہ بھی نہایت شفقت آمیز تسلی بخش، موثر، جامع، مانع اور باربط۔ دورِ غنودگی میں اس درجہ حاضر دماغی اللہ اکبر۔ ایسے ہی حالات کو دیکھ کر جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے جو حضرتؒ کے معالج تھے یہ فرمایا کہ یہ غنودگی طبی نہیں ہے بلکہ بظاہر استغراق اور توجہ الی اللہ سے ناشئ معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہم نے بہت سے مریض غنودگی والے دیکھے ہیں ان پر غنودگی سے افاقہ کے بعد بھی کچھ اثر اس کا باقی رہتا ہے۔ دماغ کچھ کچھ بھولا بھولا سا رہتا ہے۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ خود غنودگی سے ہوشیار ہوئے یا ہوشیار کر دیئے ہوشیار ہوئے تو پھر دماغ پر غنودگی کا کوئی اثر ہی محسوس نہیں ہوتا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ علاوہ اس جواب کے جس کا ذکر اوپر کیا گیا احقر کے پاس بہت سے جوابات کی بھی نقلیں موجود ہیں جو اسی علالت اور اسی شان سے لکھوائے گئے تھے مگر یہاں محض نمونہ کے طور پر مکتوبات حسن العزیز سے ان بی بی صاحبہ کے خط کا خلاصہ اور حضرت کا جواب مکمل اور چند دیگر مراسلات کی نقول بھی ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہیں جو اس حیثیت سے بھی قابلِ ملاحظہ ہیں کہ یہ حضرت اقدسؒ کی آخری یادگار ہیں۔

ایک بی بی کا خط ملخصاً مع جواب

منقول از مکتوبات حسن العزیز

(خلاصہ مضمون) میں آپ کے دوست اور معتقد دیرینہ فلاں صاحب کی بیٹی ہوں بیوہ ہوں چھوٹے بھائی کا خط بھی ملاحظہ ہو۔ والد صاحب کی وفات کا غم میرے لئے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔ اللہ کی مرضی پر راضی ہوں ہر چند صبر کرتی ہوں لیکن دل و دماغ اس صدمہ کی وجہ سے کمزور ہو گئے۔ طبیعت سخت پریشان اور افسردہ رہتی ہے معمولات دینی و دنیوی ادا کرتی ہوں لیکن افسوس ہے کہ نماز قرآن تک میں دل نہیں لگتا۔ برس کی بیماری نے [illegible] اور [illegible] تعویذ سے جاتے رہے تھے اب پھر نمودار ہو گئے۔ اور اس مرض کے سلسلہ میں بہت تکلیفیں [illegible] کر لئے۔ اب دل میں آتا ہے کہ آپ سے درخواست کروں۔ براہِ کرم میرے اس مرض کے دفعیہ کیلئے دعا کیجیے اور تعویذ دعا تجویز کیجیے [illegible] عنایت کریں میں بڑی امید سے خط لکھوایا ہے۔ بہت دل شکستہ ہوں امید ہے کہ [illegible]

Marfat.com

آپ کی شفقتیں تھیں اب اس سے زیادہ ہونگی، مجھے خدا سے امید ہے کہ اگر آپ میرے اس مرض کے دفعیہ کے واسطے دعا فرمائینگے تو مجھ کو شفا ہو جائیگی۔ والد صاحب مرحوم کا فالج کے مرض میں انتقال ہوا۔ ایک سال تک اس مرض کے اثر سے دماغی حالت درست نہ رہی نصف بدن حرکت سے معذور رہا اس عرصہ میں نمازیں ادا نہ کر سکے، اس حالت سے قبل اکثر امراض کی شدت کی وجہ سے نمازیں قضا ہو گئیں جسکا تخمینہ ایک سال کی مدت ہو گی۔ میں بذریعہ بیمہ آپ کی خدمت میں ایک سو روپیہ بھیجتی ہوں آپ اس رقم کو ایک سال یا دو سال کی قضا نمازوں کے حساب سے جیسا آپ مناسب سمجھیں خرچ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دعائے مغفرت کی فہرست میں والد صاحب اور والدہ صاحبہ مرحومہ کا نام درج کر والیجئے۔ اسی منی آرڈر میں ۲ؔ؍ اس خرچ کے واسطے بھیجتی ہوں، آخر میں التجا ہے کہ میرے والد اور آپکے دوست کیواسطے آپ اپنی زبانِ مبارک سے دعائے مغفرت فرمائیں میرے والد آپ کے سچّے دوست اور معتقد تھے۔

(**جواب**) دونوں بھائی بہن کو بعد سلام و دعا و تعزیت والد صاحب واضح ہو کہ السلام علیکم۔ آپ صاحبوں کی پریشانی اور سرپرست سے خالی ہو جانے پر سخت قلق ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ صاحبوں کی مدد فرمائے اور سب پریشانیوں کو دُور کرے آپنے نمازوں کی تعداد اٹکل کر کے بھی نہ لکھی مجھکو اس میں سہولت ہوتی۔ اور دوروں کے عدد آپکے لکھے ہوئے شقوق کی بنا پر دو سال کی نمازوں کے موافق لگائے ہیں، اگر آپکے تخمین میں اس سے زیادہ کی نمازیں ہوں تو اطلاع دیدیں، ان کی زیادتی سے حساب ہو جائیگا۔ گو مشقت ہو گی مگر مشقت کو گوارا کیا جائیگا۔ باقی ۲ؔ جو دعائے مغفرت کی غرض سے بھیجے ہیں سو دعا مغفرت طاعت محض ہے اس پر کسی کو معاوضہ دینا جائز نہیں۔ البتہ یہ صورت ممکن اور مفید ہے کہ یہ روپیہ کسی مسکین کو دیکر یا کسی مصرف خیر میں صرف کر کے دونوں مرحوموں کو ایصالِ ثواب کیا جاوے جب ثواب پہنچے گا۔ گناہ خود معاف ہوں گے۔ اگر یہ طریق پسند نہ آئے تو یہ روپیے واپس ہو جائیں گے۔ اور یہ روپیہ سب ورثہ کی ملک ہونگے اور اگر کسی وارث نے اپنے پاس سے دیا تھا تو اسکی ملک ہو گے اپنے ذاتی مصارف میں صرف کر سکتے ہیں۔ اور نماز میں جی نہ لگنے کی جو شکایت لکھی ہے تو دل لگانا فرض ہے نہ کہ لگنا۔ دل لگانے کا قصد کرنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے خواہ دل لگے یا نہ لگے۔ اور اسی طرح جس مرض کی شکایت لکھی ہے اسکی تدبیر اور اس کیلئے دعا کرنا یہ بندہ کا کام ہے۔ نتیجہ کا یعنی صحت کا مرتب ہو جانا یہ محض باختیار حق ہے۔ آپ توکل پر اس کی تدبیر جاری رکھئے، میں دعائے صحت کرتا ہوں اور مجھ کو یاد نہیں کہ پہلے میں نے اس کیلئے کیا بتلایا تھا اس وقت ایک دعا لکھتا ہوں اس کو کسی دوا پر دم کر کے استعمال کیا کریں۔ اللھم انی اعوذبک من الجنون والجذام وسئی الاسقام۔ ایک بار میں دو تین بار پڑھ لینا کافی ہے۔ اگر زیادہ پڑھ لیا جاوے کچھ ضرر نہیں۔

(**نوٹ از جامع مکتوبات**) یہ جواب بہت طویل خط کو جس کا محض خلاصہ اوپر نقل کیا گیا ہے صرف ایک

Marfat.com

شکر بلا کمر رُتنے یکجائی لکھوایا گیا اور ایسی حالت میں کہ وفات کا زمانہ بہت ہی قریب تھا ضعف کی کوئی انتہا نہ تھی اور بار بار بے اختیار غنودگی کا عالم طاری ہوجاتا تھا لیکن افاقہ کے بعد پھر اسی سلسلہ میں لکھوانے لگتے تھے ۱۲ منہ)۔

ایک طالب نے لکھا کہ احقر کا دل حضرت والا کی ملاقات کیلئے مشتاق ہے اللہ کیلئے حاضری کی اجازت چاہتا ہوں جواب لکھوایا کہ اللہ کیلئے بڑھانا کیا دوسروں کو مجبور کرنا ہے اگر میں اسکے جواب میں یہ کہوں کہ اللہ کیلئے یہاں ہرگز نہ آنا تو کیا ہو۔ اللہ بچائے خود غرضی سے کہ آپا دیکھا جائے اور دوسروں کی رعایت نہ کی جائے تو کیا اگر اجازت دینا ممکن ہوتا اور یہ لفظ نہ لکھا جاتا تو کیا میں جب بھی رعایت نہ کرتا۔

حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دامت ظلہم ذی جن کا حضرتؒ بہت لحاظ بلکہ ادب فرماتے تھے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے واسطہ سے اپنے قصدِ حاضری بغرض عیادت کی اطلاع دی تو فرمایا کہ یہ جواب لکھدیا جائے ”نہ میں نافرمانی کا متحمل، نہ ایسی حالت میں آپ کی اور اپنی تکلیف کا متحمل جس شق کو آپ ترجیح دیں گے اس کو گوارا کروں گا طوعاً یا کرہاً۔

ایک طالب نے اپنے امراض کی تفصیل اور معذوریاں اور ذکر و شغل چھوٹ جانیکی پریشانیاں لکھیں۔ انکو یہ جواب لکھوایا ”کیا ابتک یہ معلوم نہیں کہ جو کمی یا ناغہ کسی عذر صحیح سے ہو اس سے اجر میں کمی نہیں آتی جو اصل مقصود ہے، پھر تشویش کی کیا وجہ اور یہ کس نے کہدیا کہ ذکر و استغفار کیلئے وضو شرط ہے اپنی طرف سے مسئلے گھڑ گھڑ کر اللہ کی آسان کی ہوئی چیزوں کو دشوار بناتی ہو کیا یہ ناشکری اور بیقدری نہیں ہے۔

ایک نوجوان صاحب کا جو کسی دفتر میں ملازم ہیں نہایت سخت پریشانی کا بہت طویل خط آیا جس میں زبردست مالیخولیا کی بیماری کی تفصیل اور اوہام و وساوس و خطرات کے ہجوم سے دین اور دنیا دونوں کے کاموں میں سخت حرج کی شکایت لکھی تھی اور دونوں کے متعلق سخت خطرات کا اندیشہ ظاہر کیا تھا۔ اور یہانتک لکھا تھا کہ دماغ میں عجیب قسم کی وحشت ہے کبھی جی میں آتا ہے کہ خودکشی کرلوں یہ بھی لکھا تھا کہ عمل کی صلاحیت نہیں رہ گئی ہے صرف کرامات پر بھروسہ ہے۔ اکثر بزرگوں کے واقعات پڑھے ہیں کہ انکی توجہ سے بڑے بڑے خراب مریضوں کو شفا دیدی ہے اور قلب انکا درست ہوگیا ہے۔

گو اتنے طویل خطوط کو اکثر بے پڑھے بوجہ ضعف یہ لکھوا کر واپس فرمادیا کرتے تھے کہ علالت کی وجہ سے [illegible] آنے کی توقع نہیں اسلئے ایک مہینہ بعد لکھا جاوے لیکن چونکہ یہ صاحب واقعی واجب الرحم تھے اس خط کو باوجود ضعف شدید کے حرفاً حرفاً پڑھا اور حاضرین ہی بجائے اظہار تکدر فرمانیکے فرمایا کہ میرا دل انکی پریشانی سے بہت ہی کڑھا، پھر حسب ذیل جواب ایک اُلٹے ہوئے لفافہ پر لکھوایا اور اسکے متعلق یہ عذر تحریر فرمایا کہ آپکے خط میں زیادہ جگہ نہ تھی اور اس وقت میرے پاس زائد کاغذ نہ تھا اور مانگنے میں ذلت تھی اسلئے یہ صورت اختیار کی حسن اتفاق سے مضمون ٹھیک اتنا ہی لکھا گیا

جتنا اُس اُلٹے ہوئے لفافہ پر آسکا، نہ ذرا زیادہ، نہ ذرا کم ۔ اس پر حضرت اقدسؒ نے اظہار مسرت فرما کر فرمایا کہ الحمد للہ جو کاغذ جواب کیلئے تجویز کیا گیا ٹھیک اسی کے پیمانہ کے مطابق مضمون بھی اللہ تعالیٰ نے قلب میں ڈالا۔ حالانکہ اس کا کوئی قصد یا اہتمام بھی نہیں کیا گیا تھا اھ۔ اس قسم کی تائیدات غیبیہ بکثرت ہمیشہ حضرت اقدسؒ کے شریک حال رہیں جن میں سے بعض کا ذکر اشرف السوانح میں بھی کیا جا چکا ہے۔ اور یہی کیا حضرتؒ کا مؤید من اللہ ہونا تو عموماً اظہر من الشمس ہے

اب اس طویل اور پیچیدہ خط کا جو نہایت مکمل اور مدلل اور تسلی بخش جواب فی البدیہہ لکھوایا گیا وہ ملاحظہ ہو۔

"حرفاً حرفاً خط پڑھا بہت دل دکھا لیکن اسکی جو تدبیر آپ نے تجویز کی ہے وہ میرے اختیار سے باہر ہے (یعنی بزرگانہ تصرف و کرامت ۱۲ مولف) اور جو مشورہ اپنے اختیار سے دیسکتا ہوں شاید آپکے دل میں نہ اس کی وقعت ہو نہ آپ اس پر عمل کریں۔ وہ مشورہ یہ ہے کہ آپ اول کافی خرچ کا انتظام کریں اگر تنخواہ کافی نہ ہو تو اپنے خیر خواہوں سے چندہ کرلیں جس میں میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ شریک ہونگا۔ پھر کسی ایسی جگہ ایک دراز مدت تک قیام تجویز کیجئے جہاں ایک طبیب جسمانی ہو کہ وہ دماغ و قلب کا طبی علاج کرے اور ایک طبیب روحانی ہو کہ وساوس و اوہام کا علاج کرے یعنی ان کے زائل یا مضمحل ہونیکی تدبیریں بتلائے اور ایک خیر خواہ عاقل ہر وقت آپکے پاس رہے کہ وہ ہر وقت تسلی کرتا رہے اور ان دو طبیبوں کی تدابیر کا انتظام کرتا رہے اور آپ اپنے کو بالکل اس کے سپرد کردیں اور اپنے سب ارادوں کو اور رایوں کو فنا کردیں جو تکلیف پیش آئے اسکو اطلاع کریں کسی کی تدبیر وہ خود کرلیگا اور کسی کی تدبیر اُن دونوں طبیبوں سے پوچھکر عمل کریگا انشاء اللہ تعالیٰ سب پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔ اور ایک جزو اول سے آخر تک تمام تدابیر کے ساتھ مشترک طور پر ضروری العمل ہوگا وہ یہ کہ پریشان حالت میں ثواب کا یقین رکھیئے اور کسی غیر اختیاری حالت میں گناہ کا شبہ بھی نہ کریں گے۔ باقی دعائیں بھی کرتا ہوں اور مجھکو محض خیر خواہ مشیر سمجھئے نہ طبیب روحانی نہ طبیب جسمانی نہ صاحب فیض جن کی اس سلسلہ میں ضرورت لکھی گئی ہے مگر چونکہ مشورہ میں نے دلسوزی سے دیا ہے انشاء اللہ اُس میں ضرور ضرور برکت اور اثر ہوگا۔ اور آپ اس قید و بند سے رہائی حاصل کرینگے فقط۔"

سبحان اللہ کس شان کے حکیم الامۃ تھے کتنا مکمل نسخہ تجویز فرمایا ہے جس میں مریض کی ہر حالت کی رعایت ہے اس سے بڑھکر ایسے سخت مریض کیلئے اور کیا نسخہ ہوسکتا ہے۔ اسی شان کا ایک اور نسخہ ہے گو آخری وقت کے اور بھی بہت سے نسخے ایک سے ایک بڑھکر میرے پاس نقل کی صورت میں موجود ہیں لیکن بخوف طوالت ابھی دیگر ضروری حالات حسن خاتمہ تحریر کرنے ہیں اسلئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

پھر تمہیداً عرض ہے کہ حضرت اقدسؒ نے بوجہ ضعف و علالت عرصہ سے براہ راست طالبین کی خود تربیت کرنا موقوف فرما رکھا تھا۔ عموماً کسی خلیفہ مجاز سے رجوع کرنیکا مشورہ دیدیا کرتے تھے بجز بہت ہی خاص مواقع کے۔ انھیں مستثنیات

ملے انسو بکار وہ نقلیں حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے بعد ... مرتب ۱۲۱ +

Marfat.com

میں سے خاص درجہ کے دنیوی وجاہت رکھنے والے لوگ بھی تھے جس کی وجہ یہ فرماتے تھے کہ ایسے لوگوں کی نظر میں کسی دوسرے کی وقعت ہی نہ ہوگی اور جب وقعت نہ ہوگی تو انھیں دینی نفع ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ ایک بہت بڑے قابل انگریزی داں ولایت کے پاس شدہ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسر نے حضرت اقدس سے خط وکتابت شروع کی پہلے خط کا جواب مختصر تھا اس لئے دوسرے سے لکھوا دیا۔ دوسرے خط کا جواب تفصیل طلب تھا اسلئے اسکو باوجود ضعف و غنودگی کے خود تحریر فرمایا اور احقر سے فرمایا کہ اتنا دم درود تو خیر مجھ میں اب بھی موجود ہے کہ ایسے دوچار کی تربیت خود اپنے ہی ذمہ رکھ سکوں۔ وہ دونوں خطوط مع جواب کے ذیل میں منقول ہیں۔ پھر تیسرے خط کی افسوس ہے کہ نوبت ہی نہ آسکی۔ اور حضرت اقدس راہی ملک بقا ہوگئے اس مکاتبت کی چند دن بعد آخری دستوں کا دورہ شروع ہوگیا جس نے ایک ماہ میں کام تمام کر دیا۔

پہلا خط

مولائی السلام علیکم کوئی بیس برس ہوئے کہ کیرانہ میں مجھے حاضری کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میں اس زمانہ میں حکیم محبوب الٰہی صاحب مرحوم کے زیر علاج تھا اور کیرانہ اسی غرض سے آیا ہوا تھا۔ علی گڈھ میں تعلیم پاتا تھا۔ دوران قیام کیرانہ اکثر سہ پہر کو حاضر خدمت ہوتا تھا جو شفقت حضرت کی میرے حال پر تھی اس کے نقوش اب بھی دل پر موجود ہیں میں فلاں مقام کا باشندہ ہوں فلاں صاحب مرحوم کا لڑکا ہوں، حضرت فلاں بزرگ کا بھتیجہ، فلاں صاحب مرحوم کا چچا زاد بھائی۔ علی گڈھ میں تعلیم حاصل کرنیکے بعد ولایت گیا وہاں سے واپسی پر محکمہ تعلیمات میں نوکر ہوا۔ اور آجکل فلاں عہدہ پر ہوں جو تعلق کہ کیرانہ میں پیدا ہوگیا تھا اسکی تجدید چاہتا ہوں۔ میری دلی تمنا ہے کہ حضور کے دامن سے میری بھی وابستگی حاصل ہوجائے اور آپکی تعلیمات سے میرے دل کی دنیا بھی روشن ہوجائے۔ امید ہے کہ حضور کا مزاج بخیر ہوگا فقط …… ۸ مئی ۱۹۴۳ء

جواب

السلام علیکم۔ جی خوش ہوا دل سے دعا نکلی ہر ممکن خدمت کیلئے میں ہر مسلمان کیلئے حاضر ہوں مگر اس خدمت کا متعین و متبین ہونا شرط ہے۔ اور اس مرحلہ کا طے کرنا آپ کا کام ہے۔ اسکے بعد کس طریقہ میں عرض کرسکتا ہوں باقی دعا حال میں کرتا ہوں

دوسرا خط

(مضمون) مرشدنا۔ السلام علیکم کرامت نامہ نے میری بڑی ہمت افزائی فرمائی۔ خدا آپ کو ہم لوگوں کی ہدایت کیلئے برسوں قائم رکھے آمین ثم آمین۔ میرا ذہنی ارتقا مغربی فلسفہ اور مغربی نظریہ حیات کے ماتحت ہوا لیکن چونکہ ابتدائی پرورش خالصۃً اسلامی فیض میں ہوئی تھی مغرب اور اسکا نظریہ مجھے الحمد للہ مغلوب نہ کرسکا لیکن اسکے باوجود بھی اس نے میرے اعتقادات میں کافی انتشار پیدا کر دیا ہے۔ چند لمحات اکثر ایسے آتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ راستہ صاف ہے دور شک کا

Marfat.com

رفع۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی انتشار وہی تصادم پیدا ہو جاتا ہے۔ حضور کے ملفوظات سے جو کچھ بھی میں مطالعہ کر پایا اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جبتک اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد نہیں کرونگا راستہ نہیں ملیگا۔ بیس برس ہوئے کیرانہ میں حضور سے بیعت کیلئے عرض کیا تھا جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ ابھی نہیں شاید طلب صادق کا انتظار تھا۔ اب اپنی کمزوری سے عاجز اور اپنی کم ہمتی سے مایوس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تاکہ جناب والا مجھے تعلیم فرمائیں اور میرے نفس کی اصلاح کی تدبیر کریں اور میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے آپ کی تعلیم اور ارشاد پر عمل کرنیکی ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین۔ خادم .... یکم جون ۱۹۴۳ء۔

جواب

مشفق محترم دام لطفہم۔ السلام علیکم۔ عنایت نامہ کہ ایک معنی کر ہدایت نامہ تھا موصول ہوکر نظر کے واسطے سے قلب تک واصل ہوا جس سے آپ کی صدق طلب و اصابت فہم معلوم کر کے ایک خاص نوع کا سرور حاصل ہوا۔
ماشاء اللہ جو ادراکات شرط طریق ہیں یعنی اپنی حالت کا جزر و مد اور اس میں قرار کی ضرورت اور اسکی تحصیل کی صورت یعنی اپنے خیر خواہ مشیر کا انتخاب اور اسکی رہنمائی میں سلوک طریق صواب ان سب کا استحضار اجمال کے درجہ میں اس خط میں آگیا اب صرف اسکی تفصیل کا انتظار باقی رہ گیا جسکا آغاز بقدر گنجائش وقت ایک مدت کیلئے ایسے مشیر کی صحبت حسیہ اور وقتاً فوقتاً اسکو اپنے حالات کے نشیب و فراز سے اطلاع اور اسکے مشوروں پر سکوت محض کیساتھ عمل و اتباع اور صحبت حسیہ سے معذوری کی حالت میں ان ہی شرائط کیساتھ اس سے مکاتبت سے ہوگا۔ پھر آگے تدریجاً حالات کے تغیرات و تبدلات کے رونما ہوتے رہنے سے اسکا فیصلہ ہوتا رہیگا جسکا انضباط اس وقت ممکن نہیں۔

والسلام خیر ختام۔ اشرف علی از تھانہ بھون ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۶۲ھ

سبحان اللہ طالب کے سیدھے سادے مگر پرخلوص خط کا بھی عنوانات علمیہ اور اصطلاحات صوفیہ میں کیسا نفیس اور کتنا مکمل تجزیہ فرمایا ہے اور خود انہی کی تحریر سے عمر بھر کے لئے کس قدر نافع طریق عمل مستنبط فرما کر کس حسن اور کیسی جامعیت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

ایک طالب نے جو کسی سخت مصیبت میں مبتلا تھے بہت ہی پریشانی کا خط لکھا اور لکھا کہ میں اس مصیبت کی زندگی سے بیزار ہوں اور موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ اپنا نام بھی ظاہر نہیں کیا۔ صرف یہ لکھا "ایک عاصی انسان" اور اسکے بعد بجائے نام کے نقطے لگا دیئے۔ جوابی لفافہ پر بھی پتہ میں نام نہ تھا صرف مقام وغیرہ تھا۔ پہلے حضرت اقدسؒ نے صرف یہ استفسار فرمایا کہ وہ مصیبت اختیاری ہے یا غیر اختیاری اسکا ان صاحب نے یہ جواب دیا کہ ابتداء تو وہ مصیبت

Marfat.com

اختیاری تھی اور اب وائے برحالِ ما کہ وہ مصیبت غیر اختیاری ہوچکی ہے۔ اسکا جواب حضرت اقدس رح نے یہ لکھوایا کہ کسی معصیت کو غیر اختیاری سمجھنا اگرچہ اسکی عادت راسخہ ہوگئی ہو پوری جہالت ہے جبتک یہ اعتقاد درست نہ ہو ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں اھ۔

ایک فاضل نے لکھا کہ بارہا کا ایک تجربہ ہے کہ جس زمانہ میں تصوف کی کتابوں کا مطالعہ زیادہ رہاکرتا ہے خصوصًا مثنوی مولانا روم کا اس زمانہ میں اچھے خواب بکثرت دیکھتا رہتا ہوں کبھی زیارت صالحین نصیب ہوتی ہے کبھی اپنے کو نماز پڑھتے دیکھتا ہوں اور جب یہ مطالعہ ترک ہوجاتا ہے ایسے خواب بھی بند ہوجاتے ہیں۔ اس کا یہ جواب دیا گیا "یہ ارتباط شہود تخیل ہے ورنہ بعض محققین نے منکر خوابوں کو نور قلب کا اثر بتلایا ہے جیسی روشنی میں صفر چیزیں نظر آنے لگتی ہیں۔ بہرحال خواب کسی حال میں موثر نہیں بلکہ خود اثر ہے" اھ

ایک طالب نے لکھا کہ مجھ کو ایک ڈیڑھ ماہ سے پریشان کن خواب نظر آتے ہیں اھ۔ اس کے بعد ایک دن قبل کا ایک خواب بھی لکھا۔ اس کا یہ جواب لکھوایا کہ خواب کوئی موثر چیز نہیں کتنا ہی برا ہو۔ یہ کوئی نقص یا عیب نہیں ہے۔ نہ مرض باطنی ہے جس کے علاج کی ضرورت ہو۔ اھ۔

ایک طالب نے لکھا کہ بندہ صرف بقصد تبرک بیعت کی درخواست کرتا ہے جواب لکھوایا کہ بیعت کی خوب قدر کی اس جہالت کی کچھ حد ہے اھ۔ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی جو بہت ہی کم کسی کے معتقد ہوتے ہیں لیکن حضرت کے اس قدر معتقد تھے کہ انکا اعتقاد تھا کہ حضرت جس بات کو چاہتے ہیں حق تعالیٰ اسکو بمصداق ؎ میدید یزداں مراد متقی ضرور پورا کردیتے ہیں انھوں نے کسی ریاست سے وظیفہ کی خواہش کی اور اسکی سخت ضرورت بہ تفصیل لکھکر حضرت کو باور کرانا چاہا۔ اور لکھا کہ اگر حضور والا کے ذہن میں اسکی ضرورت آجائے تو مقصد حاصل ہے۔ اسکا جواب اسطرح لکھوایا کہ دیر دیر تک خاموش رہے اور ایسا معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ کی طرف خاص طور سے متوجہ ہیں اور اپنے قلب کی طرف بھی شاید حسب درخواست و توقع مکتوب الیہ تمنا کا درجہ پیدا کرنے کیلئے۔ وہ جواب یہ تھا: دل پر بہت اثر ہوا اس سے آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ میرا دل آپکیلئے کیا چاہتا ہوگا اور کتنا چاہتا ہوگا۔ باقی یہ امور بجز حق تعالیٰ کے کسی کے اختیار میں نہیں۔ حتیٰ کہ جن کے اختیار میں ظاہراً سمجھا جاتا ہے وہاں بھی وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔ نص قطعی وارد ہے۔ باقی دعا کرنا اور نیک امید رکھنا جائز ہیں بندہ کا فریضہ ہے۔ میں بھی دل سے دعا کرتا ہوں۔ اھ۔

سبحان اللہ کس طرح شفقت اور حقیقت دونوں کو جمع فرمادیا مسلم لیگ کے متعلق بھی ایک خط مع جواب نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو افریقہ سے موصول ہوا تھا کیونکہ یہ حالات حاضرہ کے متعلق ہے۔

(مضمون خط) یہاں ایک اخبار میں مدیر اخبار کا حسب ذیل مضمون شائع ہوا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہونا نیز مسلم لیگ کے صدر و اراکین و مبلغین مسلم لیگ جو کچھ کر رہے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں یا کہتے ہیں اس میں چون وچرا کرنا یا مناسب طور پر سوال جواب کرنا بھی عالم اسلام اور مسلمانوں کی کھلی عداوت کرنا ہے، ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ نہ مذہبی جماعت ہے نہ اسکے صدر مذہبی عالم (۲) مسلم لیگ جب سے وجود میں آئی ہے نہ کبھی اس نے مذہبی جماعت ہونیکا دعویٰ کیا، نہ ہی اسکا معمول مذہبی رہا اور رہے۔ بنابریں آنجناب سے امیدوار ہوں کہ اندریں صورت مذکورہ بالا مسلم لیگ میں شامل ہونا اور مالی امداد کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ بتفصیل مدلل جواب باصواب ارسال فرما کر مطمئن و مشکور فرمائیں گے۔

(جواب) کیا کبھی ترکوں کیلئے روس وغیرہ کے مقابلہ میں ایسا سوال کیا ہے؟ اگر کیا ہے کس عالم سے اور کیا جواب ملا ہے۔ اور آپنے اس جواب پر کیا عمل کیا ہے اور اگر سوال نہیں کیا تو انکی نسبت اس سوال کی کیا وجہ۔ دونوں میں کیا فرق ہے

(مضمون دیگر) مدیر اخبار کے ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ آنجناب مسلم لیگ کے ساتھ ہیں تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط اگر مناسب سمجھیں تو آپ کا تعاون وعدم تعاون کا خلاصہ بھی رقم فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(جواب) کسی شخص کے متعلق ایسا سوال کرنا شریعت کے خلاف ہے، پہلا سوال معقول تھا اسکا جواب لکھ چکا ہوں اھ تسلی دینے میں تو حضرت اقدس کو ملکۂ تامہ حاصل تھا جس سے بہت سے غمزدوں کی جو خودکشی تک پر آمادہ ہو گئے تھے جانیں بچ گئیں۔ اور تسلی بھی نام کی نہیں بلکہ حقیقی جس کا فوری اثر ہوتا تھا بمصداق مولانا رومی رح ؎

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر   وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر

یہ صفت حضرت کی سب میں مسلم تھی۔ یہاں تک کہ ایک بالکل خلاف مشرب رکھنے والے درویش نے بھی اپنے ایک طالب کو حضرت کی خدمت میں بھیجا کہ تسلی تو وہاں کے سوا کہیں نہ ملیگی تسلی چاہتے ہو تو وہاں جاؤ اھ۔

حضرت کا آخری خط

یہ سب تطویل دیوانہ راہوئے بس است کی بنا پر ہو گئی گو یہ اصل مقصود کے لحاظ سے تو لاطائل مگر بعض فوائد کے اعتبار سے عفو کے قابل ہے تسلی کا جو مضمون اوپر لکھا گیا وہ اصل نقل خطوط کے سلسلہ میں ایک بالکل آخری خط لکھنے کی تمہید تھی جو حضرت اقدس نے باوجود مرض وفات میں مبتلا ہونیکے اور بستر مرگ پر پڑے ہونیکے جناب مولانا محمد علیٰ صاحب کو جو حضرت کے خلیفۂ خاص تھے ان کے خط کے جواب میں لکھوایا تھا جس میں انھوں نے یہ لکھا تھا کہ "میں فالج میں مبتلا ہوں، دوائیں اور دعائیں بہت کیں قرائن قویہ سے مرض الموت ہی معلوم ہوتا ہے دعاء خاتمہ بالخیر کا ملتجی ہوں" اھ

Marfat.com

اس کا جواب باوجود خود اپنی آخری حالت ہونیکے کیسا تسلی بخش لکھایا اور ان کی التجائے حُسنِ خاتمہ کو کس حُسنِ عنوان کے ساتھ پورا فرمایا لکھوایا کہ "آپکی علالت سے بہت رنج ہوا دل وجان سے دعا صحت کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ آپکے فیوض و برکات کو قائم رکھے، ہر حال میں دعائے عفو و عافیت کرنا ضروری ہے۔ رہی حُسنِ خاتمہ کی تو ہر شخص حالتِ صحت میں بھی محتاج ہے اسی اصول کے ماتحت یہ دعا بھی کرتا ہوں آپ کیلئے بھی اور اپنے لئے بھی۔"

حُسنِ اتفاق سے یہ حُسنِ خاتمہ کی دعا کا آخری خط ہے جو مکتوباتِ حسن العزیز میں نقل کیا گیا ہے جس پر مکتوباتِ حسن العزیز کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایک اہلِ خصوصیت کے صاحبزادہ نے اولاد کیلئے کوئی انڈوں کا عمل کیا تھا اور امید بھی کہ استقرار حمل ہوگیا ہوگا لیکن امید غلط نکلی اس پر بے حد افسوس لکھا تھا کہ افسوس صد افسوس انڈوں کا عمل اکارت گیا۔ ہائے افسوس بجز افسوس کے اور کیا کر سکتا ہوں۔ جواب میں سبحان اللہ کس بلیغ اور مؤثر عنوان سے تسلی فرماتے ہیں۔ تحریر فرمایا کہ مجھکو اس پر افسوس او تعجب ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، جس تعلق سے بچائیں غنیمت ہے اس پر شکر کرنا چاہئے نہ کہ افسوس اور اگر واقع میں افسوس کی بات ہے، تو میرے اولاد نہ ہونے پر تو آپنے کبھی افسوس نہ ظاہر کیا۔ یہ کیسی محبت ہے۔ اھ۔

غرض تسلی کا جو عنوان جس کیلئے مؤثر اور مناسب خیال فرماتے وہی اختیار فرماتے تھے۔ اور وہ مؤثر بھی فوراً ہوتا تھا۔ ایک اہلِ فضل نے لکھا کہ خاکسار وطن سے واپس آگیا مگر ہنوز طمانیت نہیں تسلسل سفر قائم ہے۔ میں سفروں سے جس قدر گھبراتا ہوں اتنا ہی گرفتار رہتا ہوں کوشش کرتا ہوں کہ ان حالات میں بھی معمولات میں فرق نہ آنے پائے والتوفیق بید اللہ تعالیٰ اھ اسکا جواب کتنا تسلی بخش حقیقت کو لئے ہوئے اور سبق آموز طریقت ہے، تحریر فرماتے ہیں کہ یہ سب تربیت ہو رہی ہے جو کبھی نشاط کی صورت میں ہوتی ہے جس پر شکر مامور بہ ہے کبھی کراہت کی صورت میں جس پر صبر مامور بہ ہے۔ وفی کل خیر یتفاضل باختلاف الحالات والساعات

ایک قریبی رشتہ دار یعنی مولوی احتشام الحق صاحب کیرانوی کا خط بھی ملاحظہ ہو:۔

پہلا خط

(مضمون) آج میں سال ایک سال کی اندرونی کشمکش کے بعد کھُل کر عرض حال کرنے پر مجبور ہوگیا۔ امید کہ پر رحم فرما کر میری آخرت کو درست فرمادینگے۔ میں تقریباً چار سال ہوئے جب دیوبند سے فارغ ہوا تو جس طرح عموماً فارغین علم وعمل میں آزادانہ خیالات لیکر نکلتے ہیں اسی طرح میں بھی اتنا تو نہیں مگر تاہم طرزِ سلف سے بیگانہ اور عمل سے کافی دُور نکلا، وضع قطع اور لباس میں پوری نیچریت اور خیالات میں کافی آزادی تھی۔ نتیجہ کے طور پر انگریزی تمدن سے مرعوب اور مغرب زدہ قسم کے مولویوں سے رسم وراہ تھی اور ہمیشہ ان ہی کے رسائل ومضامین پڑھنے اور عبارت آرائی اور ادبیت کے

فریب میں پھنسا رہا۔ بنا بریں علیہ مولوی فاضل اور انگریزی وغیرہ کے امتحانات بھی دیئے اور انگریزی اسکول میں ملازمت بھی کی اور بزعم خود اپنی کامیاب مولویت پر خوش بھی رہا۔ مگر سب سے پہلے مجھے اسوقت کچھ ہوش آئے اور میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی جبکہ آج سے دو سال قبل آنجنابے بڑے گھر میں مجھے ترکی ٹوپی اور انگریزی جوتہ پہنے ہوئے دیکھکر ازراہ شفقت یہ فرمایا تھا کہ یہ سب چیزیں مولویوں کی شان کے خلاف ہیں۔ اس کے بعد جلد سے جلد میں نے ٹوپی وغیرہ چیزیں تو چھوڑ دیں مگر کوئی خاص تبدیلی پھر بھی نہ ہوئی حُسنِ اتفاق کہ میں جس جگہ مقیم ہوں اور جہاں رمضان میں محراب بھی سُناتا ہوں وہاں اہل مسجد کے اصرار پر بنماز جمعہ اور کبھی کبھی تقریر کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ اس مبارک تقریب سے جہاں میں نے ابوالکلام وغیرہ کی تصانیف سے مواد لیا وہیں آنحضرت کے مواعظ بھی میری نظر سے گذرے۔ آں قبلہ کے مواعظ دیکھکر میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہی کہ اس قدر ٹھوس اور کثیر مقدار میں تو شاید کسی بڑی تفسیر وغیرہ میں بھی نہ ہوگا۔ افسوس کہ میری غفلت نے مجھے آجتک علم کی حقیقی چاشنی سے ناآشنا رکھا اور محض ادبیت کے فریب میں پھنسا رہا۔ پھر میں نے علاوہ مواعظ کوئی کتاب اس غرض کیلئے نہیں دیکھی۔ اسی دوران میں کئی مرتبہ مجلس میں بھی حاضر ہوتا رہا جوں جوں مواعظ پڑھتا ہوں یا مجلس میں حاضر ہوتا ہوں اسی قدر غبار چھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اسی قدر اپنی تمام کمزوریاں زیادہ صاف نظر آنے لگی ہیں۔ میری درخواست ہے کہ آں قبلہ میرے حال پر رحم فرما کر میری دستگیری فرمائیں اور بیعت فرما کر میری اصلاح فرمائیں

فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔ ودمتم ا ب ا۔ خویدکم المرجو منکم ....

(**جواب**) عزیزم سلمہٗ۔ السلام علیکم خط پڑھکر بہت مسرت ہوئی۔ الحمد للہ حقیقت منکشف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ بصیرت اور استقامت میں ترقی فرمادے۔ ایسی حالت میں اصل ضرورت صحبت کی ہے اگر وہ میسر نہ ہو تو اہل تحقیق کے کلام کا مطالعہ ہو اس کا التزام خاص اہتمام سے رکھنا ضروری ہے قیل فی الاول ؎

مقام امن و مئے بےغش و رفیق شفیق + گرت مدام میسر شود زہے توفیق

وفی الثانی ؎ دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است + صراحیٔ مئے ناب و سفینۂ غزل است

باقی بیعت اس کے معنی حاصل ہیں اور صورت میں تعجیل مناسب نہیں۔ والسلام۔

دُوسرا خط

(مضمون) مکتوب گرامی بجواب عریضہ موصول ہو کر باعث صد طمانینت و ہزار خوشی ہوا۔ مجھے جواب کا اس درجہ انتظار تھا کہ جس روز جواب آنا چاہئے تھا اور آیا اسی روز آں قبلہ کو میں نے خواب میں دیکھا اور گو صبح کو اسکی تفصیل یاد نہیں تھی مگر طبیعت میں کسی قدر انبساط تھا چنانچہ دوپہر کو مکرمت نامہ کے مطالعہ سے اسی خوشی کی تکمیل ہوگئی۔

Marfat.com

(**جواب**) الحمدللہ تعالیٰ حقیقت تک پہنچا ہوں (مضمون آنحضرت نے جو کچھ تجویز فرمایا ہے وہ حقیقت میں بالکل درست ہے) چنانچہ میں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ آنحضرت کی مجلس میں جو کیفیت مجھ پر مستولی ہو جاتی ہے اس کی نسبت کلام کے بعد ان پر وہ غلبہ نہیں ہوتا مگر افسوس کہ جہاں میں مشاغل دنیا میں پھنسا ہوا ہوں وہاں اہل اللہ کی مجلس کہاں نصیب جس کی بنا پر تو اس خیال کو لے گیا وہاں بجز ترقی ملک و تحصیل معاش کے چرچوں کے سننے میں نہ آیا اہل ثروت و دولت کے پاس جانے میں تو اس لئے اجتناب ہے کہ وہ یقیناً کسی نہ کسی غرض پر محمول کر لیتے مگر اب بعض حضرات علما بھی اپنے اثرات اور رسوخ کی بنا پر ایسا ہی تصور فرماتے ہیں۔ کاش کہ آنحضرت کی خدمت میں پھر کبھی طویل و مستقل قیام کی صورت نکل آئے تو ضرور مقام امن اور رفیق شفیق دونوں حاصل ہو سکتے ہیں بہر حال اللہ کی توفیق کی تمنا اور دعا کے ساتھ ساتھ یاد دہانی آنحضرت کے مواعظ کا مطالعہ التزام کے ساتھ جاری رکھوں گا اور جب تک مقام امن میسر نہیں ہے اس وقت تک گوشہ نشینی ہی پر قانع رہ کر اسی طرح گذارا کروں گا۔

(**جواب**) صحیح تدبیر ہے معذور کو اسی میں صحبت کے آثار عطا ہو جاتے ہیں (مضمون) بیعت کے متعلق مجھے عجلت نہیں ہے میرا مقصد اپنے حالات اور اس کی درستی کیلئے بیعت کی خواہش کا آنحضرت سے اظہار تھا باقی اس کی تدبیر یا اصرار یا عجلت میرا منصب نہیں آپ جو تجویز فرمائیں گے اور جس وقت تجویز فرمائینگے وہی مناسب اور درست ہے مجھے فائدہ ہو سکتا ہے

(**جواب**) ہنیئاً لکم العلم

ذی وجاہت امراء و حکام جو حضرت اقدسؒ کی طرف رجوع کرتے اور ان سے بیعت ہوتے تھے ان سے ان کے مرتبہ کے موافق برتاؤ فرماتے جیساکہ حدیث میں وارد ہے انزلوا الناس منازلہم لیکن اپنے معمول کے پابند ہوئے بالخصوص ان اصول کو جسکا وصایا میں بھی ذکر ہے کہ مقتدا کو چاہئے کہ امرا سے نہ بدخلقی کیساتھ پیش آوے نہ زیادہ اختلاط کرے نہ ان کو اپنی اغراض کا مقصود بنائے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔ اھ

چنانچہ جناب عبدالصمد صاحب نصیر یار جنگ معتمد حضور نظام حیدرآباد دکن نے چند روزہ انتہائی خدمت اقدس سے واپسی پر لکھ بھیجا کہ حضرت کی قدم بوسی سے قلب کو اس قدر فرحت ہوئی تھی کہ بار بار تمنا ہوتی ہے کہ سعادت حاصل ہو چند لمحے جو خدمت عالی میں بسر ہوئے ان کو یاد کرتا رہتا ہوں افسوس فقط اس کا ہے کہ وقت کم تھا ... ختم ہوئی جناب حافظ نواب صاحب بہجت کو توقف کے باعث مکرر ملنے کی بہت خواہش ہوا ... دوران تذکرہ ... بہت سے ارشادات کو یاد کرتا رہتا ہوں ... ختم سفر پر باقاعدہ ... خط معروض ... شرف حاصل کروں گا اللہ تعالیٰ آپ جیسی برگزیدہ ہستیوں کا سایہ قائم رکھے اھ اسکا جواب حضرت اقدسؒ نے جو دیا ہے وہ ملاحظہ ہو جس میں نہ تو اپنے اصول کو چھوڑا گیا نہ ان کے ساتھ خلاف اخلاق و خلاف مرتبہ برتاؤ فرمایا گیا۔ اور پھر کس لطیف عنوان سے اپنا مذاق بھی

Marfat.com

ظاہر فرما دیا جو اوپر مذکور ہوا کہ امراض زیادہ اختلاط نہ کرے۔

"از ناکارہ و آوارہ ننگ انام اشرف برائے نام بملاحظہ قدردان ناکارگان و دوستدار آوارگان دام مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ صحیفہ منیفہ نے ملاقات غائبہ وبعیدہ کو حاضرہ و قریبہ کر دیا اللہ تعالیٰ اس محبت کا صلہ نیک عطا فرمائے۔ بعد تشریف بری کئی روز تک قلب پر جناب کا ورود و صدور رہا مگر اپنے سے زیادہ اعزاز و امتیاز خطاب ابتدائی سے مانع رہا جس کو جناب کی توجہ نے مرتفع فرمایا اسلئے اب جواب کو ماذون فیہ سمجھا آئندہ بھی ہمت خطاب کی یہی شرط رہیگی کہ یاد فرمائی پر کچھ عرض کر دیا کرونگا۔ بقیہ حالات میں بجائے عرض کے دعا پر اکتفا رہیگا۔ تمنائے ملاقات پر بے اختیار کسی شکر گذار کا مقولہ یاد آ گیا۔ ع ادائے حق محبت عنایتے ست ز دوست۔ نواب صاحب باغیت تذکرہ فرمانے پر کسی کم ہمت کا مقولہ یاد آ گیا ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے۔ انحصار ملاقات میری حالت کے اعتبار سے ایسا تھا جیسے ضعیف المعدہ کے اعتبار سے انحصار غذا کہ غذا کے وافر ہونیکا وہ متحمل نہیں ہوتا۔ تو شفیق تیماردار کو تو اس انحصار کا قلق ہوتا ہے مگر مریض اس انحصار سے گو طبعاً متأسف ہو مگر عقلاً ممنون ہی۔ نواب صاحب باغپت کا تکرار ملاقات بوجہ قلت تغذیہ (از مؤلف۔ نواب صاحب باغپت کو آباؤ اجداد کے زمانہ سے تعلق ارادتمندی حاصل تھا) کی شاہانی کے ہوکہ باوجود مقدار زیادہ ہونیکے معدہ اسکا متحمل ہو جاتا ہے میرے معروضات کو یاد فرمانا ایسا ہے جیسے نفیس و لطیف غذا کھانے والے حضرات بوجہ جدید ہونیکے دیہاتی چیزوں کو یاد فرماتے ہیں باقی خیریت سے ہوں۔ کرم فرماؤں کیلئے دعا کرتا ہوں اور جناب کی دعا کا شکر گذار رہوں والسلام"

اس پر دوسرے عریضہ میں انھوں نے عنایت و شفقت کے الفاظ پر اپنی اور اپنی والدہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ کی بیحد مسرت کا اظہار کیا، نیز ڈیڑھ سو روپیہ بھیجنے کی اطلاع دی اور آخر میں لکھا کہ دعا کرتا ہوں کہ خدمت اقدس میں حاضری کی پھر مجھ کو توفیق ہو کیونکہ ان قیمتی لمحوں کو ہمیشہ یاد کرتا ہوں جو جناب والا کے ارشادات کی سماعت میں بسر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلامی کی رشد و ہدایت کیلئے آپ کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ اھ۔ اس کا حضرت اقدسؒ نے یہ جواب ارقام فرمایا۔

"معظم و محترم دام مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، الطاف نامہ نے مسرور و ممنون فرمایا، ایسے کثیر المشاغل بزرگ کا ایک ناکارہ ہستی کو یاد فرمانا اگر کرم کا اعلیٰ فرد نہیں تو کیا ہے جس کا صلہ بجز دعا کے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر دونوں مخدرات عفت کی مسرت نے اور زیادہ محجوب فرمایا۔ انکی یہ مسرت متن پر حاشیہ ہے ان کیلئے بھی دعا میں اضافہ کرتا ہوں بالخصوص آپکی دعا پر آمین کہتا ہوں منی آرڈر کا عطیہ نعم العلاوہ کا مصداق ہے جس میں اثر آپکے خلوص سے ہوا کہ میں اکثر امراء کا احسان قبول کرتا ہوا سوچا کرتا ہوں مگر اپنے ضمیر میں اسکو اس حرج سے مستثنیٰ پاتا ہوں اسلئے اسکو حق تعالیٰ کی نعمت اور

Marfat.com

آپ کو واسطہ نعمت سمجھ کر دعا و شکریہ کے ساتھ بسر و چشم قبول کرونگا" پھر تتمہ پرچہ کلمات محبت حوالہ قلم فرمائے ہیں اسکے جواب میں بجز اسکے کیا عرض کروں جیسے نیاز نامہ میں بھی عرض کر دیا تھا یہ ہی کہ اے حق محبت اعنا قیمت زدو وگرنہ عاشق مسکیں بہ ہیچ نور سند است۔ والسلام خیر الختام۔ ناکارہ اشرف علی از تھانہ بھون۔

ایک انگریزی خواں طالب علم نے جو ایف۔ اے کے امتحان میں شریک ہوئے تھے دعا و تعویذ کی درخواست لکھ کر بھیجی اور یہ بھی لکھا کہ انشاء اللہ کچھ عرصہ بعد میں حضور والا کی قدم بوسی سے ضرور شرف حاصل کرونگا۔ یہ میری زندگی کا سب سے پہلا دن ہے کہ میں ایک اتنی بزرگ شخصیت سے خط و کتابت کر رہا ہوں اور ہر وقت یہ میرے دل پر اس بات کا خوف طاری ہے کہ حضور کس طرح اس خط کو موصول کریں گے میں چونکہ ان آداب سے بالکل ناواقف ہوں جو دنیا کی بڑی شخصیتوں کے لئے لائے جاتے ہیں اگر میں کسی غلطی کا مرتکب ہونگا تو مجھے امید کامل ہے کہ جناب والا معاف فرمائیں گے الخ

اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ "دعا سے کامیابی کرتا ہوں اور ایسے تعویذ یا اوراد میں نہیں جانتا اور معلوم نہیں یہ وہم کس نے ڈالدیا کہ یہ شخصیت زبردست ہے۔ ضابطہ سے تو سب سے زیادہ زیردست میں اپنے کو کہہ سکتا ہوں مگر واقعی بڑی کام کی بات یہ ہے کہ زبردستوں کے مقابلہ میں تو اللہ تعالیٰ مجھ کو ان سے زیادہ زبردست کر دیتے ہیں اور زیردستوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اُن سے زیادہ زیردست بنا دیتے ہیں۔ اب اس صورت میں آپ اپنا فیصلہ کیجئے"

سبحان اللہ کیسے لطیف پیرایہ میں حقیقۃ الامر بھی واضح فرما دی اور بعنوان لطیف متنبہ بھی فرما دیا کہ جیسا خود بنکر آؤ گے ویسا ہی برتاؤ پاؤ گے۔ اگر زبردست بنکر آؤ گے تو اپنے سے زیادہ زبردست مجھ کو پاؤ گے اور اگر زیردست بنکر آؤ گے تو مجھ کو اپنے سے بھی زیادہ زیردست پاؤ گے بقول احقر ؎

کھینچے جو مجھ سے تو ہو جاؤں کھنچکے میں تلوار ÷ جھکے جو جھک کے تو اس کے گلے کا ہار ہوں میں

ایک صاحب کے خط میں ایک عجیب مضمون تسلی کے متعلق دیکھا جو کہیں نقل بھی نہیں ہوا اور ایسے بہت سے مضامین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی صورت ان کے جمع ہونے کی بھی کر دے۔ وہ مضمون یہ تھا کہ ان طالب صاحب نے سخت حالت قبض باطنی کی لکھ کر بھیجی اور تسلی چاہی تو تحریر فرمایا کہ تسلی مطلوب نہیں تجلی مطلوب ہے جو کبھی جلالی بھی ہوتی ہے جو اسوقت ہو رہی ہے الخ۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ حالت ایک مبارک مجاہدہ ہے جس سے آثار نہایت محمودہ مرتب ہونگے ہیں جن کا ظہور وقت پر ہوگا۔ ان آثار کی بنیاد پڑ رہی ہے۔ بس حتی الامکان کام میں لگے رہو۔ ان حالات کی طرف اصلا توجہ مت کرو۔ البتہ اطلاع دیتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب یہ حالات خاطر خواہ ہو جاویں گے

اس مضمون کو کہ تسلی مطلوب نہیں تجلی مطلوب ہے۔ احقر نے ایک قطعہ میں بھی منظوم کر لیا ہے جو ادعیہ و مکمہ تعلیمات میں

Marfat.com

منظوم بامید نفع طالبین نظم کی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں درج کی جاویں گی۔

ایک عورت نے بیعت کی درخواست لکھ کر بھیجی مگر اس وقت جب حضرت کی آخری حالت ضعف کی ہو چکی تھی حضرت کبھی کسی عورت کو اپنے کسی مجاز کے سپرد نہ فرماتے تھے کیونکہ عورتوں کے معاملہ میں حضرت نہایت احتیاط ہی کو مناسب سمجھتے تھے۔ بس صرف ایک اس عورت کو نہایت مجبوری میں بیعت تو خود فرما لیا لیکن بجائے خود تعلیم دینے کے لکھوایا کہ تعلیم کسی مجاز سے حاصل کریں لیکن بذریعہ کسی محرم کے خود براہ راست ان کو ہرگز خط نہ لکھیں۔ اھ۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کے ظلم سے مگر اپنی جانب سے یہ لکھوا کر بھیجا بعض اوقات خادمہ اپنے شوہر کو ترک نماز پر یا اور کسی دنیوی کام پر نصیحت کرتی ہے جو بعض دفعہ جھگڑے کی صورت ہو جاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ تجھے نصیحت کا کوئی حق نہیں ہے حضور والا تحریر فرمائیں کہ انکا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں، خادمہ نصیحت کر سکتی ہے یا نہیں۔ جواب لکھوایا کہ حق تو سب کو ہے مگر ایک شخص اپنے نفع کو نفع نہ سمجھے اس صورت میں دوسرے کے ذمہ اسکو نفع پہنچانا ضروری نہیں خاصکر جب فتنہ و فساد تک نوبت پہنچے اھ۔ باہمی اختلاف میں نہ اسکو پورا جتایا نہ اسکو پورا جتایا بلکہ دونوں کو نصیحت کر دی۔ خاص طور سے شوہر صاحب کو بقول شخصے ع دونوں کو ایک وار میں خورسند کر دیا۔ اور اختلاف میں قول فیصل فرمانے کا تو حضرت کو بہت ہی سلیقہ حق تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ ایک اور سوال و جواب ملاحظہ ہو۔

(سوال) یہاں پر ایک مشاعرہ ہوا جس کا مصرعہ طرح یہ تھا کہ ع محبت کی مستی میں سب کچھ روا ہے۔ اس پر تمام اہل علم حضرات میں بحث چھڑ کر اختلاف و مناقشہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ قول نادرست ہے اور بعض کا قول ہے کہ درست ہے۔ آخر ہوتے ہوتے یہ طے پایا کہ آپ سے اسکے متعلق فیصلہ طلب کیا جائے جو فیصلہ آپ دیں اسکو سب تسلیم کر لیں یہ متفقہ منشاء ہے لہذا التماس ہے کہ مصرعہ مذکور کا مفہوم اگر صحیح ہے تو کس بنا پر اور غیر صحیح ہے تو کس رو سے سند کے ساتھ یعنی قرآن و حدیث و اقوال صوفیائے کرام وغیرہ سے فیصلہ کر کے جواب مرحمت فرما دیں تو عین فیض بخشی ہو گی بینوا توجروا۔

(جواب) سوال بے قاعدہ ہے ضرورت تھی دونوں کے قول کے دلائل بھی نقل کئے جاتے تو جواب سے زیادہ بصیرت حاصل ہوتی۔ اب اپنی طرف سے تبرعاً جواب لکھتا ہوں گو احتمال ہے کہ اس قدر بصیرت حاصل نہ ہو۔ وہ جواب یہ ہے:۔ کہ محاورات میں کبھی کل بمعنی کثیر بھی آتا ہے کما فی قولہ تعالیٰ فی قصۃ داؤد و سلیمان علیہما السلام واوتینا من کل شیء و فی قصۃ بلقیس واوتیت من کل شیء۔ اسی پر یہ مصرعہ بھی محمول ہو سکتا ہے اور سکر غیر اختیاری میں ایسی جزئیات اور نقل بڑے بڑے جذباتی خطوط آتے تھے مگر حقیقت کے مقابلہ میں کبھی مخصوص متاثر نہ ہوتے تھے اور قابل اصلاح امور کی اصلاح کئے بغیر نہ رہتے تھے۔ اس کا اہتمام آخر وقت تک رہا۔ چنانچہ ایک طالب عاشق نے لکھا کہ حضرت والا میں زیارت کیلئے ڈاکٹر

Marfat.com

سے تیار ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزاسمہ میری تمام طاقت اور تمام بقیہ عمر و حیات لیکر حضرت والا کو دیدیں اور حضرت والا میں طاقت و قوت آجائے اور حضرت والا کا فیض عرصہ دراز تک جاری رہے، یہ بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرتے نہیں جیسی تمنا اوپر تحریر کی ہے مگر میں دل و جان سے اس کے لئے تیار ہوں اھ۔ جواب لکھوایا کہ اس تیاری کی مجھکو خبر دینے میں کیا حکمت ہے، فضول باتوں کا مجھ پر اچھا اثر نہیں ہوتا اھ۔ پھر زبانی بھی اظہار ناگواری فرماتے رہے کہ مجھکو سنانے کی کیا ضرورت ہے، دعا مانگو۔ اور جب یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتے تو یہ مفت کرم داشتن ہوا۔

ایک مجاز بیعت نے لکھا کہ جیسی محبت حق تعالیٰ کی چاہیئے ویسی نہیں معلوم ہوتی۔ تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا جب یہ سمجھو گے کہ جیسی محبت ہونی چاہیئے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگاہ میں تو انبیاء علیہم السلام بھی یہی فیصلہ کرتے چلے آئے ہیں کہ جیسی محبت چاہیئے تھی ویسی نہیں ہے۔

ہندوستان کے مشہور شاعر یعنی جگر صاحب مراد آبادی نے عقیدتمندانہ ایک اپنی فارسی کی غزل پانچ شعر کی جو انکو بہت پسند تھی وفات سے چند ہی روز قبل بھیجی جس کا ایک مصرعہ یاد رہ گیا ع نہ بہ مطرب نہ بہ شاہد نہ بہ جام اعلیٰ نہ بہ شمع جواب لکھا جو پورا محفوظ نہیں مگر غالباً یہ مضمون تھا کہ آپکے تر اور رنگین جذبات نے میرے ایک خشک جذبہ کو حرکت دیکر مجھ سے بھی ایک شعر کہلوا دیا جس کو ایک اہل کمال کے سامنے پیش کرنا اس لئے مناسب نہیں کہ یہ ایک صورت دعوی کی سی ہے لیکن بامید نفع پیش کرتا ہوں، گو وہ شعر رنگین نہیں مگر سنگین ہے۔ اھ

اس شعر کو پیشانی پر لکھکر اس کے حاشیہ پر عربی میں یہ عبارت بھی لکھدی خاتمۃ الجذبات ولتکن اخر الحالات یعنی سارے جذبات کا ختم کر دینے والا یہ جذبہ ہونا چاہیئے اور سارے حالات کے بعد آخری حال یہ ہونا چاہیئے۔

وہ شعر یہ تھا۔ [1] نہ بہ نظم شاعر خوش غزل۔ نہ بہ نثر ناثر بے بدل + بغلامی شہ عزوجل و بعاشقی نبی ختم +

سبحان اللہ کس لطافت سے شاعر کے حسب حال تبلیغ فرمائی اور اپنا بھی آخری حال ظاہر فرما دیا۔

غرض بآخر وقت تک حضرت اقدس رح کی شان تربیت و اصلاح و شان تحقیق و تدقیق بھی آب و تاب اور جوش و خروش کے ساتھ باقی رہی جیسی کہ حالت صحت میں تھی جس سے حاضرین کو سخت حیرت ہوتی تھی یہاں تک کہ صرف دو تین روز قبل انتقال ایک مخصوص اہل علم کے ایک دقیق و طویل علمی اشکال کا جواب ایسا مدلل و مکمل خود احقر سے لکھوایا کہ ان کی تشفی ہوگئی۔ مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم کے صاحبزادے مولوی عمر احمد اور انکی والدہ صاحبہ کا معاملہ کچھ عرصہ سے معلق تھا کہ ان کی بعض کوتاہیوں پر حضرت اقدس کو ناگواری تھی ان دونوں کی طرف سے

[1] عجیب اتفاق ہے کہ نعتیہ شعر کے سلسلہ میں حضرت والا کا یہ شعر بالکل آخری شعر ہے ۱۲ ابند و نہ شبیر دیوبندی +

آخر ایامِ مرض میں بہ سلسلۂ عیادت پیش قدمی ہوئی تو حضرت نے باقاعدہ معاملہ کو طے کرنے کی ضرورت اور اسکا نہایت مکمل طریقہ اپنے مخصوص طرز پر جو شفقت اور دیگر ضروری رعایتوں کو حاوی تھا مجھ سے ایک پرچہ پر فی البدیہہ لکھوایا انتہائی ضعف کے باعث حضرت دھیمی آواز سے بولتے جاتے تھے اور احقر لکھتا جاتا تھا اور اس کی جامعیت پر دل ہی دل میں عش عش کرتا جاتا تھا۔ غرض حضرت اقدسؒ نے بہت جلد جلد معاملہ کے سارے ضروری مراتب طے کراکے معافی عطا فرمادی بس سے ان کے گھر بھر میں ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی بعد کو احقر سے فرمایا کہ مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ ساری عمر بدنام رہیں گے اس لئے میں نے اس قصہ کو ختم کر دیا اس میں اشارہ قریب بصراحت اس طرف بھی تھا کہ زیست کی توقع نہیں کیونکہ صراحتاً یاس کے کلمات فرمانے میں حضرت اقدسؒ ہمیشہ بپاس خاطر خدام و متعلقین بہت احتیاط فرماتے تھے تاکہ دلشکنی نہ ہو۔ غرض اس خیال سے کہ اگر خفگی ہی کی حالت میں انتقال ہو گیا تو وہ لوگ عمر بھر بدنام رہیں گے خلاف معمول بعجلت تمام دونوں کو معافی دیدی اور ایک پرچہ پر یہ عبارت لکھکر بذریعہ مولانا ظفر احمد صاحب اُن کے پاس بھیجی ھنیئاً لکم المؤدۃ ہذہ اللہ وجعلنہا وابنہا آیۃ للعالمین جس میں مولوی عمر احمد اور اُن کی والدہ صاحبہ کی تسلی اور تطییب خاطر منظور تھی۔

اللہ اکبر کس درجہ شفقت تھی کہ ایسے نازک وقت میں بھی ایسے امور کا خیال فرمایا ورنہ آدمی ذراسی تکلیف میں بھی اپنی فکر میں مشغول ہوجاتا ہے نہ کہ دوسروں کی۔ بالخصوص جن سے خفگی بھی ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خفگی محض مصالح اصلاحی کی بنا پر تھی نہ کہ دل سے لیکن اصولِ صحیحہ اور ضروریات شرعیہ کو اس میں بھی قائم رکھا اُن سے ذرا نہ ہٹے بلکہ جب ان کی انتہائی مسرت کا احقر کے ذریعہ سے علم ہوا تو فرمایا کہ اگر میں بلا ضروری شرائط کو پورا کرائے معافی دیدیتا تو اتنی مسرت تھوڑا ہی ہوتی۔ کیا ٹھکانا ہے اس مصلحت بینی کا کہ آخر وقت تک مصالحہ عقلیہ اور جذبات نفسیہ اور ضروریات شرعیہ پر پوری پوری نظر رہی اور ان میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے درجہ پر اور اپنی اپنی حد پر رکھا خود ہی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الحمد للہ میں کبھی طبیعت کو عقل پر اور عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا۔ سبحان اللہ کیا شانِ اعتدال تھی، درجہ شناسی اور فرق مراتب اسکو کہتے ہیں، پھر استقامت ایسی کہ علاوہ ہمیشہ اس کی تعلیم فرماتے رہنے کے بعون اللہ آخر وقت تک خود بھی اس پر پورا پورا عمل کرکے دکھلا گئے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مصلحت بینی اس درجہ تھی کہ بعض مشتاقین دُور و دراز کا سفر کرکے بلا اجازت حاصل کئے آجاتے تو بعض اوقات ان کو ملنے کی اجازت نہ مرحمت فرماتے۔ پھر ساتھ ہی حاضرین خاص سے یہ بھی فرماتے کہ کمبخت دل بھی دکھتا ہے کہ اتنا لمبا سفر ان کا بیکار گیا۔ لیکن اگر ان کو اجازت دیدوں تو نہ ان کی غلطی عملی طور پر رفع ہو، نہ دوسروں کو سبق ہو۔ اب ایک ان کو تو تکلیف ہوئی جس کے وہ خود ذمہ دار ہیں لیکن بہت سے دوسروں کو سبق ہو گیا بعض ذکر کہ یہاں

13082

پہنچکر اجازت لینے کے خیال سے چلے آئے۔ انھیں میں سے ایک علیگڈھ کالج کے ایم۔ اے یا ایل ایل بی کے طالب علم تھے ان کو بخلاف معمول چند بار کے زبانی سوال جواب کے بعد اندر بلا لیا کیونکہ بربنا ضرورت تالیف قلب و دیگر مصالح خاصہ نو تعلیم یافتوں کی کسی قدر رعایت بھی فرماتے تھے لیکن اپنے خاص اصول کو نہ توڑتے ہوئے۔ چنانچہ جب وہ صاحب آئے تو حضرت اقدس نے باوجود انتہائی ضعف کے نہایت پر شوکت لہجہ میں فرمایا کہ آپ صاحبان تو بہت مہذب ہوتے ہیں اور ہم ملانوں کو غیر مہذب سمجھتے ہیں لیکن کیا یہ تہذیب کے خلاف نہیں ہے کہ بلا اجازت حاصل کئے کسی سے ملنے چلے آئے۔ خواہ اسکو کوئی ضرورت ہو چنانچہ میرا عذر ظاہر ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ یہاں حاضر ہو کے بعد اجازت لے لینے کا خیال تھا فرمایا کہ کیا آپ ان دونوں حالتوں میں فرق محسوس نہیں کرتے کہ ایک تو قبل سفر ہی سے اجازت لی جاتی اور ایک آپ نے اتنا سفر کر لینے کے بعد یہاں پہنچکر اجازت حاصل کی۔ کیا پہلی صورت میں آزادی اور دوسری میں دوسرے پر بوجھ ڈالنا نہیں ہے اسکا وہ کیا جواب دے سکتے تھے بجز اقرار غلطی کے۔ پھر حضرت نے اپنی مخصوص شان تربیت سے ان کو مفصل تنبیہ فرمائی اور باوجودیکہ نو تعلیم یافتہ حضرات اکثر جری اور بیباک ہوتے ہیں اور کسی سے دبنا نہیں جانتے لیکن اسوقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ حضرت ان صاحب پر مستولی ہوئے جاتے ہیں گو غایت ضعف کی وجہ سے حضرت کی آواز تو پست تھی لیکن لہجہ نہایت پُر زور و صولت و شان استیلاء لئے ہوئے تھا اور وہ اس قدر متاثر و مرعوب اور پشیمان ہو رہے تھے کہ ضروری سوالوں کا جواب بھی نہ دے سکتے تھے بعض بعض موقعوں پر احقر پیچھے سے جواب بتاتا جاتا تھا۔ اسی اخیر حالت ضعف میں اسی بار کسی مسئلہ کی گفتگو میں بصد شوکت و صولت فرمایا کہ اگر ایک ہزار عقلاء بھی ملکر کوئی تجویز شریعت کے مقابلہ میں پیش کریں تو اور علماء کا تو فی شان ہے میں آوارہ و ناکارہ بھی پانچ منٹ کی گفتگو میں خود ان کے منہ سے کہلوا لوں کہ یہ بے عقلی کی تجویز ہے۔ اھ۔

واقعی حضرت اقدس نے بالکل بجا فرمایا بلکہ ایسا کر کے دکھلا دیا۔ بڑے بڑے عقلاء اور ماہرین سیاست و تمدن و دیگر فنون بڑے بڑے دعوے کر کے حضرت کو اپنا ہمخیال بنانے کی نیت سے آئے لیکن مغلوب ہو کر گئے۔ یہ تو حضرت ہی خود فرماتے تھے کہ مجھ کو بڑے بڑے باوجاہت لوگوں عہدہ داروں انگریزوں سے بڑے بڑے مقرروں اور اہل قلم سے بڑے بڑے مناظرین آریوں وغیرہم سے بھی گفتگو کا اتفاق ہوا لیکن اللہ تعالی نے مجھے کبھی کسی کے سامنے مغلوب نہیں کیا ہمیشہ سب پر غالب ہی رکھا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے غالب رہنے کی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ میں حق بات اور صاف بات کہتا ہوں اور ایک بار حق ظاہر کر دیتا ہوں پھر بحث و مباحثہ میں نہیں پڑتا۔ نیت یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ بھی میری غلطی پر مجھے متنبہ کر دیگا تو اس کو بھی مان لوں گا چنانچہ سلسلہ ترجیح الراجح میں نے اسی لئے شروع کر رکھا ہے کہ اپنی جو غلطی معلوم ہوتی جائے اس سے رجوع کر کے شائع کرتا رہوں اور یہ صفت زیادہ تر حضرت

مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت سے حاصل ہوئی ہے کیونکہ وہاں اسکا ظہور رات دن ہوتا رہتا تھا اور یہ حضرت مولانا میں نسبت دیگر ہمعصر بزرگوں کے بہت بیّن طور پر نمایاں تھی اھ۔

حق بات کہنے میں حضرت اقدسؒ کبھی تامل نہ فرماتے تھے لیکن ضروری رعایتوں کا پورا لحاظ رکھتے تھے اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ مصرعہ پڑھ دیا کرتے تھے ؏ نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب۔ مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدیر الفرقان نے علامہ مودودی کی تحریکِ اسلامی میں شرکت اور اس کے موافق شریعت ہونے کے متعلق گفتگو کیلئے بریلی سے آنا چاہا اور اجازت چاہی تو جواب فرمادیا کہ اگرچہ کوئی اعتراض شرعی لحاظ سے بظاہر نہ وارد کیا جاسکے لیکن میرا دل اس تحریک کو قبول نہیں کرتا۔ یہی زبانی بھی عرض کردوں گا۔ لہٰذا اس ضرورت سے سفر کی زحمت نہ فرمائی جاوے۔ اھ۔ چنانچہ بالآخر قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید اور اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ ہی کا ظہور رہا مولانا موصوف کچھ اس تحریک میں شریک رہ کر اور اس میں خلاف شرع امور کا خود مشاہدہ کرکے ذاتی تجربہ کے بعد مستعفی ہوکر اس سے الگ ہوگئے۔ اسی طرح مختلف قسم کی تحریکات ایسی جو بظاہر خوشنما تھیں لیکن محذوراتِ شرعیہ سے خالی نہ تھیں شرکت کیلئے لوگوں نے ہر قسم کے بڑے بڑے زور لگادیئے لیکن حضرت اقدسؒ ذرا اس سے مس نہ ہوئے اور برابر کوہِ استقلال بنے ہوئے مرکزِ حق پر نہایت مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔

حضرت اقدسؒ میں یہ قوتِ حق بعون اللہ تعالیٰ باوجود شدید مخالفتوں کے شد و مد کے ساتھ برقرار رہی۔ اس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حق میں وہ قوت ہوتی ہے کہ اگر ساری دنیا میں صرف ایک اہلِ حق ہو اور باقی سب اسکے مخالف ہوں تو وہ اکیلا اپنے آپ کو ساری دنیا پر بھاری محسوس کرتا ہے۔ حضرت اقدسؒ کی مجموعی زندگی کو ایک واقفِ حالات شخص اپنے ذہن میں مستحضر کرنے کے بعد اس ارشاد کو خود حضرت اقدسؒ پر پورا پورا منطبق پائے گا۔ مذکورہ بالا مختلف حالات اس ضمن میں ایسا لکھے گئے تھے کہ دورانِ علالت میں جو اس قدر شدید و مدید تھی باوجود آثارِ ضعف و انحطاط روز افزوں کے حضرت اقدسؒ کی کسی خصوصی شان میں معتد بہ فرق ظاہر نہ ہوا اسلئے آخر وقت تک افاقہ ہی کا دھوکہ ہوتا رہا اب اس سے بڑھکر کیا شانِ افاضہ و تبلیغ اور شوقِ خدمتِ دین ہوگی کہ مدرسہ دار العلوم دیوبند جو حضرت اقدسؒ کا علمی ہوا اور دیگر بزرگوں کی خاص جگہ تھی اُس کی محبت جس قدر حضرت کو ہوسکتی ہے کوئی دوسرا آدمی اُس کا اندازہ بھی نہیں لگاسکتا۔ وفات سے چند سال پہلے وہاں کے اربابِ حل و عقد سے مذاق و رائے کا کچھ اختلاف پیش آیا حضرت اقدسؒ کی رائے تھی کہ موجودہ سیاسیات کا اشتغال خواہ فی نفسہ حق ہو یا باطل مگر دار العلوم کے طلبا و علماء کی اس میں شرکت بہرحال مدرسہ کے مقاصدِ اصلیہ کو متزلزل کردینے والی ہے جس کا مشاہدہ و تجربہ بھی عرصہ سے اکثر حضرات کو ہوچکا ہے لیکن حضرت اقدسؒ کی عادت ہمیشہ سے یہ تھی کہ اختلاف کے مواقع پر جو بات حق سمجھی اُس کا اظہار صاف صاف کردیا پھر قبول کیا گیا

بہتر ورنہ اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کر لیا خلاف وجدال میں پڑنے سے طبعاً نفرت تھی اکثر ایسے مواقع پر یہ شعر پڑھا اور لکھا کرتے تھے۔

خود چہ جائے جنگ وجدل نیک و بد * کیں دلم از صلحہا ہم مے رمد

اسی عادت قدیمہ کی بنا پر عرصہ ہوا دار العلوم کی سرپرستی سے استعفا دیدیا تھا لیکن دار العلوم کی ہمدردی و بہی خواہی اور اُسکی عظمت ومحبت رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے تھی اور جس طرح کی کوئی امداد ہو سکتی تھی برابر کرتے رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ مدرسہ تو ہماری ماں ہے شکایت واختلاف اگر کچھ ہے تو بھائیوں سے ہے ماں سے نہیں۔ اسی لئے باوجود ضابطہ کی علیحدگی کے مفید مشورہ سے کسی حال میں دریغ نہ فرماتے تھے۔

مرض وفات میں اتفاقاً کانگریس کی تخریبی کارروائیوں کا فتنہ اٹھا اُس میں مدرسہ کے طلبا و بعض متعلقین کی کسی درجہ میں شرکت اور اُس کی روک تھام پر منتظمین دار العلوم میں باہمی اختلاف کی خبر حضرت اقدسؒ کے کانوں تک پہنچی تو رنج ہوا کہ اسکو مدرسہ کے حق میں مضر جانتے تھے انھیں ایام میں اتفاقاً مہتمم صاحب دار العلوم حاضر خدمت ہوئے تو باوجود طول مرض اور ضعف شدید کے اہتمام کے ساتھ اُن کے سامنے ایک مفصل تقریر فرمائی جس میں کاتب الحروف بھی حاضر تھا۔ یہ تقریر چھوٹے گھر سے باہر صحن کے اندر چارپائی پر بیٹھے ہوئے ارشاد فرمائی تھی جو سراسر تعلیم وتربیت کے زرین اصول اور اصلاحی آئین سے متعلق تھی۔ افسوس ہے کہ اُس وقت اُس کو ضبط نہ کیا گیا اور اب اس کی تفصیل یاد نہیں۔ خلاصہ اُس کا یہ تھا کہ میں نے قرآن وسنت اور عمر بھر کے تجربہ نیز جن بزرگوں کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اُن سب کے طرز عمل سے مدرسہ کے بارہ میں جو کچھ اصل سمجھا وہ یہ ہے کہ مدارس اور اُن کے متعلقین سیاسیات حاضرہ سے بالکل مجتنب رہنا چاہئے۔ اور صرف سیاسیات ہی سے نہیں بلکہ ہر کام سے جو تعلیم مشاغل میں خلل انداز ہو اگرچہ وہ کام فی نفسہ کیسا ہی محمود اور مفید کیوں نہ ہو۔ ہمارے بزرگوں نے طلبا کو بیعت کرنے اور سلوک میں مشغول ہونے کی باوجود اسکو اہم سمجھنے کے طالب علمی کے زمانہ میں ہمیشہ منع فرمایا ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ بھی کسی طالب علم کو فراغت سے پہلے بیعت نہ فرماتے تھے۔ پھر کسی سیاسی اور ہنگامی تحریک میں شرکت کیسے گوارا کی جا سکتی ہے۔

تقریباً ایک گھنٹہ تک اس تقریر کا سلسلہ رہا حضرت مہتمم صاحب تقریر سنکر اسکی پوری طرح تائید کی اور وعدہ کیا کہ میں اس کی پوری کوشش کرونگا حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ مسرور ہوکر دعائیں دیں اور یہ مجلس ختم ہوئی۔

اسکے بعد برابر حضرت اقدس کو یہ انتظار رہا کہ اس بارہ میں کوئی اصلاحی صورت کارگر ہو اور آنے جانے والوں سے خلاف معمول کچھ حالات بھی دریافت فرماتے رہے لیکن کوئی خبر معلوم نہ ہوئی تھی کہ ایک تحریر اسی عرصہ میں

منجانب مدرسہ شائع ہوئی جس میں حضرت نے صورت مناقشہ محسوس فرما کر ناپسند کیا۔

اسی میں ایک عرصہ گذر گیا اور بسبب مرض کا استداد اور ضعف کی انتہا ہو گئی۔ اور اکثر اوقات غنودگی کا عالم طاری ہونے لگا۔ اس وقت ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ کو حضرت مہتمم صاحب دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو باوجود انتہائی ضعف کے پھر ایک آخری نصیحت فرمانے کا اس اہتمام کے ساتھ قصد فرمایا کہ حاضرین خدمت میں سے چند اصحاب مولانا شبیر علی صاحب مولانا جمیل احمد صاحب۔ ڈپٹی علی سجاد صاحب۔ اور احقر کاتب الحروف کو بھی اس مجلس میں طلب فرمایا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ مدرسہ دیوبند کے بارہ میں میری اپنی آخری اور مختتم رائے آپ سب حضرات کے سامنے ذکر کردوں تاکہ بعد میں غلط انتساب کا احتمال نہ رہے۔

یہ سب حضرات اور مہتمم صاحب مقررہ وقت پر جمع ہو گئے تو تقریباً سوا گھنٹہ مسلسل تقریر فرمائی گو غایت ضعف سے آواز بہت پست تھی اور مخاطبین کو بہت قریب بلا لیا تھا تاکہ تقریر سنائی دے بلکہ تقریر شروع کرکے احتیاطاً پوچھ بھی لیا تھا کہ سب صاحب سن رہے ہیں ضعف اس درجہ تھا کہ سر مبارک کو بار بار تکیہ پر رکھ لیتے تھے حیرت کی انتہا نہ تھی کہ اس درجہ ضعف میں بھی بستر مرگ پر پڑے پڑے اتنی مؤثر انداز سے ایسی مفصل مکمل مدلل اور مسلسل تقریر فرما رہے ہیں مع تمہید اور جمیع علمی جذباتی مصلحتوں اور مشفقانہ رعایتوں کے جیسے کوئی رسالہ تصنیف کیا ہوا سنا رہے ہوں

منجملہ دیگر ضروری باتوں کے تمہید میں یہ مضمون بھی تھا کہ میں عرصہ سے بیمار ہوں حیات کا اعتبار نہیں اس وقت پھر مدرسہ دیوبند کے متعلق اپنا خیال صاف صاف ظاہر کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مدرسہ دیوبند ایسی چیز نہیں جس کے متعلق میں اپنی مختتم رائے ظاہر کئے بغیر چلا جاؤں تاکہ بعد میں ہر فریق کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ وہ ہمارے موافق تھا۔ وہ مختتم رائے یہ ظاہر فرمائی کہ مدرسہ دیوبند کو سیاسیات سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور یہی ہمارے اکابر کا طریق تھا کہ تعلیم کے زمانہ میں کسی دوسری طرف توجہ کو سخت مضر خیال فرماتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ معلمین کے طرز عمل کا طلبہ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے لہذا مدرسہ کے مدرسین کو بالخصوص طلبہ کی مصلحت سے سیاسیات سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے اور مدرسین کے دوسری طرف متوجہ ہونے سے تعلیم کا حرج بھی مشاہدہ ہے ایک ایسی جماعت کی بھی سخت ضرورت ہے جو محض علم دین کی خدمت کرے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور (ترجمہ) وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین کی حکومت عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فرض انجام دیں۔ اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

Marfat.com

اس سے واضح ہے کہ دیانات مقصود بالذات ہیں اور سیاسات وجہاد مقصود اصلی نہیں بلکہ اقامت دیانت کا وسیلہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیانت اور احکام دیانت تو انبیاء علیہم السلام کو مشترک طور پر سب کو دیئے گئے۔ اور سیاسات جہاد سب کو نہیں دیا گیا بلکہ جہاں ضرورت و مصلحت سمجھی گئی دی گئی ورنہ نہیں۔ وسائل کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ بقدر ضرورت ہی لئے جاتے ہیں۔ شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ دوسری آیت میں تو اس کے خلاف مضمون موجود ہے جس سے دیانت کا وسیلہ ہونا اور تمکین فی الارض اور سیاست کا مقصود ہونا سمجھ میں آرہا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم (ترجمہ) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دیگا۔

یہاں ایمان و عمل صالح کو شرط قرار دیا جا رہا ہے تمکین فی الارض کی جس سے تمکین وسیاست کا مقصود اصلی ہونا لازم آتا ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ یہاں ایمان اور عمل صالح پر تمکین و شوکت کا وعدہ کیا گیا ہے اور بطور خاصیت کے شوکت کا دین پر مرتب ہونا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پس دین پر سیاست و قوت موعود ہوئی لیکن ہر موعود کا مقصود ہونا ضروری نہیں ورنہ آیت کریمہ۔

ولو انہم اقاموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیہم من ربہم لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم

اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی (یعنی قرآن) اسکی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے۔

میں تبعیت اقامت توراۃ و انجیل و قرآن یعنی عمل بالقرآن پر وسعت رزق کا وعدہ کیا گیا ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دین سے یہ مقصود ہے۔ بلکہ دین پر موعود ہے کہ دیندار کا تنگ نہیں رہ سکتا۔ پس موعود کا مقصود ہونا ضروری نہیں۔ یہاں بھی ایمان و عمل صالح پر شوکت و قوت اور سیاست موعود ہیں جو بطور خاصیت اس پر مرتب ہوں گے نہ کہ مقصود جو اس کی غایت کہلائے۔ بہرحال واضح ہوا کہ سیاست و دیانت میں سیاست وسیلہ ہے اور دیانت اصلی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سیاست کسی درجہ میں بھی مطلوب نہیں۔ بلکہ اس کا درجہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ خود مقصود اصلی نہیں۔ اور دیانت خود مقصود اصلی ہے۔ اسی بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ ایک جماعت ایسی بھی رہنی چاہئے جو خالص حفاظت دیانت اور تعلیم دین میں مشغول ہو اور وہ جماعت اہل مدارس ہی کی ہو سکتی ہے۔ اسی لئے میری یہ رائے رہی ہے کہ طلبہ کو سیاسیات میں مبتلا نہ کیا جائے۔ طلبہ اگر ان قصوں میں پڑ گئے تو وہ تعلیم سے بھی جاتے رہیں گے

Marfat.com

اور تربیت بھی ان کی نہ ہوگی چنانچہ جب سے طلبہ کو اس سلسلہ میں ڈال دیا گیا ہے انہیں آزادی پیدا ہوگئی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ ہی لوگ ہر وقت اُن کی طرف سے متفکر اور خائف رہتے ہیں میں نے اس سے پہلے بھی کئی بار یہ کہا اور اب پھر کہہ رہا ہوں لیکن میں اس کے قبول کے آثار نہیں دیکھتا چنانچہ اب جو مضمون آپ کی طرف سے شائع ہوا ہے (یعنی مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کے بیان کا جواب) اس میں بھی بجائے مسائل سیاست سے کوئی تبری نہیں کی گئی بلکہ اثبات معلوم ہوتا ہے نیز اس مضمون میں مناظرانہ صورت پیدا ہوگئی ہے جس کا ذات البین پر برا اثر پڑتا ہے۔

یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے آپ کو مجبور کرنے کیلئے نہیں بلکہ خود مجبور ہو کر کہا ہے تا کہ میرا طریق اور میری رائے تلبیس میں نہ پڑ جائے کہ میں نے ہمیشہ اس کی حفاظت کی ہے یہاں تک کہ اپنے بزرگ اور شفیق استاد حضرت مولانا دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اپنی رائے کے اخفاء کو خیانت سمجھ کر ظاہر کر دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر میں تلبیس کو گوارا کرتا تو اس وقت حضرت کے لئے کرتا۔ اب اس کی کوئی وجہ نہیں۔

افسوس ہے کہ یہ تقریر دلپذیر پوری ضبط نہ ہو سکی اس لئے جس قدر حصہ یاد رہا وہی ذکر کی گئی ہیں۔ جناب مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم نے یہ تقریر سنکر حضرت کے ارشاد کے مطابق عمل پر آمادگی ظاہر فرمائی تو حضرت نے خاص مسرت و شفقت کا اظہار فرمایا اور یہ مشورہ دیا کہ اگر آپ کو اس طرز عمل کی تنفیذ پر دارالعلوم میں قدرت نہیں ہے تو کم از کم اپنی رائے کا اعلان صاف طور پر کر دینا چاہیے۔ مہتمم صاحب نے اسکا وعدہ فرمایا اور مجلس ختم ہوگئی۔

پہلی ضعف کیساتھ اس تقریر کے تعب نے اور بھی شکستہ کر دیا تھا لیکن تھوڑی دیر سکون لینے کے بعد خود ہی قلم لیکر اس اعلان کا مسودہ بھی تحریر فرمایا جس میں حق کے اظہار کی ساتھ مہتمم صاحب کی شان اور جملہ قابل رعایت امور کا پورا لحاظ محفوظ تھا۔ اور فرمایا کہ میں نے خیال کیا کہ مولوی طیب کو اس اعلان کے مضمون میں تعب ہوگا اسلئے خود ہی لکھ دیا اور بحمد اللہ ایسا ہو گیا کہ اب اسکی اشاعت انھیں دشوار نہ ہوگی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ مہتمم صاحب سارے دن محنت کرتے تو شاید ایسا نہ لکھ سکتے۔ یہ اعلان کا مسودہ مہتمم صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ افسوس ہے کہ یہ اعلان بھی ہنوز شائع نہیں ہو سکا

الغرض پانچ سال کی طویل مدت علالت میں حضرت اقدسؒ برابر تحریری و تقریری افاضات بدستور فرماتے رہے لکھنؤ سہارنپور تھانہ بھون جہاں رہے ایسے ایسے نافع موثر اور پُر جوش ملفوظات سننے میں آتے رہے اور ایسی اتنی طویل مجلسیں ارشاد و تلقین کی منعقد ہوتی رہیں کہ عقل دنگ تھی کیونکہ اتنا تعب برداشت کرنا ایک ایسے مریض سے بہت ہی مستبعد تھا۔ چنانچہ اکثر بعد کو بہت تکان محسوس ہوتا تھا۔ لیکن بلا فاقہ کے بھی حضرت اقدس کو کسی طرح چین نہ آتا تھا بعض احباب نے اس کی ممانعت کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب میں کوئی خدمت ہی نہ کر سکا تو پھر [illegible]

Marfat.com

ہی کی کیا ضرورت ہے۔ چونکہ حضرت اقدس کو خدمتِ دینی سے انشراح ہوتا تھا اور اگر اس سے روک دیا جائے تو سخت گھٹن اور الجھن ہوتی تھی۔ اس لئے اس ممانعت کو اپنی خصوصیتِ مزاج کی بنا پر بجائے مفید ہونے کے مضر تصور فرماتے تھے اور واقعۃ الامر بھی یہی بات تھی چنانچہ ایک بار اسی قسم کی ممانعت تھی کہ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی آئے جن سے بہت خصوصیت تھی ان کو تیمارداروں سے چھپا کر بلوایا۔ یہ صرف شوقِ تبلیغ ہی تھا کچھ عرصہ سے خانقاہ میں تشریف لانا بوجہ غایتِ ضعف موقوف فرما دیا تھا لیکن قریب کی بیٹھک میں طالبین کی خاطر نہایت سخت تعب برداشت فرما کر بہزار دشواری ہانپتے لڑکھڑاتے تشریف لاتے رہے اور حسبِ معمول قدیم حاضرین کو آتے ہی سلام کر کے خطوط کے جوابات لکھواتے اور ارشادات سے مستفیض فرماتے رہے۔ اکثر فرمایا کہ فاصلہ بہت کم ہے لیکن یہاں تک آنا بھی ہو جاتا۔ پہنچنے کے بعد بہت دیر تک سانس قابو میں نہیں آتا گھٹنے کچھ کام ہی نہیں دیتے۔ بیٹھکر اٹھنے کے ارادہ ہی میں بہت بہت دیر لگ جاتی ہے ہمت ہی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اکثر پیروں پر بہت بہت ورم بھی رہتا تھا کو ورم کی طرف یا دیگر عوارض کی طرف خود حضرت اقدس کبھی التفات بھی نہ فرماتے تھے کوئی توجہ دلاتا تو فرماتے کہ علاج ماہر اور خیر خواہ طبیب کے سپرد ہے حالات کا پہنچانا مجھ پر تھا وہ اب کے سپرد ہے پھر مجھے کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ فکر میں پڑوں۔ حضرت کے اس طرز سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ علاج صرف عالمِ اسباب میں ہونے کی حیثیت سے کرا رہے ہیں۔ ورنہ نتیجہ کے لحاظ سے محض مسبب الاسباب پر نظر ہے۔ اگر طبیب تحقیقِ طبی یا نفع ہونے کی تقریر کرتے تو منع فرما دیتے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں میں کیا جانوں مجھے بہرحال اعتماد ہے۔ ایک بار کسی دوا یا پرہیز سے اظہارِ تنگی فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ اگر نفع نہ ہوگا تو کیا ہے اپنے گھر چلے جائیں گے۔ اچھا ہے اس دار الکدورت سے پیچھا چھوٹ جائیگا یہاں سوائے کدورت کے اور رکھا کیا ہے۔ اس ارشاد سے بھی حضرت اقدس کا اس دار المشقۃ کے متعلق وہ مذاق ظاہر ہو رہا ہے جو حضرت نے اپنے ایک تعزیت نامہ میں تحریر فرمایا ہے جس کی نقل عنقریب ہدیۂ ناظرین ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

گو دوا یا پرہیز سے اظہارِ تنگی فرماتے رہتے تھے لیکن طبیب کا بیحد لحاظ رکھتے اور حتی الامکان ہدایات پر سختی سے پابندی فرماتے اور جب کسی چیز کو جی چاہتا تو طبیب کو دکھا کر بلکہ انھیں حکیم اکرام سے اجازت نہ لے لیتے نوش نہ فرماتے اور جب کسی طبیب کو بدلتے ایسی لطیف تحریر اس کے پاس بھیجتے کہ اس کو ذرا گرانی نہ ہو اور دوبارہ رجوع کی ضرورت میں خود کو بھی شرمندگی نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ طبیب کا بدلنا تو برا نہیں لیکن دورانِ علاج میں دخل دینا فن کی توہین کرنا ہے۔ ایک طبیب [illegible] کی گفتگو سے کچھ کبیدہ ہو گئے تو ایسی تحریر بھیجی کہ فوراً راضی ہو گئے۔ مزاحاً فرمایا [illegible] نمونہ للمکر بھیجا تھا مگر [illegible] میں کچھ اوپر دو ماہ سے دستوں کے دورے جلد جلد ہونے لگے تھے اس لئے بیٹھک میں تشریف لانا بھی موقوف ہو گیا تھا لیکن گھر کے اندر خاص خاص صاحبوں کو بعد ضابطہ اطلاع اور انفرادی اجازت کے باریابی کا شرف حاصل ہو جاتا

Marfat.com

تھا گو آخر زمانہ میں تو شخص یہ سعادت نصیب ہوتا تھا کیونکہ حضرت اقدس پر اکثر غنودگی کا عالم طاری رہنے لگا تھا اور حاضرین گھنٹوں خاموش بحسرت دیکھتے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ جب اتفاق سے حضرت چونکتے تو اظہار شرمندگی فرماتے کہ میں تو کبھی خاموش رہنے والا نہ تھا لیکن کیا کروں آنکھیں بند ہی ہوئی جاتی ہیں۔ اس پر ڈپٹی علی سجاد صاحب نے عرض کیا حضرت کی زبان مبارک تو اتنی بولی ہے کہ تمام عالم کو حقائق و معارف سے لبریز کر دیا ہے اس پر حضرت نے یہ شعر پڑھ دیا ؎

گر نبودے نالۂ نے را ثمر ٭ نے جہاں را پر نکردے از شکر

غنودگی کے متعلق فرمایا کرتے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کیونکہ غنودگی میں مرض کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور یہ تو حضرت کا دائمی حال تھا کہ ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر ادا فرماتے رہتے تھے۔ تکالیف میں بھی کوئی شکوہ یا اظہار ملال نہیں ہوتا بلکہ اور اکثر ایسے موقع پر یہ شعر پڑھ دیتے ؎

درد از یار است و درمان نیز ہم ٭ دل فدائے او شد و جان نیز ہم

ایک دفعہ حضرت کا پیشاب بند ہوگیا تھا جس کو سلائی سے نکالا گیا جس سے ان کو بہت ہی سخت تکلیف ہوئی حضرت کو عرصہ سے کثرت بول کی شکایت تھی بار بار پیشاب کیلئے اٹھنے میں بوجہ غایت ضعف کے سخت تعب ہوتا لیکن فرماتے کہ پیشاب کرتا ہوں خدا کا شکر دل سے نکلتا ہے کہ بلا سلائی کے ہو جاتا ہے۔ گو بار بار اٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے لیکن شکر ہے کہ بند تو نہیں ہوتا۔ پیشاب کا ہوتا رہنا بھی رحمت ہے۔ غرض کسی تکلیف میں کبھی کوئی شکایت حضرت کے قلب میں پیدا نہ ہوتی تھی۔ مزاج پوچھنے والوں کو عجیب عجیب لطیف عنوانات سے جواب دیتے جن سے نہ تردد پیدا ہوتا نہ بالکل بے فکری ہوتی۔ بلکہ فرمایا کرتے کہ اگر صرف یہ لکھ دیا جائے کہ طبیعت اچھی ہے حالانکہ اچھی نہیں تو انہیں پوچھنے والوں کے سوال کو گویا مہمل قرار دینا ہے اور یہ بھی دل شکنی کا باعث ہے نیز شکایت بھی ہے کہ اس کو طبیعت کا حال بتایا جائے ہاں اس طور پر نہیں کہ وہ پریشان ہو جائے چنانچہ حضرت کسی کو تحریر فرماتے کہ بیمار دل ہیں تندرست ہوں اور تندرست ہیں بیمار کسی کو لکھوا دیتے کہ مرض میں کمی ہے مگر ضعف میں زیادتی ہے۔ کسی کو لکھوا دیتے کہ جیسا دیکھ گئے تھے ویسا ہی ہوں غرض طرح طرح کے عنوان ہوتے مجھے اس وقت یاد نہیں آ رہے ہیں اکثر بہت ہی لطیف ہوتے تھے ایک اور عنوان یاد آگیا۔ مزاج تو اچھا ہے معدہ اچھا نہیں۔ آخر میں جب بالکل معذوری ہوگئی۔ پرچوں پر دو مسودے لکھکر کاتب خطوط کو دیدیئے کہ جو خیریت طلب خطوط ہوں سب پر یہ لکھ دیا جایا کرے۔ خیریت سے ہوں دعا کرتا ہوں۔ اور جو مفصل خطوط ہوں ان پر یہ کہ علالت کی وجہ سے ایک مہینہ تک قوت آنے کی توقع نہیں اس لئے ایک مہینہ کے بعد لکھا جائے۔ چنانچہ خطوط پر یہی لکھا جاتا۔ تار باشدت علالت کی اطلاع کی ہمیشہ خدام کو ممانعت تھی۔ اسی لئے عموماً خدام بیرونی کو اطلاع ہی نہ ہوئی جس کی ان کو سخت حسرت رہی۔ غرض عجیب ہمہ و با ہمہ زندگی بسر فرمائی۔

Marfat.com

باہر چھپتہ کے نیچے بیرونی و مقامی مشتاقینِ زیارت گھنٹوں اسی اشتیاق میں بیٹھے رہتے کہ کب اطلاع کی نوبت آئے اور محض ایک جھلک ہی دیکھنا نصیب ہو جائے مگر اس کا موقعہ بھی بعض وقت نہ ملتا تھا اور اکثر تو باوجود عدمِ باریابی ویسے ہی بیٹھے رہنے کو موجبِ تسلی پاتے تھے اور برابر جمگھٹا لگا رہتا تھا جو باریاب بھی ہو جاتے تھے وہ بھی صرف شرح میں اور صرف کبھی کبھی دو چار کلمات استفسارِ مزاج وغیرہ کے زبان فیض ترجمان سے سننے پاتے تھے کیونکہ حضرت پر بے اختیارانہ طور پر عالمِ غنودگی طاری ہونے لگتا تھا بس گویا اس شعر کا منظر آنکھوں کے سامنے ہوتا تھا ؎

اف وہ پروانے کہ کھنچے ہی چلے آتے ہیں ٭ ہائے وہ شمع کہ خاموش ہوئی جاتی ہے

مگر اس حال میں بھی خیال کیا انتظامی شان میں فرق آ جاتے تو باقاعدہ پرچے نو واردین و مقیمین کے پیش کیے جاتے اور ہر ایک پر بذاتِ خود بوسائط حسبِ معمول سوال و جواب ہوتے پھر کسی پر منظوری کسی پر نامنظوری کسی پر بشرائط و قیود منظوری دی جاتی یہاں تک کہ کس کو کہاں بٹھایا جائے اس پر حسبِ حیثیت پوری نظر تھی۔ ایک بار چند خاص خاص اہلِ علم حضرات وفات سے چند ہی روز پہلے مقرر مع بعض رفقاء کے حاضر ہوئے تو برآمدہ میں جگہ کم تھی اسلئے حاضرین سے فرمایا کہ کچھ لوگ باہر تخت پر جا بیٹھیں تاکہ جگہ ہو جائے ہم لوگ بطورِ خود وہاں جا بیٹھے بعض بدستور بیٹھے رہے اس پر جائزہ لیا اور دریافت فرمایا کون کون باہر بیٹھے ہیں اور کون کون اندر ہیں۔ پھر ان میں سے بعض باہر والوں کو اندر اور اندر والوں کو باہر بیٹھنے کا حکم دیا اور جن حضرات کیلئے تبدیلی کی گئی تھی ان میں سے بعض کو اندر بٹھایا بعض کو باہر ہر ایک کا نام خود پوچھتے تھے۔ کیونکہ سر اٹھا کر خود دیکھنے کی سکت ہی کہاں تھی اور جس کے لئے جو جگہ مناسب تھی وہاں اس کو بٹھانے کیلئے فرماتے جاتے تھے جب صاحب تجویز فرمودہ جگہوں پر بیٹھ چکے تو فرمایا کہ ترجیح بلا مرجح کا شبہ کوئی صاحب نہ کریں۔ کیونکہ علاوہ فضل و کمال کے دیگر وجوہ بھی ہیں کہ اندر کسی کو باہر بٹھا چکے ہیں۔ پھر یہ بھی پوچھ لیا کہ کسی صاحب کو ناگوار تو نہیں ہوا۔ اس پر سب نے عرض کیا کہ جی نہیں۔ اور ان حضرات سے فرمایا کہ اب تو یہ حالت ہو رہی ہے کہ منتقل ہی سی ہو گئی لہٰذا بجائے بار بار تشریف لانے کے وہیں سے دعا میں یاد فرما لیا کریں۔

کیا ٹھکانا ہے ان رعایتوں کا اور انتظامات کا۔ اور ایسی سقیم حالت میں بعض خاص مجازین کو بھی بعض موقعوں پر اجازت اندر آنے کی نہ دی۔ اور بعض حضرات پر بندش نہ دی پھر ان کی مصلحت بھی یہ بیان فرمائی کہ [illegible] احباب ہر قسم کے برتاؤ کے عادی رہیں۔ اور دوسروں کی دل شکنی بھی نہ ہو جن کو اجازت نہیں ملی۔ غرض حضرت نے کسی حال میں اصولِ صحیحہ کو کبھی نہیں چھوڑا تعلیم و تلقین اور خدمتِ دین کا تو گویا ہر وقت حال طاری رہتا تھا گو درجۂ مقام حاصل تھا لیکن مقام میں بھی آثار حال نمایاں تھے گویا حال بعینہٖ و بآثارہٖ مقام ہو گیا تھا۔

Marfat.com

کسی نے انکارِ بیعت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ یہ بزرگوں کے اس قول کے خلاف ہے کہ شیخ کو اشاعتِ طریق کا حریص ہونا چاہیئے۔ اس پر فرمایا کہ میری برابر تو کیا کوئی اشاعتِ طریق کا حریص ہوگا۔ یہاں تو رات دن سوا اس کے کوئی اور تذکرہ ہی نہیں۔ رہی بیعت سو یہ کوئی لوازمِ طریق میں سے تھوڑا ہی ہے، پھر اس کے شرائط بھی تو ہیں ان شرائط کو پورا کرتا ہوں۔ باقی اصول و فروعِ طریق کی تو میں نے اتنی اشاعت کی ہے کہ صدیوں سے ایسی نہ ہوئی ہوگی۔ وفات سے دو چار روز ہی قبل بہت ہی عجیب و غریب مضامین بیان فرما کر احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ خواجہ صاحب یہ باتیں ہیں لکھنے کی خواجہ صاحب پھر یہ باتیں سننے میں آئیں گی کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ کہیں اس کا اہتمام نہیں۔ پھر مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کا یہ مصرعہ پڑھا ع رانڈ ہو جائیں گے قانون و شفا میرے بعد (قانون اور شفا دونوں طب و فلسفہ کی کتابیں ہیں) پھر مولانا عبدالسمیع صاحب بیدل کا یہ شعر پڑھا ؎

بیدلِ خستہ کو پاؤ گے کہاں + کر لو اس کی مہمانی چند روز

پھر فرمایا کہ مولانا عبدالسمیع صاحب جب کانپور گئے میں نے ان کا وعظ کہلوایا تھا، گو وہ مولود خواں تھے لیکن مجھکو معلوم تھا کہ وعظ بالکل ٹھیک کہتے ہیں گڑبڑ نہیں کرتے اسی لئے میں نے وعظ کی فرمائش کی تھی (سبحان اللہ خذ ما صفا ودع ما کدر اور انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال پر عمل فرما کر اپنی بے تعصبی اور وسیع الخیالی کا ثبوت دیدیا مؤلف ۱۲) شاعر بہت اچھے تھے غالب کے شاگرد تھے اس وعظ میں انہوں نے اپنے کچھ اشعار پڑھے تھے انہی میں یہ شعر بھی تھا جو مجھ کو یاد رہ گیا۔ اھ۔ واقعی حضرت اقدس نے بالکل صحیح فرمایا کہ پھر یہ باتیں سننے میں آئیں گی واقعی اب ایسے حقائق و معارف کون بیان کر سکتا ہے۔ اب ایسی تقریر و تحریر کہاں سننے میں آسکتی ہے کیونکہ صدیوں کے بعد ایسا محقق پیدا ہوتا ہے، جس وقت یہ فقرہ یاد آتا ہے کہ خواجہ صاحب پھر یہ باتیں نہیں سننے میں آئیں گی قلب پاش پاش ہو جاتا ہے اور نہایت سخت حسرت ہوتی ہے اور اپنی کوتاہ قلمی پر رونا آتا ہے مگر چونکہ حضرت اقدس کو ملفوظات پر نظرِ ثانی کرنے میں تعب ہوتا، نیز اکثر حضرت اقدس بر بنائے بے تکلفی اس نااہل اور ناکارہ ہی کو مخاطب بنا لیتے تھے اور میں اس وقت قلم بند کر نہیں سکتا تھا اس لئے باوجود سخت حسرت کے معذور رہتا تھا حالانکہ حضرت اقدس نے تو اس گئی گذری حالت میں بھی احقر کے اس عذر پر فرمایا تھا کہ کبھی پیش کر کے تو دیکھا ہوتا چنانچہ واقعی ایک لمبا ملفوظ ایک صاحب نے لکھکر پیش کیا تو فوراً نظرِ ثانی فرما کر تھوڑی ہی دیر میں دست بدست واپس فرما دیا کیونکہ حضرت اقدسؒ تو بلا مبالغہ کام کی بس مشین تھے، بس کام کے سامنے آتے ہی اس کو پورا کرنے کی دھن ہو جاتی اور ہمہ تن مشغول ہو کر جلد سے جلد بلکہ اکثر دست بدست پورا فرما دیتے اور اکثر ایسے موقعوں پر اس ناکارہ و آوارہ

کو مخاطب فرما کر فرمایا کرتے کہ دیکھئے خواجہ صاحب میں کام کو اٹھا نہیں رکھتا فوراً اس کے سب مراحل کو طے کر کے اسی وقت ٹھکانے لگا دیتا ہوں اھ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اب اس کوتاہ قلمی کی کسی درجہ میں تلافی کی توفیق اس صورت سے عطا فرمائے کہ جو ملفوظات و مواعظ کثیر تعداد میں مسودہ کی صورت میں رکھے ہوئے ہیں ان کو صاف کرنے کی کوشش کروں گو بوجہ عرصہ دراز گذر جانیکے اب انکی تبییض سخت دشوار ہے بالخصوص جبکہ حضرت اقدسؒ کی نظر ثانی کا بھی موقعہ جاتا رہا تاہم حضرت یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مسلسل صورت میں تبییض میں بوجہ مسودات کے پرانا ہو جانیکے دشواری ہو تو بطور متفرق ملفوظات ہی کے مواعظ اور ملفوظات کو صاف کر لیا جاوے، گو اب ہے، تو یہ بھی مشکل لیکن اللہ تعالیٰ اسکی ہمت دے، چاہے روزانہ ایک ایک دو دو ہی ملفوظات سہی کیونکہ اب تو یہ بھی ہزار غنیمت ہوں گے، غرض حضرت اقدس کو کام جلد سے جلد پورا کرنیکا بہت ہی اہتمام تھا یہانتک کہ آخری روز بھی ڈاک گھر والوں سے کہکر ڈبہ میں سے نکلوائی اور اپنے سامنے رکھوالی، پھر تے دیکھکر فرمایا کہ اٹھا لو کسی اپنے خاص جانے والے کا کوئی خط نہیں ہے۔ ایک اہل خصوصیت کا دستی لفافہ آیا غنودگی اور ضعف بے انتہا تھا مگر اس کو خود اپنے دست مبارک سے حسب معمول اسی طور پر کھولا کہ چپکا ہوا ابرت پھٹنے نہ پائے گو اس کھولنے میں خاصی دیر لگی، کیونکہ ناتواں انگلیاں اچھی طرح کام ہی نہ دیتی تھیں اور کچھ غنودگی کا بھی اثر تھا، پاس بیٹھنے والے پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ خود کھولدیں اور حضرت اقدس اس تعب سے بچ جاویں لیکن کسی کی مجال نہ تھی کیونکہ حضرت اقدس کسی کی اعانت کسی کام میں حتی الامکان نہ لیتے تھے اگر کوئی سبقت کرتا تو ناگواری کے ساتھ منع فرما دیتے۔ صاحب فراش ہونے سے پہلے گو چلنے میں نہایت دشواری ہوتی اور قدم لڑکھڑاتے لیکن کسی کا سہارا نہ لیتے بلکہ ملازم کو ساتھ رہنے کی ہدایت فرماتے تاکہ اگر گرنے لگیں تو اس وقت ہاتھ پکڑ کر سہارا لے لیں جب بالکل مجبور ہو گئے اور نقل و حرکت کے قابل بھی نہ رہے اس وقت بضرورت بیٹھنے کیلئے دوسرے کا سہارا لیتے۔ بعض اوقات خدام و ملازمین مرضی کے موافق کسی کام کو نہ کر پاتے تو اس عنوان سے اظہار ناراضگی فرماتے کہ میں تو سب کام ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کرتا تھا مگر اب اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا محتاج کر دیا ہے اس لئے مجبور ہو رہا ہوں ورنہ تم لوگ ایسا بے ڈھنگا پن کرتے ہو کہ کام لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اھ۔ اگر کسی خادم یا ملازم کو پیشاب پاخانہ کے متعلق کام کرتے دیکھتے تو بہت شرمندہ ہوتے بالخصوص دونوں پیرانی صاحبوں سے جو پیشاب پاخانہ کے وقت اعانت کے لئے حاضر خدمت رہتیں بار بار فرماتے کہ مجھے بڑی شرمندگی ہے کہ تم لوگوں سے یہ کام لے رہا ہوں اور ان دونوں حضرات نے پورا حق خدمت ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ اور تا دیر دونوں کے سایہ شفقت کو قائم رکھے آمین ثم آمین وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۵

این سعادت بزور بازو نیست | تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لہ افسوس صد افسوس کہ حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے اب یہ موقع بھی جاتا رہا مگر اگر کسی اور بندہ خدا کو توفیق ہو ۱۲ محمد شفیع۔

Marfat.com

اور تعلیم و تلقین کا تو آخر وقت تک اتنا ذوق و شوق رہا گویا اسی میں اپنی ساری زندگی گذاردی اور کیوں ایسا نہ ہوتا اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو پیدا ہی اس کام کے لئے فرمایا تھا۔ بقول اے ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند + میل آں اندر دلش انداختند

جناب مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور مولانا مسعود علی صاحب ندوی چند روز قیام کیلئے تشریف لائے تو علاوہ عام مجلس کے جو بعد ظہر ہوتی تھی بعد فجر، بعد عصر، اور بعد مغرب بھی مکان کے اندر بلا لیتے اور فرماتے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو مفید باتیں مجھے معلوم ہیں وہ مخاطبین صحیح کے کانوں میں ڈالدوں، مجھ کو تو خیر توفیق عمل کی نہ ہوئی دوسرے ہی عمل کر کے اُن سے فائدہ اُٹھا سکیں اھ۔ یہ بھی فرماتے کہ میرا زیادہ احسان بھی نہیں کیونکہ اس میں میرا بھی مطلب ہے، وہ یہ کہ میرا وقت احباب سے باتیں کرنے میں کٹ جاتا ہے ورنہ بیماری میں بیکار پڑا رہتا ہوں۔ جناب مولانا محمد سلیمان صاحب ندوی باوجود قصد کے حاضری سے بچند وجوہ قاصر رہے اور بعد کو حاضر ہونیکی اطلاع دی، جب نافع نافع تقریریں فرماتے تو جوش افاضہ میں مولانا سید سلیمان صاحب کو یاد فرماتے اور فرماتے کہ اگر وہ بھی ابھی ساتھ ہی آجاتے تو مجھ کو مکرر زحمت نہ ہوتی اور مزید تعب سے بچ جاتا چنانچہ جب بعد کو سید صاحب حاضر ہوئے تو حضرت پر غنودگی طاری رہنے لگی اور استماع ملفوظات سے محروم رہے۔ اور حضرت کا افسوس صحیح ہوگیا۔ وفات سے صرف ایک روز پہلے بھی قریب عصر باوجود انتہائی نقاہت کے ملفوظات کا سلسلہ شروع فرمادیا گو آواز بھی مشکل سے نکلتی تھی اور تقریر نہایت آہستہ آہستہ رفتار سے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زبان فیض ترجمان سے صادر ہورہی تھی صرف ایک مضمون یاد رہ گیا، بعض اعزہ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ میرے اعزہ مجھ سے لاکھوں درجے بڑھ جاویں مگر افسوس ہے کہ ابتک کوئی بڑھا نہیں۔ پھر اسی طرح ٹکڑے کر کر کے فرمایا کہ میں نے تو ہمیشہ اپنے کو مواشی سے بھی بدتر اور کمتر سمجھا لیکن حضرت حاجی صاحبؒ کی جوتیوں کی برکت سے مجھے اول یوم ہی وہ بات نصیب ہوگئی کہ حضرتؒ نے ایک ایسی بشارت دی جس کو میں نے اس لئے کبھی ظاہر نہیں کیا کہ گالیاں پڑیں گی۔ بڑے بڑے اکابر کا نام لیکر فرمایا جن کی جوتیوں کی خاک کی برابر بھی میں اپنے آپکو نہیں سمجھتا کہ یہ اب اُن سے بھی بڑھ چلے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اسکو آئندہ کے لئے بشارت سمجھا کیونکہ ابتک تو اس قابل میری حالت کبھی ہوئی نہیں اھ

ویسے تو بعد کو بھی مختصر مختصر ارشادات نافعہ موقع بموقع فرماتے رہے لیکن منقولہ بالا ملفوظ مسلسل ملفوظ کی صورت میں اور ملفوظ کی شان کا بالکل آخری ملفوظ تھا جس میں جوش و اثر وغیرہ تو سب کچھ بالکل صحت ہی کی حالت کا سا تھا ہاں روانی بوجہ غایت ضعف نہ تھی۔ فقرہ فقرہ رُک رُک کر فرمارہے تھے مگر الفاظ تھے کہ جوش سے پُر اور مضامین تھے کہ اثر سے لبریز تھے۔ اور دل میں گھر کرتے چلے جارہے تھے۔ اس آخری ملفوظ کے بعد حالات یوم وفات جو اس ملفوظ کے

اگلے روز مغرب کے وقت شروع ہوگیا تھا لکھنا شروع کرتا ہوں گو بہت سے اور حالات بھی اس کے قبل کے یاد آتے چلے جارہے ہیں لیکن کہاں تک لکھوں اور کیا کیا لکھوں ع حسن ایں قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد ع بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی +

اب اُن سب سے بہ تکلف ذہن کو ہٹائے لیتا ہوں اور بجبر آمد کو روکے لیتا ہوں۔

حالاتِ یومِ وفات

(۱۶؍ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۰؍ جولائی ۱۹۴۳ء یوم سہ شنبہ وقت عشاء) یکشنبہ کا دن گذر کر جو دوشنبہ کی رات آئی اس میں کوئی خاص تغیر نہیں پیش آیا۔ اجابتیں بدستور قبض کے ساتھ متعدد بار ہوئیں اور غنودگی بھی طاری رہی لیکن دوشنبہ کی صبح کو کھل کر اجابت ہوئی جس پر حضرت اقدس نے اطمینان کے لہجہ میں فرمایا کہ آج اسوقت تنقیح کیساتھ اجابت ہوئی ہے جس سے تکدر جو رُک رُک کر اجابتیں ہونے سے طبیعت میں تھا جاتا رہا۔ ورم بھی جو دستوں کے دورہ کے بعد سے بہت کم ہوگیا تھا وہ بھی آخری دن بالکل اُتر گیا۔ اور اسوقت یہ معلوم ہوا کہ سارا بدن صرف ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ تنقیح کیساتھ اجابت ہوجانے اور تکدر طبع اور ورم کے دور ہوجانے سے جو سب کو مسرت اور اطمینان ہوا تھا وہ تھوڑی ہی دیر بعد مبدل بہ پریشانی ہوگیا کیونکہ پھر جو بڑے بڑے دستوں کا سلسلہ شروع ہوا اس نے تمام اجزاء بدنیہ کو گھلا گھلا کر باہر نکال دیا لیکن باوجود ضعف و انحطاط کے حضرت پر جو تکدر اور غنودگی کا عالم طاری رہتا تھا وہ بالکل جاتا رہا۔ اور جب بعد ظہر حضرت اقدس کو حکیم عبد المجید صاحب لکھنوی دیکھنے آئے اور حضرتؒ نے خود نہایت تسلسل اور انشراح و قوت لہجہ کے ساتھ اپنے حالات بیان فرمائے تو انھوں نے اظہار اطمینان فرمایا کہ یہ دست حضرت کے لئے نافع ثابت ہوئے غنودگی بالکل نہیں رہی دماغ کھل گیا اور کلام بالکل مسلسل ہوگیا نبض میں بھی بجائے ضعف کے قوت پیدا ہوگئی۔ اور واقعی حضرت اقدس کافی دیر تک حکیم صاحب سے بھی اور ہم خدام سے بھی مرض و علاج کے متعلق مثل تندرستوں کے گفتگو فرماتے رہے احقر سے فرمایا کہ سارے علاج کر لئے کسی سے نفع نہ ہوا بلکہ روز بروز انحطاط ہی ہو رہا ہے اب کیا صورت اختیار کی جائے۔ احقر نے عرض کیا کہ اب صرف دلی کا علاج باقی رہ گیا لیکن ان دستوں اور اس ضعف کی حالت میں تو سفر ممکن ہی نہیں غرض اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی [illegible] اس سے قبل حضرت اقدس نے دواؤں کی مقدار اور مرات کے متعلق بھی شکایت کی اور یہ شکایت حضرت اقدس کو ہمیشہ رہی اور طبیبوں سے یہی فرمائش کرتے رہے کہ مقدار اور مرات کم کی جائے چنانچہ طبیب خاص جناب حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی سے دوبارہ رجوع کرتے وقت یہ شرائط لکھ دیں نمبر ۱ [illegible]

نہ ہو (۲) مقدار زیادہ نہ ہو (۳) قوام ایسا نہ ہو کہ کھانا پڑے یا تو نگلنے کی ہو یا پینے کی یعنی حبوب ہوں یا مشروب ہو یہ تین شرطیں دوا کے بشیع ہونے میں ہیں (۴) غذا میں اتنی وسعت ہو کہ ادل بدل ہوتا رہے۔ باقی دوا کی ناگواری یا پرہیز کا زیادہ اہتمام یہ ثقیل نہیں اور اگر یہ رعایتیں ممکن نہ ہوں تو مجھ کو وجداناً مرض سہل معلوم ہوتا ہے تدبیر کی صعوبت سے۔ والسلام طبیب بھی سب کوشش کر کر کے اور سوچ سوچ کر دواؤں کی کمیت اور کیفیت کو خوشگوار بناتے لیکن حضرت اقدسؒ اس درجہ لطیف المزاج اور نازک طبع تھے کہ پھر بھی اذیت ہوتی اور اس درجہ کہ ناقابلِ برداشت۔ کھرل میں خوب سحق کر کر کے سفوف تیار کئے جاتے اور شربتوں میں ملا ملا کر پیش کئے جاتے لیکن وہ بھی حلق میں اٹکتے اور کبھی متلی پیدا کرتے، کبھی فوری تقاضا اجابت کا ہوتا اور یہ تو اکثر ہوتا کہ جہاں ذرا سی دوا یا کوئی کتنی ہی خفیف و لطیف چیز پیٹ میں پہنچی اور فوراً اجابت کا تقاضہ ہوا۔ بعض ایسے خاص مواقع پر احقر کو مخاطب کر کے فرماتے کہ دیکھیے خواجہ صاحب طبیعت کے ضعف کی یہ تو حالت ہے، اور پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ سخت مزاج ہے میں کیا کروں اللہ تعالیٰ نے طبیعت ہی ایسی بنائی ہے کہ ذرا سی بے ڈھنگی بات کا مجھ پر اتنا اثر ہوتا ہے کہ دوسرے کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ بعض اوقات تو فرمایا کرتے تھے کہ میں اول تو بہت صبر کرتا ہوں جب کسی طرح تحمل نہیں ہوتا اس وقت اپنی اذیت کا اظہار کرتا ہوں لوگ تو سمجھتے ہیں کہ متحمل مزاج نہیں اور میں کہتا ہوں کہ میں سید المریضین ہوں۔ حضرت اقدسؒ کی خدمت میں کچھ عرصہ احقر کا رات کو بھی رہنا ہوتا تھا اس وقت اندازہ ہوا کہ واقعی حضرت کو ذرا سی اذیت کا بھی بے حد اثر ہوتا تھا یہاں تک کہ اگر بستر میں ذرا سی شکن بھی پڑ جاتی تو فوراً پیروں سے محسوس فرما لیتے اور اس طرح سسکیاں بھرنے لگتے جیسے کوئی کانٹا چبھ رہا ہو۔ ایک بار فرمایا مجھے شکن ایسی محسوس ہوتی ہے جیسے کسی نے لکڑی اڑا کے رکھ دی ہو۔ ایک بار مزاحاً فرمایا کہ نانا شاہ تو نازک مزاج تھا ہی لیکن میں بھی بانا شاہ ہوں اور بانا تانا سے افضل ہوتا ہی کیونکہ کپڑا کپڑا اسی سے بنتا ہے۔ کاغذ لوٹنے میں جو خفیف سی آواز ہوتی ہے وہ بھی کانوں پر اتنی ثقیل ہوتی کہ پریشان ہو کر رہ جاتے اور فوراً منع فرماتے۔ احقر کی جیب میں چمڑہ کا بٹوہ رہتا ہے جھکنے میں چرمر کی آواز ہوتی تو اس سے بھی پریشان ہو جاتے یہاں تک کہ میں جیب سے نکال کر اور اسکو الگ رکھکر خدمت میں بیٹھتا۔

غرض دوائیں حضرت کو بے حد تکلیف دہ تھیں اور فرماتے تھے کہ جب دوا سامنے آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پھانسی پر چڑھنا ہے اسی طرح پرہیز کا بھی تحمل نہ تھا اکثر طبیب پرہیز سختی کیساتھ کراتے تھے کیونکہ مرض ہی سخت تھا اور حضرت کی یہ حالت تھی کہ نامرغوب غذا کسی طرح کھا ہی نہ سکتے تھے حلق میں سے نہ اترتی چاہے جتنے فاقے ہو جاتے۔ بالکل طبیبوں کو مجبور ہو کر توسیع کرنا پڑتی۔ دوا اور پرہیز کی سختی کے متعلق ایک بار جھنجلا کر فرمایا کہ میں اگر طبیب ہوتا تو میں تخصیص مزاج کی بنا پر اجتہاد کرتا اور سہولتیں پیدا کرتا چنانچہ جس فن کو میں جانتا ہوں (یعنی تصوف) اسمیں آپ جانتے ہیں کہ

Marfat.com

میں نے خصوصیات طبائع کے لحاظ سے کیسی کیسی سہولتیں نئے اجتہاد سے پیدا کر دی ہیں اور وہ کس قدر نافع ثابت ہوئی ہیں۔

آخری روز بھی اسی قسم کی شکایت فرمائی اور دوا پینے سے گریز فرمایا تو احقر نے جرأت کر کے عرض کیا کہ حکیم صاحب کو خود اسکا بہت اہتمام ہے کہ جہاں تک ہو سکے لطافت کی رعایت رکھی جائے لیکن وہ دوا کو غیر دوا تو بنا سکتے نہیں۔ پھر ذرا تفصیل کیساتھ احقر نے دواؤں کے پینے کی ضرورت پر گفتگو کی تو سنکر فرمایا کہ اس سب کا جواب یہ ہے ع پر طبیعت ادھر نہیں آتی۔ غرض اس روز کی اس قسم کی گفتگو سے سب کو افاقہ کا دھوکہ ہوا جیسا کہ اس سے پہلے بھی اکثر یہی دھوکہ ہوتا رہا لیکن صبح سے حضرت اقدس یہ فرما رہے تھے کہ آج تو ہاتھ پیروں کی جان ہی نکل گئی ہے، ایک روز پہلے بائیں پاؤں کے نیچے پر ورم تحلیل ہو جانیکے بعد سخت ٹیسیں ہونے لگی تھیں، پھر ظہر کے بعد سوء تنفس پیدا ہو گیا کیونکہ اس قسم کی شکایت پہلے بھی کئی بار ہو چکی تھی احقر سمجھا کہ ویسے ہی شکایت ہو جاتی ہے۔ یہ خبر نہ تھی کہ یہ دم اکھڑ گیا ہے اور یہ پیش خیمہ ہے سفر آخرت کا۔ حضرت نے بھی احقر کے عرض کرنے پر کہ اس قسم کی شکایت پہلے بھی ہو چکی ان شاء اللہ جاتی رہیگی۔ فرمایا کہ اتنی شدید تکلیف مجھے عمر بھر نہیں ہوئی اور بجائے کراہنے کے لفظ اللہ اس انداز سے کہا کہ مجھے سخت تشویش ہو گئی کہ بہت تکلیف ہے گو بظاہر گھبراہٹ کے آثار نہیں پائے جاتے تھے اور کسی وقت کیا تمام بیماری میں آخر تک سراسیمگی یا بیتابی کسی وقت طاری نہیں ہوئی ہر حال میں کوہِ استقلال بنے رہے صرف زبان سے بضرورت علاج تکلیفوں کا اظہار فرماتے رہے۔ اتنی شدید و مدید علالت کی ساری تکالیف کو مردانہ وار نہایت صبر و سکون سے برداشت فرماتے رہے۔ نیز کبھی آرام کا پہلو اختیار نہ فرمایا۔ عمر بھر طالب علمانہ انداز پر سارا سامانِ راحت ہوتے ہوئے بھی مشقت کی زندگی بسر فرمائی خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نازک مزاج تو ہوں لیکن الحمدللہ نازک بدن نہیں ہوں۔ قیلولہ کے وقت کے دن بھر تخت پر نشست رکھتے تھے اور تخت پر بھی طولاً نہیں بلکہ عرضاً جس کی وجہ سے پاؤں بھی نہ پھیلا سکتے تھے۔ طبیبوں اور خادموں کے عرض کرنے پر فرما دیتے کہ چارپائی پر بیٹھنے میں آرام نہیں ملتا اور آخر بیماری میں تو بہت کم احقر نے پاؤں پھیلائے ہوئے دیکھا اکثر پاؤں سکیڑے ہوئے رہتے اور چت لیٹے ہوئے بھی پاؤں سکیڑے اور کھڑے رہتے۔ اور بار بار نیند کے جھونکوں میں گر گر پڑتے شب کو بھی گاؤ تکیہ لگا کر سوتے جس میں سر اونچا رہتا۔ ہم جیسوں کو تو اس ہیئت سے نیند بھی نہ آئے اور دیر دیر تک گاؤ تکیہ پر صرف پیٹھ کا سہارا رہتا اور تکیہ سے اونچا اوپر کو اٹھا رہتا اور ذرا دیر میں پیچھے کو گر گر پڑتا۔ نیز قبل سونیکے دیر دیر تک اونگھا کرتے۔ یہ عرض کرنے پر کہ آرام سے سو نہیں فرماتے کہ نہیں اسی میں بڑا مزہ ہے دیگر آرام کے طریقے اختیار فرمانے کیلئے عرض کیا جاتا تو فرماتے کہ مشقت ہی کی عادت اچھی ہوتی ہے زیادہ آرام کی عادت ٹھیک نہیں ورنہ بعد کو تکلیف ہوتی ہے بائیں ہاتھ کی کہنی میں بہت بڑا داغ پڑ گیا تھا اور

Marfat.com

کمال سخت ہو گئی تھی کیونکہ طالب علمی کے زمانہ سے برابر کہنی زمین پر ٹیک کر لکھنے کی عادت رہی جب گھر کے برآمدہ میں دھوپ بالکل پلنگ کے قریب آجاتی تو عرض کیا جاتا کہ پلنگ کو سرکا لیا جائے اس پر فرماتے کہ اب تو دھوپ جا رہی ہے گرمی کی شدت میں عرض کیا گیا کہ بجائے برآمدہ کے اندر کمرہ میں رہا جائے تو فرمایا کہ اب تو برسات آرہی ہے۔ غرض برآمدہ میں گرمی جاڑا برسات سب موسم کاٹ دیئے۔ حالانکہ طبیعت ایسی حساس تھی کہ موسم کا ذرا سا تغیر بھی اثر کرنے لگتا تھا۔ آخر میں چونکہ حرارت غریزیہ بہت کم ہو گئی تھی سخت گرمی میں بھی گرمی محسوس نہ ہوتی تھی بلکہ چادر اوڑھے رہتے تھے حالانکہ کچھ دن پہلے حرارت غریزیہ اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ احقر کو پیٹھ ملتے وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ تیز بخار چڑھا ہوا ہے۔ سامان سب بالکل سادہ رکھتے لوگ بڑھیا سے بڑھیا چیزیں پیش کرتے مگر اکثر و بیشتر خود استعمال فرماتے تھے گاڑھے کی چادر جو بستر پر تھی اس کو احقر نے اپنی چادر سے بدلنا چاہا تو فرمایا نہیں یہ خوب گرم رہتی ہے ایک بار ایک بڑھیا قالین پیش کیا تو نہ لیا فرمایا کہ میں اپنی مجلس کو باعث بنانا نہیں چاہتا تاکہ سب کی ہمت پڑ سکے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس کی حفاظت کرنی پڑیگی گرد جھاڑنا وغیرہ نہ پڑے بجائے خادم ہونیکے مخدوم ہو جائیگا غرض ہمیشہ طالب علمانہ زندگی بسر فرمائی۔ اور برابر کام ہی میں مشغول رہے جب دیکھا کسی نہ کسی کام میں مشغول دیکھا، گویا زبانِ حال سے یہ کہتے تھے ع من از برائے محنت و محنت برائے من +

علاوہ دماغی اور جسمانی مشقت کے طبعی کوفت بھی ہمیشہ ہی رہی کیونکہ بوجہ لطافتِ طبع رات دن لوگوں کی حرکتوں سے سخت سخت ایذائیں ہی پہنچتی رہیں جن کے متعلق ایک بار فرمایا کہ علاوہ مرض کے ان غموم و ہموم نے بھی مجھے بیمار بنا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اب راحتِ کاملہ دائمہ نصیب فرمائے آمین۔ باوجود اس طبعی کوفت کے روحی انشراح میں کبھی فرق نہ آیا بلکہ ایک بار کسی ناگوار بات پر غصہ آیا اور احقر نے ضعف و مرض کی بناء پر اظہار تردد کیا تو بطور تسلی کے فرمایا کہ نہیں اس قسم کی باتوں سے اصل میں تو کند طبیعت تیز ہو جاتی ہے اور اس میں جودت پیدا ہو کر انشراح ہو جاتا ہے۔ انشراح تو آخر وقت تک محسوس ہوتا رہا گو ہنسی اور مزاح آخر میں بالکل موقوف ہو گیا تھا لیکن طبیعت میں جودت ویسی ہی تھی، تین دن پہلے اس معافی پر جسکا ذکر اوپر آچکا ہے حضرت کے ایک خادم نے مسرت و امتنان کا عریضہ لکھا تو اسی وقت جواب میں یہ مصرعہ بنا کر لکھا ع رنجش رانہ ہیچ علت شرط نیست۔ اس کے بعد جو عبارت لکھی وہ پڑھی نہ گئی کیونکہ انگلیاں اسوقت چلتی نہ تھیں اور غالباً یہ آخری تحریر تھی گو عین وفات کے دن بھی قلمدان منگوا کر دستخط منی آرڈروں پر کرنے چاہے مگر جب لیٹے ہونیکی وجہ سے قلم کی سیاہی نیچے ہو گئی اور دستخط نہ ہو سکے تو ایک عزیز سے دستخط کروا دیئے۔ آخری حالت میں بھی خود کام کرنیکا جذبہ اسی قدر قوی تھا۔ انشراح کی تو یہ کیفیت آخر تک رہی کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی بڑے میاں کہدیتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ میں بھی بوڑھا کہاں ہوا ہوں میں تو ابھی اپنے کو بالکل جوان محسوس کرتا ہوں پھر سوچتا ہوں کہ بیچارہ سچ تو کہتا ہے اگر اس عمر میں بھی) بوڑھا نہ ہوگا تو اور کب ہوگا

Marfat.com

ابھی تک گیا جوان ہی دھرا ہوں اھ۔ اور واقعی حضرت والا میں جوش وخروش دینی آخر وقت تک بوجہ قوتِ روحانی ویسا ہی رہا بلکہ بڑھتا ہی گیا بمصداق
خود قوی تر میشود خمر کہن + خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن +

ایک بار بعض اعزہ نے یہ خیال کر کے کہ گھر میں علاوہ شور وغل کے ہر طرح کی باتیں سننے میں آتی ہیں اور حضرت چونکہ فطرتاً نہایت مدقق تھے ہر بات میں تدقیق فرماتے اور وہ حضرت کے معیار تدقیق کے مطابق سارے پہلوؤں کو حاوی نہ ہوتی تو اس سے الجھن ہوتی بلکہ بعض اوقات سننے والوں کو بھی خود اس تدقیق ہی سے الجھن ہوتی اور ممکن ہے کہ بمصداق اللہ اعلم بامر دینا کہ بعضوں کو یہ تدقیق ضروری بھی نہ معلوم ہوتی ہو لیکن جس کو حق تعالیٰ جس قسم کے کام کیلئے پیدا فرماتا ہے اسکے اندر اسی قسم کا مادہ بھی فطرتاً رکھدیتا ہے، پھر چونکہ ایک شخص کے اندر بمصلحت خدمت خاص ایک مادہ فطرتاً ودیعت فرما دیا گیا ہے اس کا ظہور عام صورت ہی سے ہوگا۔ مثلاً حضرت اقدس میں فطرۃً تدقیق کا مادہ نہ ہوتا تو وہ ہزارہا دقائق علمیہ وعملیہ دینیہ جن کو حضرت اقدسؒ منظرِ عام پر لائے ہیں بلا اس مادہ کے تھوڑا ہی لا سکتے تھے اور جب فطرۃ ہی میں یہ مادہ تھا تو اس کا ظہور علاوہ امور دینیہ کے امور دنیویہ میں بھی ہونا لازم تھا چنانچہ گھر کی بعض چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی حضرتِ اقدس دخل دیتے اور حقیقت کے لحاظ سے وہ معقول دخل ہوتا چنانچہ آپکی تفصیل سنکر قائل ہونا پڑتا مگر اس سے خواہ مخواہ حضرت کو الجھن اور تعب ہوتا اس سے بچانے کیلئے یہ تجویز ذہنوں میں آئی کہ بجائے زنانخانے کے مردانہ مکان میں جو زنانہ مکان کے متصل ہی ہے حضرت اقدس کو رکھا جاوے اس تجویز کو سنتے ہی فرمایا لاحول ولاقوۃ لوگوں نے مجھے بتاشہ ہی سمجھ لیا ہے افسوس احباب نے بھی مجھے نہ پہچانا
ہر کسے از ظن خود شد یار من + وز درونِ من نجست اسرارِ من +

اور یہ تو اکثر فرماتے رہتے تھے بلکہ جو آخری ملفوظ ایک دن قبل فرمایا تھا اسمیں بھی لفظ غالب یہی فرمایا تھا۔ اور واقعی حضرت اقدسؒ کی شان ہی ایسی دقیق تھی کہ وہاں تک نظر کا پہنچنا بھی بہت مشکل تھا۔ چنانچہ وفات سے کچھ روز قبل ایک طالب کو جو امتیازی خصوصیت کے خواہاں تھے بواسطہ احقر تنبیہ فرمائی کہ اپنے کو بالکل مٹا کر رکھنا چاہئے یہ فرمایا کہ گو اپنی مثال دینا بُرا ہے لیکن کیا کروں بضرورت کہتا ہوں کہ آپ مجھ کو نہیں دیکھتے کہ میری کسی حالت سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ مجھے درویشی سے کچھ بھی تعلق ہے حالانکہ جو اتنے لوگ میری طرف رجوع کرتے ہیں تو آخر وہ کچھ تو مجھے سمجھتے ہی ہوں گے لیکن زیادہ سے زیادہ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ایک پڑھا لکھا ایک عاقل ایک ۔ بڑا ایک منتظم ایک فلاں [illegible] درویشی سے تو دور کا تعلق بھی دیکھنے والوں کو نہیں معلوم ہوتا بس اسی طرح کیوں نہ رہا جائے اھ۔

ایک بار عرصہ ہوا احقر سے بھی فرمایا تھا کہ طریق میں داخل ہو کر اپنے حالات [illegible] تغیر کرنا تو ضروری ہے لیکن رفتہ رفتہ اور اس طور پر کہ کسی کو پتہ نہ چلے کوئی ایسی امتیازی صورت نہ اختیار کرے کہ لوگوں کی خواہ مخواہ نظریں اٹھنے لگیں

اور خواہ مخواہ بزرگ سمجھنے لگیں اھ واقعی حضرتؒ کا پہچاننا بہت ہی مشکل تھا اور ہر شخص کا کام نہ تھا بقول حضرت ۵
لا ادھر جام کہ نا اہل ہیں منکر ساقی + درخور ہر کس و ناکس تر ا پیمانہ نہیں + بلکہ جن لوگوں کو سمجھا جاتا ہے کہ انھوں نے
پہچانا واللہ انھوں نے بھی کما حقہ نہیں پہچانا جیسا کہ خود حضرت اقدس کا ارشاد مع اس شعر کے ۵ ہر کسے از ظن خود شد
یارِ من + وز درونِ من نہ جُست اسرارِ من + اوپر نقل کیا گیا جس کو موقع بموقع دہرایا کرتے تھے اس پر احقر کو اپنا
ایک شعر یاد آگیا ۵ بہت کچھ ان کو جو سمجھے ہیں وہ بھی کیا سمجھے ہیں + کوئی ان کو سمجھ سکتا نہیں اتنا سمجھتے ہیں +
کیوں نہ ہو کاملین کا پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ بوجہ تمکین تام ان کی حالت عوام کی سی ہو جاتی ہے حسب ارشاد
حضرت اقدسؒ ع خلوت در جلوہ بر دوام لازم بماند + انھیں حضور دائم کی ہر وقت کیفیت حاصل رہتی ہے اور جب بضرورت تبلیغ
مخلوق کی جانب متوجہ ہونا پڑتا ہے تو اس وقت بھی ان کی نظر بواسطہ حق تعالیٰ ہی کی طرف رہتی ہے اور توجہ الی المخلوق توجہ
الی الخالق کی مانع نہیں ہوتی جیسے آئینہ میں محبوب کی شکل نظر آرہی ہو تو گو آئینہ کا شیشہ اور چوکھٹا بھی پیش نظر ہوتا ہے لیکن
عاشق کی ٹکٹکی محبوب کے عکس ہی پر بندھی رہتی ہے نیز کاملوں کی نظر زیادہ تر قلب کی نگہداشت کی طرف رہتی ہے کہ وہ غافل
نہ ہونے پاوے۔ غرض کاملین کا پہچاننا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور بالخصوص ایسے وارث الانبیا بزرگ کا پہچاننا تو بہت
ہی مشکل ہے جو سچا وارث ہو اس سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کی شان میں لوگ یہ کہتے تھے مالھذا الرسول یاکل الطعام
ویمشی فی الاسواق۔ جو اسکا نمونہ ہو۔ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ۔ جو اس کا مصداق ہو واذکر ربک فی
نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والآصال جس کی یہ حالت ہو۔ دل بیار دست بکار ہو
با ہمہ بھی ہو بے ہمہ بھی ہو جس کو ہر وقت باطنی مقام شہود حاصل ہو اور ظاہری اشغال مانع مشاہدہ نہ ہوں جس کا حال ہو ۵

تو اے افسردہ دل زاہد کیے در بزم رنداں شو + کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

جس نے ہزاروں کو تو ذاکر و شاغل اور عابد و زاہد بنا دیا لیکن خود قلندرانہ مشرب رکھتا ہو یعنی بظاہر نہ زیادہ ذکر کرتا
نظر آتا ہو نہ زیادہ عبادت بلکہ ہر وقت کسی نہ کسی شغل ظاہری میں منہمک دکھائی دیتا ہو کبھی تصنیف ہو رہی ہے کبھی خطوط
لکھے جا رہے ہیں کبھی کسی سے علمی گفتگو ہو رہی ہے کبھی ملفوظات ہو رہے ہیں کبھی مزاح ہو رہا ہے کبھی کسی سے دار و گیر ہو رہی ہے
کبھی کسی پر زجر و توبیخ ہو رہی ہے کبھی امانتوں کی تھیلیاں سامنے رکھی ہیں اور ان کا جائزہ لیا جا رہا ہے کبھی شیشیاں سامنے
رکھی ہوئی ہیں اور ان پر چٹیں لگائی جا رہی ہیں کبھی چیزیں الٹ پلٹ کی جا رہی ہیں اور ان کو مرتب کر کے رکھا جا رہا ہے
حافظہ اس غضب کا ہے کہ ہاتھ ان کاموں میں مشغول ہیں بلکہ دماغ بھی وقت تصنیف مضامین دقیقہ کی طرف متوجہ ہے اور
زبان سے منزل کی تلاوت بھی ہو رہی ہے۔ ان سارے ظاہری اشغال کو تو سب دیکھ رہے ہیں اور باطن کی کسی کو خبر

نہیں کہ کیا ہو رہا ہے، دل کو ہر وقت کسی کی دُھن لگی ہوئی ہے اور باطنی اعمال کیا کیا ہو رہے ہیں اور اُن سے کیا کیا ترقیات ہو رہی ہیں۔ چنانچہ خود فرمایا کہ قلندروں کو ظاہری اعمال تو زیادہ نہیں ہوتے لیکن باطنی اعمال میں وہ بہت زیادہ بڑھے ہوتے ہیں جن کا درجہ ظاہری اعمال سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ حوادث تو رات دن واقع ہوتے رہتے ہیں اور ان کا قلب ہر حادثہ کے وقت ایک خاص معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے جو ایک عمل باطنی ہے اور جسکی خبر بھی دوسروں کو نہیں ہوتی حالانکہ وہ برابر اعمالِ باطنہ میں مشغول ہیں اور ترقی کر رہے ہیں بمصداق اس شعر کے جو صرف نقشبندیہ ہی پر نہیں بلکہ سب کاملین پر صادق آتا ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند ✣ کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

گو میں مقصود سے بہت دور ہوتا چلا جا رہا ہوں لیکن اس موقع پر حضرت اقدس کے بعض اعمالِ باطنہ کا ضرور ذکر کر دوں گا جن کو اگر حضرت خود اتفاقاً ذکر نہ فرما دیتے تو ہم جیسے بے بصروں کو کبھی ان کا پتہ بھی نہ چلتا۔

سب سے اعلیٰ اور سب سے ارفع عمل باطنی تو کیفیت فنا و عبدیت تھی جو ہر وقت حضرت پر نہایت شدت کے ساتھ طاری رہتی تھی اور جس کے اثر سے متاثر ہو کر حضرت بارہا بہا نگ فرمایا کرتے تھے کہ میں تو اپنے کو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہوں، اگر کسی کو یقین نہ ہو تو میں اس پر حلف اٹھا سکتا ہوں۔ اھ۔ اللہ اکبر کیا ٹھکانا ہے تواضع کا۔ حقیقی تواضع اسکو کہتے ہیں اور واقعی جس پر حق تعالیٰ کی عظمت کا انکشاف ہو چکا ہو اسکی یہ کیفیت نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی، چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے اپنے خط میں کسی مضمون کے ضمن میں یہ مصرعہ لکھدیا ع او بنازے عجبے من بنیازے عجبے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ اس مصرعہ نے مجھے سر سے پاؤں تک ہلا دیا کیا مجھے یہ پوری غزل مل سکتی ہے۔ اھ اسی واقعہ سے اندازہ کر لیا جائے کہ حضرت اقدس پر حق تعالیٰ کی عظمت اور اپنی عبدیت کا کس درجہ انکشاف تھا جبھی تو اس مصرعہ نے "او بنازے عجبے من بنیازے عجبے" جو دونوں کیفیتوں کا جامع ہے حضرت پر اس درجہ اثر کیا۔

آور لیجئے اس سے بڑھکر واقعہ اس کے ثبوت میں سُنئے۔ ایک بار احقر سے بطور راز کے فرمایا اور اس اہتمام اخفا کے ساتھ فرمایا کہ گو اپنا حال ظاہر کرنا مناسب نہیں لیکن آپ سے کیا پردہ، اس شرط سے کہتا ہوں کہ میری حیات میں کسی سے ظاہر نہ کیا جائے وہ یہ کہ پہلے الحمد للہ شرعاً تو اطمینان تھا لیکن وجداناً یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود انکشاف عظمت خداوندی کے اور انکشافِ امورِ آخرت کے اور انتہا درجہ کی ہیبت و خشیت کے پھر بھی اپنے اصحاب میں ہنس بول کیسے لیتے تھے، اپنے ازواج میں اُٹھ بیٹھ کیسے لیتے تھے، گھر کے کام کاج کیسے کر لیتے تھے، کھا پی کیسے لیتے تھے، لیٹ کیسے لیتے تھے۔ مگر اب الحمد للہ وجداناً بھی سمجھ میں آنے لگا ہے کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے دونوں باتیں جمع ہو سکتی ہیں اھ۔ اس حال خاص الخاص کا ارفع سے بھی ارفع ہونا ظاہر ہے۔ جب صوبہ بہار میں زلزلہ

سے نہایت دردناک حادث رونما ہوئے تو اُن کے حالات سُن سُن کر حضرت اقدسؒ جو ایک نہایت حساس اور رقیق وشفیق قلب پہلو میں رکھتے تھے (یہانتک کہ ایک زمانہ میں عرصہ تک جانوروں تک کیلئے دعا مانگتے رہے پھر ہیں نصوص میں تصریح نہ ہونیکی بنا پر چھوڑ دی) بہت ہی کُڑھتے مگر ساتھ ہی فرماتے کہ زیادہ کُڑھتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں رضا بالقضا میں کچھ فرق نہ آجائے، اگر دل نہ کُڑھے تو مخلوق کے حقوق کے خلاف ہے، اگر زیادہ کڑھے تو خالق کے خلاف ہے غرض بڑے کشاکش کا موقع ہوتا ہے کہ نہ مخلوق کی حق تلفی ہونے پائے نہ خالق کی۔ واقعی صراطِ مستقیم پر جو طریق اعتدال ہے اور بلصراط کو یہی کی صورتِ مثالی کہا ہے اپنے کو قائم رکھنا اور چلانا بہت ہی دشوار ہے لیکن جب بندہ اسکا اپنی طرف سے اہتمام کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسکی ہر موقع پر اعانت فرماتے ہیں اور بڑی بڑی مشکلات بالکل آسان ہوجاتی ہیں۔

اسی کے مشابہ وفات سے صرف دو چار روز قبل ہی بسلسلہ دیگر ملفوظات اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا۔ فرمایا کہ یہاں تھانہ بھون میں ایک شاہ ولایت صاحب کا مزار ہے یہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں اور اہل وجدان معلوم ہوا کہ بہت بڑے مرتبہ کے بزرگ ہیں ان کے مزار پر عرس بھی ہوتا ہے عرس کے موقعہ پر والد صاحب مرحوم بڑے اہتمام سے التزاماً کھانا پکوا کر وہاں بھجوایا کرتے تھے پرانے لوگوں کو کھلانے پلانے کا بہت شوق تھا۔ وہاں کے مجاور کہا کرتے تھے کہ بس منشی جی ہی کے دم تک ہے ان کے بعد ان کا لڑکا بند کر دیگا۔ چنانچہ ان کی پیشین گوئی صحیح نکلی والد صاحب کے انتقال کے بعد جب میرا عمل دخل ہوا تو مینے کھانا بھیجنا موقوف کر دیا کہ یہ کیا واہیات ہے، اسی رات مینے خواب دیکھا کہ ایک مقام ہے جہاں بہت سی پکی پکی قبریں بنی ہوئی ہیں گویا کہ وہ جگہ ایک پوری بزرگ گاہ ہے اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی میں متوجہ ہوا تو سُنا کہ یہ شعر پڑھا جا رہا ہے ؎ در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است + آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد لیکن کوئی پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا، غیبی آواز تھی، بس یہ خواب دیکھکر میری آنکھ کھل گئی۔ اب یہ بہت ہی مشکل موقع تھا اور بڑے امتحان کا وقت تھا اور کوئی ہوتا تو پھسل جاتا اور پھر عرس میں کھانا بھیجنا شروع کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے سخت اشکال کے وقت بھی میری دستگیری فرمائی اور دل میں اسکی تعبیر بطور حقیقت یہ ڈالی کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ اس فعل کے قبح تشریعی سے قطع نظر کر لی جائے بلکہ مقصود اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ قبح تشریعی کیساتھ ساتھ اسکے حُسن تکوینی پر بھی نظر چاہیے اسکو بالکل نظر انداز نہ کر دیا جائے قبح تشریعی کی بنا پر کسی منکر فعل سے احتراز کرتے وقت اس کے حُسن تکوینی کو بھی ذہن میں مستحضر رکھا جائے۔ نہ یہ کہ اسکے حُسن تکوینی کی بنا پر اسکے قبح تشریعی سے قطع نظر کرلے اور اسکا ارتکاب شروع کر دے۔ اھ۔ پھر فرمایا کہ مولانا رومیؒ نے اسکے متعلق ایک سخت اشکال کا جواب نہایت سہل عنوان سے ایک شعر میں دیدیا ہے حالانکہ شعر تنگ ہوا کرتا ہے وہ اشکال یہ ہے کہ رضا بالقضا واجب ہے، اور

Marfat.com

رضا بالکفر کفر۔ حالانکہ کفر بھی قضا ہے۔ اسکا جواب اس شعر میں دیا ہے ؎ کفر ہم نسبت بخالق حکمت است + ورباِ نسبت کنی کفر آفت است + مطلب یہ کہ کفر میں دو حیثیتیں ہیں ایک تو خلق کی اور ایک فعل کی یعنی ارتکاب کی، خلق کی حیثیت سے تو وہ حکمت ہے، اور حسن ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اور ارتکاب کی حیثیت سے وہ آفت ہے، اور قبیح ہے کیونکہ اسکا تعلق عبد سے ہے اور اس کو ارتکاب سے منع کیا گیا ہے تو کفر کا ارتکاب درحقیقت قضا نہیں ہے بلکہ مقضی ہے ہاں خلق قضا ہے اور رضا بالقضا واجب ہے، رضا بالمقضی واجب نہیں ہے، گویا کفر کے دو رُخ ہوئے ایک رُخ تو خالق کی طرف ہے، یعنی خلق وقضا کا مرتبہ اس پر تو رضا اور ایمان واجب ہے، اور ایک رُخ مخلوق کی طرف ہے یعنی بندہ اپنے اختیار اور کسب سے کفر کا ارتکاب کرتا ہے اس پر رضا کفر۔ عجیب و غریب تحقیق ہے اور واقعہ یہ ہے کہ حضراتِ محققین صوفیۂ کرام کی نظر جہاں تک پہنچی ہے وہاں تک نہ حکماء وفلاسفہ کی نظر پہنچی نہ علماء کی اھ۔ پھر فرمایا کہ اگر میں لکڑی غلہ کی تجارت کرتا تو کیا یہ باتیں ذہن میں آتیں لکڑی غلہ ہی دماغ میں بسا رہتا ایسے مضامین کی آمد کیلئے تو اسی کی ضرورت ہے کہ قلب و دماغ کو دنیا کے سب قصوں سے فارغ رکھا جائے ؎ تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند + از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند + اھ اس ملفوظ کیساتھ اور بھی بہت سے مضامین علمیہ بیان فرمائے تھے اور یہی وہ ملفوظ ہیں جن کے بعد حضرت اقدسؒ نے احقر سے فرمایا تھا کہ خواجہ صاحب پھر یہ باتیں سُننے میں نہیں آئیں گی الخ جیسا کہ بالتفصیل اور کسی موقع پر عرض کیا جا چکا ہے۔ اور یہی وہ آخری ملفوظات ہیں جن کو باقاعدہ مجلس کے سامنے ارشاد فرمایا گیا تھا اور جنکو مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے قلمبند کر لیا تھا جو آخر کتاب میں بنام "اشرف الملفوظات فی مرض الوفات" ملحق کر دیئے گئے ہیں، وہ ملفوظات اخیرہ جو وفات سے صرف ایک دن قبل فرمائے گئے تھے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے وہ بطور خطاب خاص کے تھے مجلس عام میں نہیں فرمائے گئے تھے، نہ قلمبند کئے گئے تھے۔

ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مراقبہ دل میں ڈالدیا ہے کہ ظاہری یا باطنی کیسی ہی پریشانی لاحق ہو مجھے ایسی پریشانی نہیں ہوتی کہ جس سے از جارفتہ اور بے چین ہو جاؤں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونیکی حیثیت سے تو انھیں ہمارے ظاہر و باطن میں ہر طرح کے تصرف کرنیکا پورا حق حاصل ہے، مجال دم زدن نہیں اور حکیم ہونیکی حیثیت سے اطمینان ہے کہ وہ تصرف حاکم جابر کا سا نہ ہوگا بلکہ حکمت پر مبنی ہوگا چاہے وہ حکمت ہماری سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ اھ۔

سبحان اللہ یہ بھی رضا بالقضا کی کتنی مکمل فرد ہے اور کتنے اعلیٰ درجہ کا مستمر اور نافع عمل باطنی ہے۔ دنیا سے بے تعلقی کا یہ عالم تھا کہ یہ کئی بار فرمایا کہ میں اپنے کو تمام عالم میں تنہا پاتا ہوں اور یہ محسوس کرتا ہوں کہ بس دنیا میں اللہ میاں ہیں اور میں ہوں اور کوئی نہیں ہے۔ اھ۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے محبت تو اپنے سب احباب و متعلقین سے ہے لیکن ایسا تعلق کسی سے نہیں کہ دل اٹکا رہے، یہ تعلق تو بس اللہ تعالیٰ ہی سے رکھا جائے اگر توفیق ہو۔ اھ۔

Marfat.com

آخر میں نسیان زیادہ ہونے لگا تھا ایک بار کوئی چیز رکھکر بھول گئے تو بہت پریشان ہوئے ایک صاحب کے بتلانے پر وہ چیز ملگئی تو فرمایا جزاک اللہ میں اب بہت بھولنے لگا ہوں پھر بڑے جوش سے فرمایا خیر جی اللہ کرے سب بھول جائے بس ایک کو نہ بھولے اھ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ ۱۲ مؤلف)۔ایک بار فرمایا کہ بعض اوقات تو تعلقات سے اتقدر وحشت ہوتی ہے کہ یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ یہ جو تعلق دونوں گھر والوں کا ہے کہاں کا جھگڑا ہے یہ بھی ختم ہو ہوتے ہیں تکلف ان دونوں کی درازی عمر کی دعا مانگنے لگتا ہوں کہ کہیں میرے خیال کا خدانخواستہ ان بیچاریوں پر اثر نہ ہو جائے۔ جب رمضان کے بعد ہجوم طالبین کم ہو جاتا تو بہت سکون محسوس فرماتے اور فرماتے کہ ہجوم سے طبیعت پر بہت بوجھ ہوتا ہے ہاں یہ تو مجھے مرض ہے کہ دو چار اپنے ہمخیال احباب پاس رہیں بالکل تنہائی کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اور یہ تو بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جس کام کے سامنے آتے ہی اسکی فکر سوار ہو جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ جہانتک ممکن ہو اس سے جلد فراغت ہو جائے کیونکہ میں اپنے قلب کو فارغ رکھنا چاہتا ہوں کہ اگر توفیق ہو تو قلب خدا کی یاد کیلئے آمادہ تو رہے اور آسانی سے متوجہ تو ہو سکے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی الجھن ہوئی یا کوئی فضول بات کرتا ہے تو مجھے سخت جھنجھلاہٹ ہوتی ہے۔ حضرت اقدس کسی کام سے فارغ ہوتے ہی فوراً تسبیح سنبھال لیتے تھے اور بعض اوقات مزاحاً فرماتے کہ میں نے اسکا نام جال رکھا ہے کیونکہ اسی سے لوگ پھنستے ہیں۔ غرض کسی وقت فارغ بیٹھنا تو حضرت اقدسؒ کو گوارا ہی نہ تھا بلکہ اوروں کیلئے بھی یہی پسند فرماتے تھے کہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہیں چاہے وہ دنیا ہی کے کام ہوں مگر فضول وقت ضائع نہ کریں۔ ایک صاحب علم اور صاحب ذوق کا تو یہ وجدان ہے کہ حضرت پر چونکہ ہیبت کا بہت غلبہ تھا اور طبیعت بیحد حساس تھی اس لئے اپنے کو ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رکھکر اس کیفیت ہیبت کو معتدل بنائے رکھتے تھے اور یہ مستبعد بھی نہیں کیونکہ حضرت اقدسؒ پر جو شباب میں ایک خاص کیفیت ہیبت کی طاری ہوئی تھی جس سے خودکشی تک کے خیالات پیدا ہونے لگے تھے اُس سے نیز دیگر حالات سے جو تجربہ حاصل ہوا اسکی بنا پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو تارک محض نہ ہونا چاہیے کچھ اشغال مباحہ بھی رکھنے چاہئیں ورنہ قلب کے بالکل خالی کر دینے کی صورت میں شیطان کو تصرف کرنیکا موقعہ مل جاتا ہے جس سے بعض اوقات سخت اندیشناک حالت ہو جاتی ہے۔ ہیبت کے متعلق انھیں صاحب ذوق اہل علم سے حضرت کا یہ ملفوظ بھی سُنا کہ نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دیں گے نہ یہ خیال ہوتا ہے کہ نجات ہو جائیگی ایک عجیب حیرانی کی سی کیفیت ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا اھ۔ اس پر خود حضرت کا ایک شعر یاد آ گیا ؎

اندریں رہ انچہ می آید بدست + حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

ایک اور ملفوظ بھی یاد آیا فرمایا۔ قطع نظر صفت قہر کے ایک ہیبت عظمت ذات حق کی ہوتی ہے جیسی بلا تشبیہ

Marfat.com

کوئی شیر کٹھرے میں بند ہو پھر بھی اسکی ذات میں جو ہیبت ہے اس سے خوف معلوم ہوتا ہے گو اس کا پورا اطمینان ہوتا ہے
کہ وہ ایسی حالت میں حملہ آور نہیں ہو سکتا نہ کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے اسی قسم کی ہیبت اللہ تعالیٰ کی انبیاء علیہما السلام
کو ہوتی ہے کیونکہ وہ عذاب سے تو بالکل مامون ہوتے ہی ہیں۔ اھ۔ ایک اور ملفوظ یاد آیا فرمایا جب کوئی متقی مرتا ہے
تو یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ معلوم کس بات میں گرفت ہو جائے اور جب کوئی غیر متقی مرتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ نہ جانے
کس بات پر مغفرت ہو جائے۔ ایک صاحب نے تنہائی کی شکایت لکھی تو فرمایا کہ انا جلیس من ذکرنی کے ہوتے ہوئے
تنہائی کہاں۔ ایک مرتبہ احقر نے بوقت رخصت ہراس ظاہر کیا تو فرمایا پریشانی کی کیا بات ہے بفضلہ تعالیٰ سرمایہ
تسلی ہر وقت پاس موجود ہے۔ ایک بار فرمایا کہ مبتدی کی توجہ نماز میں الفاظ کی جانب ہوتی ہے اور ہونی چاہئے اور متوسط
کی معانی کی طرف لیکن منتہی کی توجہ نہ الفاظ کی طرف ہوتی ہے نہ معانی کی طرف محض ذات حق کی طرف ہوتی ہے۔ اھ۔
احقر نے عرض کیا کہ معانی کی طرف توجہ تو بہرحال مقصود معلوم ہوتی ہے فرمایا کہ ذات حق کے مقابلہ میں نہیں جیسے دربار شاہی
میں حاضری کے وقت خاص خاص القاب و آداب مقرر ہوتے ہیں لیکن بادشاہ کے مواجہ میں اسکی عظمت شان کی طرف ہمہ تن
توجہ ہوتی ہے نہ کہ ان الفاظ اور اُن کے معانی کی طرف خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا منہ سے نکل رہا ہے اور اگر منتہی الفاظ یا
معانی کی طرف متوجہ ہو تو اسکو تو سخت الجھن ہونے لگے۔ اھ۔ بارہا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ ایسا ہے جیسے
کوئی موقع پر یہ فرماتے جاتے ہوں کہ دیکھ ہم نے تیرے ساتھ یہ احسان کیا، دیکھ ہم نے تیرے اوپر یہ رحمت کی، دیکھ ہم نے تجھکو یہ
نعمت دی، بس آواز تو آتی نہیں باقی ہوتے سب معاملات ایسے ہی ہیں جیسے ساتھ کے ساتھ جتاتے بھی جارہے ہوں اھ

سبحان اللہ کیا راز و نیاز ہیں، احقر نے اسی کو یوں نظم کیا ہے ؎

تم سا کوئی ہمدم کوئی دمساز نہیں ہے + ہر وقت ہیں باتیں مگر آواز نہیں ہے

ان واقعات عجیبہ اور حالات رفیعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؒ ہر وقت اپنے قلب کی اور اپنے جذبات
کی کس قدر نگرانی فرماتے رہتے تھے اور اُن کو کس اہتمام سے جادۂ اعتدال پر رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ ارشاد نقل کیا جا چکا ہے
کہ الحمدللہ میں کبھی اپنی طبیعت کو عقل پر اور عقل کو شریعت پر غالب نہیں آنے دیتا۔

بالکل آخر میں جب سر کنے کی بھی سکت نہ رہی تو لیٹے لیٹے تیمم سے اور اشاروں سے نماز ادا فرمانے لگے۔ غرض کیسی
ہی معذوری کی حالت اور کتنی ہی تکلیف اور زحمت بوجہ بار بار کے دستوں کے اور نجاست کے بار بار دور کرانے کے
رہی لیکن نماز بعون اللہ تعالیٰ آخر دم تک کوئی قضا نہ ہونے دی، نظافت کا یہ اہتمام تھا کہ اگر ذرا سی نجاست
بھی لگ جاتی یا سیاہی یا دوا وغیرہ کا دھبہ پڑ جاتا یا پینے کے وقت چاء وغیرہ گر جاتی یا غذا وغیرہ ہاتھ یا ریش مبارک

Marfat.com

میں لگ جاتی تو فوراً پانی منگوا کر اسی وقت سب کام چھوڑ کر خود صفائی فرما لیتے اور یہ ہمیشہ معمول رہا یہانتک کہ بالکل آخری
چونکہ دست مسلسل ہو رہے تھے کپڑے تہ کر کے نیچے بچھا دیئے گئے تھے انھیں پر لیٹے لیٹے اجابت ہوتی رہتی تھی اور
کپڑے ہر مرتبہ بدل دیئے جاتے تھے اور نمازوں کے وقت دونوں پیرانی صاحبہ طہارت کرا دیتی تھیں۔ احقر
ظہر کے وقت کی طہارت کے دوران میں بوجہ پردہ باہر بیٹھے بیٹھے سنا کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ سے جو طہارت کرا
رہی تھیں فرما رہے تھے کہ کچھ کمر کے اوپر مجھے نجاست معلوم ہو رہی ہے۔ غالباً حضرت پیرانی صاحبہ کے اس فرمانے پر
نہیں کوئی نجاست نہیں فرمایا کہ کپڑا بھگو کر مجھے دیدو میں صاف کر لوں، غالباً حضرت کو محض شبہ تھا نجاست
نہ تھی۔ جو مولوی صاحب غسل میت میں شریک تھے وہ فرماتے تھے کہ بوجہ اسکے کہ وفات کے دن مسلسل اسہال ہوتے
تھے میں نے غسل کے وقت اس پر خاص نظر رکھی کہ طہارت میں کمی نہ رہنے پاوے لیکن میں نے تعجب کے ساتھ دیکھا
بدن پر کہیں نجاست کا نام و نشان تک بھی نہ تھا بلکہ انھوں نے اسی خیال سے پیٹ کو بھی خاص اہتمام سے دبایا فرما
تھے کہ ڈھیلے پر نمی تک بھی نہ آئی کچھ پیٹ میں فضلہ رہا ہی نہ تھا۔

غرض نماز کا آخر دم تک بیحد اہتمام رہا یہانتک کہ وفات سے دو چار روز قبل احقر سے خاص طور سے فرمایا کہ
دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا احقر نے اطمینان دلانے کیلئے عرض کیا کہ حضرت نمازیں تو غائت
کی وجہ سے سخت تعب ہونیکے باوجود بھی ادا فرما رہے ہیں۔ آپکی بفضلہ تعالیٰ کوئی قضا نہیں ہونے پائی، رہے حقوق
ان کے متعلق تو حضرت نے کبھی کوئی حالت منتظرہ باقی رکھی ہی نہیں ان کو وقت کے وقت مد وار تھیلیوں میں
حساب رکھدیا اور اگر کسی ایسی مد کی رقم ہوئی جس کا حساب دوسرے کے متعلق ہے اسکو آتے ہی اسکے پاس بھیج
غرض ساری رقوم تمیز ہیں۔ احقر کی اس تقریر کو سنکر عجیب بے بسی کے لہجہ میں فرمایا کہ کیسے سمجھاؤں۔ اھ۔

نہ معلوم ان دونوں چیزوں کا کونسا درجہ نظر میں ہوگا جب مجھ سے حضرت اقدسؒ کے اس ارشاد کو کہ دو چ
مجھکو بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا اہل علم حضرات نے سنا تو انھوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی
روایات پر آخری کلمات یہی تھے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم۔ نماز اور حقوق کا انتہا درجہ کا خیال۔ واقعی آخری وقت
رکھا۔ چنانچہ نماز تو آخری وقت تک پڑھی اور کوئی نماز قضا نہ ہونے دی اور حقوق کی ادائگی تو حضرتؒ کا آخری
تھا جیسا کہ عنقریب اسکا بیان وفات کے حال میں آئیگا اور روزوں کا اتنا اہتمام تھا کہ باوجود کافی ضعف وم
گذشتہ رمضان شریف کے پورے روزے رکھے، پھر اس سے پہلے رمضان کے روزے جو لکھنؤ کے دوران علاج
سوائے ایک کے سب کے سب قضا ہوئے تھے وہ اسی سلسلہ میں کبھی کبھی ناغہ کر کر کے سب رکھ ڈالے اور ان کی ادا

Marfat.com

ال تھا کہ بار بار بہت پہلے سے بہت ہی آرزومندانہ لہجہ میں ہم خدام سے فرمایا کرتے تھے کہ دعا کیجئے اسوقت تک مجھ اتنی قوت
ہائے کہ ایک ہی سلسلہ میں دونوں مہینوں کے روزے رکھنے کی ہمت ہوجائے چنانچہ اس میں بعون اللہ کامیاب ہوگئے اور
ں کی یہ حکمت ظہور پذیر ہوئی کہ اگر اسوقت نہ ادا کر چکے ہوتے تو پھر ان کی ادائگی کی نوبت ہی نہ آتی اور سب روزے ذمہ
جاتے۔ غرض بعون اللہ تعالیٰ باوجود انتہائی ضعف و مرض کے نہ ایک نماز اپنے ذمہ چھوڑی نہ ایک روزہ و ذالک

فضل اللہ یوتیہ من یشاء ٥ این سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ +

اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت والا ہم سب کو بھی اسکی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور جو لکھنؤ کے دوران علاج میں
وزے قضا کئے وہ بھی بدرجۂ مجبوری۔ ورنہ باوجود انتہائی ضعف و مرض کے ایک روزہ پھر بھی امتحاناً رکھ کر دیکھا اور فرمایا
اس تصور سے وحشت ہوتی تھی کہ سب تو روزے سے ہوں گے اور میں نہ ہوں گا ایسا معلوم ہوگا جیسے شریفوں میں چما
بیٹھا ہوا ہے مگر ایک روزے کے بعد پھر بوجہ غائت ضعف نہ خود ہمت پڑی نہ طبیبوں نے اجازت دی اور طبیبوں نے تو پہلے
ہی منع کر دیا تھا لیکن حضرت اقدس نے اپنی طبیعت کا اندازہ لینے کے لئے امتحاناً اور شوقاً ایک روزہ رکھ لیا تھا۔ زمانۂ علالت
سے پہلے تو بوقت نشست و برخاست بہت عاجزانہ اور پُر اثر لہجہ میں فرماتے اے مالک اور علالت کے بعد سے جب
بوجہ ضعف اٹھنا سخت دشوار ہوگیا تھا بہت دیر تک ارادہ کرتے رہنے کے بعد دفعۃً بہت قوت کیساتھ بسم اللہ کہتے اور
اٹھ بیٹھتے شب کو کواڑ بند کرنیوالے خادم سے پوچھتے کہ بسم اللہ بھی کہہ لی تھی؟ شب کو پانی کھلا رکھنے کی ممانعت تھی یہ چند
عبادات عبادات خالصہ سے متعلق تھے اور جو عبادات بصورت خدمت خلق عمل میں آئی اُن کی تو کوئی حد و شمار ہی نہیں
فتوحات مالیہ کا تو یہ حال تھا کہ شروع ہی سے برابر اپنے فتوحات مالیہ میں سے چوتھائی حصہ علاوہ زکوٰۃ کے صدقات نافلہ
میں صرف فرماتے رہے اور اس سے زائد بھی۔ چنانچہ اس مد کی کاپی الگ تھی جس میں بعض خاص ضرورت کے مواقع پر بڑی بڑی
رقم اس مد میں پیشگی خرچ فرما دیتے پھر مجرا ہوتا رہتا اس طرح رُبع آمدنی کے حساب سے اپنی عمر میں ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیہ
صدقات میں صرف فرما ڈالے بلکہ ترکہ کا رُبع حصہ کارہائے خیر میں صرف کئے جانے کی وصیت فرما گئے جن کی تفصیل مندرجہ
وصیت ہے اور جس کے صرف کا انتظام اب کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ ہزارہا روپیہ لوگ حضرت اقدس کو اعلیٰ درجہ کا امین اور مصارف خیر کا بہترین جاننے والا اور موقع
شناس سمجھکر اپنی طرف سے امور خیر میں صرف کرنے کیلئے بھیجتے رہتے تھے ان کا ثواب حضرت اقدس کو الگ ملتا تھا، کوئی
سائل خالی نہ جاتا حسب گنجائش و مصلحت ضرور کچھ نہ کچھ خدمت فرماتے بشرطیکہ خود کوئی گڑبڑ نہ کرے اور اصول صحیحہ
بتائے جائیں ان پر عمل کرے، اہل خانقاہ، اہل قصبہ، متعلقین، غیر متعلقین، مقامی، بیرونی، سب حاجتمندوں کی

ضروریات پر جہانتک علم ہو سکتا نظر رکھتے اور حسب موقع اعانت فرماتے رہتے۔ بعض خاص خاص مواقع پر بالخصوص اہل علم اور شرفا کے اہل حاجت متعلقین کو بڑی بڑی رقمیں بھی عطا فرمائی گئیں اور متعدد اہل حاجت کو ماہوار رقمیں بھی دی جاتیں مگر بمصالح متعددہ شرط یہ بھی کہ بذریعہ پرچہ یا کارڈ ماہوار یاددہانی کی جایا کرے۔ اگر کسی کو اصلاح کے سلسلہ میں کوئی ایسا مشورہ دیا جاتا جس میں خرچ کی ضرورت ہوتی تو سب سے پہلے مالی اعانت میں شریک ہونے کیلئے آپکو پیش کرتے۔

مواقع خیر کے ہمیشہ متلاشی رہتے تھے۔ چنانچہ ایک خط اوپر بھی نقل کیا گیا ہے جس میں تحریر فرمایا گیا تھا کہ آپ اول کافی خرچ کا انتظام کریں اگر تنخواہ کافی نہ ہو تو اپنے خیر خواہوں سے چندہ کر لیں جس میں میں بھی انشاء اللہ شریک ہونگا۔ بڑے بڑے چندے بھی کار خیر میں دیتے رہتے تھے۔ اکثر دیکھا کہ کبھی کپڑے مساکین کو تقسیم کئے جا رہے ہیں، کبھی نقد، کبھی طعام خیرات بھی بڑے انتظام سے اور اصول سے کرتے جیسا کہ ہر چھوٹے بڑے کام میں معمول تھا۔

غرض حضرت اقدسؒ کی ذات ستودہ صفات گویا سراپا جود و عطا تھی۔ بعض اہل حاجت کو حضرت اقدسؒ کے بعد خود راقم نے پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اور پریشان ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت کے ہوتے ہوئے بڑی تقویت اور بےفکری تھی اور بڑا سہارا اور اطمینان تھا اب سخت پریشانی ہے کہ کیا کریں اور کہاں جائیں ایک غریب اہل حاجت تو جب ملتا ہے یہی کہتا ہے کہ اجی حضرت کیا مرے ہم ہی مر گئے۔

قرض دینے کی بھی الگ مد تھی محض اعتماد کے مواقع پر بلا رقعہ وغیرہ بڑی بڑی رقمیں ہزار ہزار سے بھی متجاوز بے تامل بطور قرض عطا فرما دیتے تھے۔ اپنے جراح کو قرض مانگنے پر دو سو روپیہ فوراً عطا فرما دیئے اور فرمایا جب سہل ہو ادا کر دینا اور نہ ہو سکے نہ ادا کرنا مگر اس نے جلد ادا کر دیئے۔ بعض نے ادائگی قرض میں بہت لیت و لعل کیا اور پریشان کیا تو اس الجھن سے بچنے کیلئے اُن سے فرمایا کہ بھائی اس سے تو صاف کہدو کہ دے سکتے ہو یا نہیں چنانچہ بعض کے عذر کر دینے پر کافی کافی رقمیں چھوڑ بھی دیں فرمایا کرتے تھے کہ باوجود اتنی شرائط و قیود ہدیہ کے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا عطا فرمایا کہ بعض بعض مہینوں میں ایک ایک ہزار بھی ملا۔ آمدنی کے تین حصے فرما لیا کرتے تھے۔ دو حصے دونوں گھروں میں دیدیتے۔ ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیتے مگر فرماتے کہ میرے پاس زیادہ روپیہ جمع ہو جاتا ہے تو مجھے وحشت ہونے لگتی ہے اس لئے جب معتدبہ رقم جمع ہو جاتی ہے تو اسکو بھی دونوں گھروں میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ آخر میں اپنا حصہ کچھ نہ رکھتے بلکہ جو رقمیں آتی رہتیں اپنے پاس رکھتے جاتے اور جو ذاتی ضرورت ہوتی انہیں سے پوری کرتے رہتے۔ مہینے کے آخر میں دونوں گھروں میں تقسیم فرما دیتے باوجود مشہور عام اور مشہود انام استغنا کے جب کسی کی رقم بوجہ فقدان شرائط ہدیہ واپس فرماتے اور یہ آئے دن ہوتا ہی رہتا تھا تو اکثر فرماتے کہ واپس کرتے ہوئے بڑا ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ میاں ناراض نہ ہو جائیں کہ نالائق ہم تو

تیرے پاس بھجوا دیتے ہیں اور تو نخرے کرتا ہے اور بھجوانا ہی بند فرمادیں تو یہ سارا استغناء دھرا رہ جائے۔ یہ استغنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے اور ہمیشہ دیتے رہتے ہیں بلکہ اکثر دیکھا کہ جب کوئی رقم واپس کی تو فوراً اسکا نعم البدل حق تعالیٰ نے دوسری جگہ سے بھجوا دیا۔ مگر کیا کروں خلاف اصول لینے سے غیرت مانع ہوتی ہے۔ میں حریص بھی ہوں متقی بھی نہیں لیکن غیور ضرور ہوں اھ۔ ایک بار مزاحاً فرمایا کہ اتنے دن تو اس پیشے کو کرتے ہو گئے لیکن ابتک لیتے وقت غیرت معلوم ہوتی ہے اھ۔ غرض حضرت اقدس ہمیشہ اپنے جذبہ استغناء کو ایسے ایسے احتمالات اور خیالات سے حدود کے اندر رکھتے تھے۔ ایک بار احقر نے مرض وفات ہی میں عرض کیا کہ اگر ہم جیسے ایسا استغناء برتنے لگیں جیسا حضور کا طریق ہے تو ہم میں تو تکبر پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ جس کو تکبر کا اندیشہ ہو وہ نہ اختیار کرے مجھے تو الحمد للہ شرح صدر ہے کہ یہ تکبر سے ناشی نہیں ہے۔ پہلے تو بہت شرائط تھیں لیکن آخر میں ساری شرائط کی روح صرف دو باتوں کو ٹھہرا لیا تھا وہ یہ کہ بالتصریح اسکا حوالہ لیتے کہ مجھ سے یہ توقع نہ رکھی جائیگی کہ میں یاد رکھوں گا یا کوئی رعایت کا معاملہ کرونگا جب ان دونوں باتوں کا اطمینان ہو جاتا تو اجازت دیتے۔ اس اطمینان کیلئے کہ یہ وہی شخص ہے جسکو اجازت ہدیہ بھیجنے کی دی گئی، تاریخ دن اور وقت بھی لکھ دیتے اور تحریر فرمادیتے کہ یہ عبارت منی آرڈر کے کوپن میں ہونی چاہیے "حسب اجازت حاصل کردہ فلاں تاریخ فلاں دن فلاں وقت"۔ اگر یہ عبارت نہ ہوئی تو منی آرڈر واپس کر دیا جائیگا۔ ایک موقع پر احقر نے عرض کیا کہ اگر کوئی اپنی طرف سے گھر کر لکھ بھیجے تو فرمایا کہ پھر تو اسکے خلوص میں کوئی شک ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ معلوم ہوا کہ بیچارہ بہت ہی مخلص ہے کہ اپنی طرف سے اجازت گھڑ گھڑ کر ہدیہ بھیج رہا ہے جن پر تعلقات دیرینہ کی بنا پر پورا اطمینان ہو چکا تھا ان سے بلا کسی شرط کے قبول فرمالیتے۔ اگر ایسے مواقع پر بعض سے یہ بھی فرمادیتے کہ یہ تو میری حیثیت سے زیادہ ہے میری حیثیت تو بس ایک دو روپیہ کے ہدیہ کی ہے۔ یہ تو بہت ہے۔ اھ۔ لو۔ یہ تو اکثر فرماتے کہ یہ تو بہت ہے پھر جب اصرار ہوتا تو لے لیتے۔ جو چھوٹے ہوتے بالخصوص جن کو لڑکپن سے حضرت جانتے تھے ان سے فرماتے کہ تم تو بچے ہو مجھے تم کو دینا چاہیئے نہ یہ کہ تم مجھ کو دے رہے ہو۔ پھر اصرار پر بخیال دلشکنی انکار نہ فرماتے۔ لیکن اگر کسی کا ہدیہ جانبِ معتنا بہ ہوتا مگر اصول کے خلاف ہوتا تو بلا ادنیٰ تامل کے واپس فرمادیتے جیسا کہ وفات سے دو تین دن پہلے ہی کا ذکر ہے ... اپنے موقع پر لکھا جا چکا ہے۔

صدقات مالیہ کے سلسلہ میں یہ سب واقعات استطراداً معرض تحریر میں آگئے۔ علاوہ ان کے صدقات مالیہ جاریہ بھی حضرت اقدس نے بہت کئے۔ چنانچہ بعض کمپنیوں میں حصص خرید کر وقف فرمائے اور ایک قطعہ زمین خرید کر وقف فرمادی اور بعض مکانات بھی خرید کر وقف فرمادیے اور اسی طرح ایک مکان بھی۔ ان سب کے متعلق مفصل اور واضح ... اور ... لکھکر

شائع فرمادیئے، وقف کرنیکا تو اتنا شوق تھا کہ ایک بار دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر میرے پاس کہیں سے ایک لاکھ روپیہ آجائے تو کیا کروں؟ چونکہ طبع مبارک نہایت ہی حسّاس تھی محض اس خیال کے آنیسے بھی الجھن پیدا ہوگئی اور جب اسکا مصرف ذہن نے تجویز کرلیا اسوقت سکون ہوا، چنانچہ وہ مصرف یہ سوچا کہ سارے تھانہ بھون کی زمین خرید کر وقف کردوں تاکہ ایک مقام تو خالص دارالاسلام ہوجائے۔ سبحان اللہ کیا جذبات تھے، کیا خیالات تھے، کیا حالات تھے، علاوہ اوقات مذکورہ بالا کے اپنا ایک بڑا کتبخانہ بھی جس میں زیادہ تر خود اپنی ہی تصانیف تھیں مدرسہ سہارنپور میں بھیجدیا اور وقف فرمادیا، اسی طرح بعض اور متفرق کتابیں بھی مدرسہ دیوبند اور مدرسہ سہارنپور اور دیگر مدارس میں موقع بموقع کافی تعداد میں بھیجتے رہتے تھے نیز بڑی بڑی رقمیں صرف فرماکر بڑی بڑی اور مفید مفید کتابیں بھی تصنیف کراکر اکثر شائع فرماتے رہے مثلاً اعلاء السنن بوادر النوادر، حیلۂ ناجزہ۔ گو ان میں سے اکثر دوسروں کی بھیجی ہوئی رقوم سے شائع ہوئیں لیکن بوقت ضرورت خود بھی مالی شرکت فرماتے خرید فرماکر بھی تقسیم فرمادیتے۔

چنانچہ اعلاء السنن کے نسخے بھی بغرض تقسیم اُس حالت میں کہ صاحب فراش نہیں ہوئے تھے خرید فرمانے کیلئے بہ وقت تمام مدرسہ تشریف لائے اور اس روز کی مجلس بعد الظہر خانقاہ کی اس سہ دری ہی میں فرمائی جہاں تقریباً نصف صدی تک حضرت اقدسؒ نشست فرماکر علوم ومعارف کے دریا بہاتے رہے چونکہ بعد عرصہ کے یہ موقع نصیب ہوا تھا کیونکہ بوجہ ضعف وعلالت بہت دن سے زنانہ مکان کے پاس والی مردانہ بیٹھک ہی میں مجلس فرمانے لگے تھے اسلئے ہم سب خدام کو بھی اور خود حضرت اقدسؒ کو بھی بیحد انشراح ہوا اور حضرت اقدس نے تو فرمایا کہ بس یہاں بیٹھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ٹھکانے آگئے۔ مگر چونکہ یہاں سے بیت الخلاء قریب نہیں اور مجھ کو بار بار جانیکی ضرورت ہوتی ہے ضعف کی وجہ سے اتنی دُور بار بار آجا نہیں سکتا۔ اس لئے مجبوراً یہاں نہیں بیٹھتا، ورنہ دل تو میرا یہیں لگتا ہے اور برکت یہیں محسوس ہوتی ہے کیونکہ بزرگوں کی جگہ ہے۔ پھر یہ تجویز ہوئی کہ غسلخانوں میں سے ایک میں چوکی رکھوادی جائے اور حضرت والا اسکا کرایہ ادا فرمادیا کریں۔ اس پر تحقیق فرمائی کہ شرعاً متولی ایسا کرسکتا ہے یا نہیں۔ گو اہل علم خدام خاص نے عرض کیا کہ گنجائش تو معلوم ہوتی ہے لیکن فرمایا کہ چونکہ میرا ہی معاملہ ہے اسلئے میری یا میرے احباب کی رائے اس معاملہ میں قاعدہ سے موثوق بہٖ نہیں ہونی چاہئے۔ لہٰذا سہارنپور اور دیوبند سے دریافت کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن چونکہ ایک جگہ تو ایک صورت بتائی گئی جو حیلہ کی تھی۔ اور ایک جگہ سے متولی کو کرایہ پر لینے کا عدم جواز لکھا ہوا آیا لیکن حضرت اقدس نے اس تجویز پر عمل نہیں فرمایا۔ غرض خانقاہ کی وہ مجلس آخری مجلس تھی اور آخری تشریف آوری تھی اس کے بعد پھر تشریف لانا نہ ہوسکا بلکہ اس کے کچھ عرصہ بعد تو مردانہ بیٹھک کی بھی مجلس موقوف فرمانی پڑی، کیونکہ دستوں کے دورے شروع ہوگئے۔

Marfat.com

عالم ربانی کی خاص علامت ہے کہ وہ تحصیل علم میں بھی حریص ہوتا ہے اور تبلیغ و اشاعت علم میں بھی غالباً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص عالم نہیں ہو سکتا جو اپنے بڑوں اور برابر والوں اور چھوٹوں سے علم حاصل نہ کرے اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک ارشاد حضرت امیر شاہ خاں صاحب مرحوم نقل فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص جس کو تبلیغ دین کا جذبہ اس درجہ تک نہ پہنچ جائے جیسے ضروریات بشریہ کھانا پینا وغیرہ ہیں اس وقت تک وہ دین کی پوری خدمت نہیں کر سکتا حضرت والا نور اللہ مرقدہ کے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ بحمد اللہ آپ کی ہمیشہ یہی شان تھی علم و حکمت کی بات کسی بچہ یا ان پڑھ جاہل سے بھی سن لی ہے تو بڑی قدر کے ساتھ اسکو محفوظ رکھا اور مجلسوں میں اسی کے حوالہ سے نقل فرمایا۔ اسی طرح اشاعت علم و دین کا وہ قوی جذبہ حق تعالیٰ نے آپ کے قلب مبارک میں ودیعت فرمایا تھا کہ ہر وقت اس کے لئے بے چین تھے اور کاموں سے کبھی کبھی تکان محسوس ہوتا تھا لیکن علمی خدمات سے باوجود ضعف کے بھی تکان محسوس نہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت کے خلفاء میں سے ایک اہل علم نے اپنا ایک نو تصنیف رسالہ حضرت کی خدمت میں بھیجا اور لکھا کہ حضرت کے ضعف کی وجہ سے رسالہ پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوتی لیکن اس کی بھی جرأت نہیں ہوتی کہ میرا کوئی رسالہ شائع ہو اور وہ کسی درجہ میں بھی حضرت کی نظر سے نہ گذرے اس لئے میری درخواست صرف اتنی ہے کہ کہیں سے چند سطریں ملاحظہ فرمالیں اور موضوع رسالہ ابتدا رسالہ میں ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں نے رسالہ بالاستیعاب دیکھا کیونکہ اس کے دیکھنے سے نشاط بڑھ گیا تکان محسوس نہیں ہوا۔ اشاعت دین و علم دین کے اسی والہانہ جذبہ کا نتیجہ ہے جو تقریباً ایک ہزار تصانیف و مواعظ و ملفوظات کی صورت میں بحمد اللہ آج بھی ہزارہا مسلمانوں کی رہبری کا کفیل بنا ہوا ہے۔

اتنی تصانیف اپنے قلم سے کرنے کے باوجود ہر پیش آنے والی اسلامی ضرورت کے لئے تصنیف کا سلسلہ جاری رہنے کا ایک خاص اہتمام قلب اقدس میں تھا اور حسن اتفاق سے حق تعالیٰ نے حضرت کے خدام میں علماء ماہرین کا ایک اچھا خاصا مجمع جمع فرما دیا تھا۔ اکثر اوقات ان علماء کو مختلف قسم کی تصانیف کا مشورہ دیتے اور ان کی تصنیف میں امداد کا کافی حصہ لیتے تھے، چنانچہ ایسی تصانیف کا ایک اچھا کافی سلسلہ ہے جو حضرت والا کے مشورہ اور امداد سے دوسرے علماء نے کیں اس سلسلہ میں چند تصانیف ایسی بھی ہیں جو خود حضرت والا نے بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے اپنے خاص اہتمام سے کرائیں جن میں سب سے بڑی تصنیف اعلاء السنن کی ہے جس میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے فقہ کے دلائل و شواہد احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام سے نہایت تنقید و تحقیق اور عدل و انصاف کے ساتھ جمع

یہ وہ بے نظیر تصنیف ہے کہ اگرچہ اس موضوع پر متعدد علماء نے کتابیں لکھی ہیں لیکن اتنی مکمل و مفصل آجتک نہیں ہوئی تھی اس تصنیف کا اکثر حصہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم کے قلم سے ہے، حضرت کا ملاحظہ اور مشورہ بھی اکثر حصہ میں شامل رہا ہے تقریباً پچیس، تیس سال تک مسلسل اسکی تصنیف کا سلسلہ جاری رہا اور تقریباً تیس چالیس ہزار روپیہ اسکی تصنیف و اشاعت میں صرف ہوا اور بالآخر حضرت والا کی حیات و صحت ہی کے زمانہ میں بحمداللہ یہ تصنیف مکمل ہوگئی اور گیارہ جلدیں شائع بھی ہوگئیں چار یا پانچ جلدوں کی اشاعت باقی ہے جو اس وقت کاغذ کی شدید گرانی کے سبب ملتوی ہے اور انشاء اللہ کاغذ میں کچھ سہولت پیدا ہوجانے پر ان کی اشاعت بھی جلد ہوجانے کی توقع ہے۔

اسی سلسلہ کی دوسری اہم تصنیف رسالہ **الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ** ہے جس میں ان مظلوم عورتوں کی رہائی کیلئے شرعی صورتیں بتلائی گئی ہیں جن کے شوہر مفقود الخبر یا غائب یا عنین ہوں یا موجود ہوتے ہوئے نان نفقہ یا دوسرے حقوق ادا نہ کرتے ہوں ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب ایسی عورتیں تنگ آکر کہیں مرتد ہونے لگیں کہیں فحش میں مبتلا ہونے لگیں۔ اس مصیبت کبریٰ کو دیکھکر حضرت والا کو توجہ ہوئی کہ ان کیلئے رہائی کی شرعی صورتیں غور و فکر کرکے نکالی جادیں چنانچہ مذاہب اربعہ کی کتابوں کا مطالعہ اور چھ مالکی المذہب علماء مدینہ طیبہ سے چار پانچ سال تک مسلسل خط و کتابت اور بہت سے جید علماء ہند کے مشورہ سے کام لیکر مسودہ طیار کیا گیا۔ مسودہ کی طیاری میں مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی۔ اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سے کام لیا گیا اور بعد طیاری پہلی مرتبہ اپنے صرف سے طبع کراکر مفت اشاعت کی گئی۔

تیسری نہایت اہم تصنیف **احکام القرآن** ہے جس کی ابتداء تو اس طرح ہوئی کہ تقریباً ۱۳۵۰ھ میں دارالعلوم دیوبند میں یہ تجویز ہوئی کہ جس طرح حدیث کی اہم کتابوں کا دورہ ایک سال میں پڑھایا جاتا ہے اسی طرح دورہ تفسیر کے نام سے تفسیر کی اہم کتابیں ایک سال میں پڑھائی جایا کریں اور ساتھ ہی یہ تجویز ہوئی کہ دورۂ تفسیر کا افتتاح حضرت والا کے ہاتھوں کرایا جائے اسکی درخواست کرنے کیلئے دیوبند سے علماء کا ایک وفد جس کے امیر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہم تھے تھانہ بھون حاضر ہوا۔ دورۂ تفسیر کے نصاب میں بیضاوی کامل ابن کثیر کامل تجویز ہوئی اور حنفیہ کے مسلک کی توضیح کیلئے تفسیر مدارک رکھنے کا تذکرہ آیا لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ ایسی آیات بہت کم ہیں جن میں ائمہ کا باہمی اختلاف ہے اس کیلئے اس غرض کیواسطے پوری تفسیر مدارک پڑھانے کے بجائے اگر ان آیات کا انتخاب پڑھا دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ سب حضرات نے اس تجویز کو پسند کیا اور اس خیالی تصنیف کا نام بھی اسی وقت حضرتؒ نے دلائل القرآن علی مسائل النعمان تجویز فرمادیا۔ اس کے بعد اتفاقات ایسے ہوتے رہے کہ دیوبند میں یہ کام انتخاب و تصنیف کا نہ ہوسکا تو دو تین سال انتظار کے بعد حضرت والا کو اس طرف توجہ ہوئی کہ یہ کام نہایت مفید ہے جس طرح ہم نے اعلاء السنن میں فقہیات حنفیہ کے دلائل و شواہد حدیث سے جمع کرادیے ہیں اسی طرح دلائل القرآن

Marfat.com

علی مسائل النعمان میں دلائل حنفیہ قرآن کریم سے جمع کر دیے جاویں اور اس کام کو خود اپنے اہتمام سے کرانیکا فیصلہ فرما کر تقریباً ۱۳۵۱ھ میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے سپرد فرمایا کام کرنے کے اصول اور طریق کا خود تعین کر کے فرمائے پوری سورہ بقرہ میں جس قدر آیات احکام اس تصنیف کے موضوع سے متعلق تھیں ان کی فہرست خود طیار فرما کر انکے حوالہ فرمائی مولانا محمد شفیع صاحب نے کام شروع کر دیا لیکن چونکہ وہ دار العلوم دیوبند میں عہدہ افتاء پر مامور اور بہت زیادہ مشغول تھے اسلئے کام کیلئے فرصت کم ملی اور کام کی رفتار بہت سست رہی اسی اثناء میں مولانا ظفر احمد صاحب اعلاء السنن کی تصنیف سے فارغ ہو گئے تو حضرت والا کو خیال ہوا کہ دلائل القرآن کا کام اب اگر مولانا ظفر احمد صاحب کریں گے تو جلد ہو جائیگا اسلئے یہ کام ان کے سپرد فرما دیا۔ اب اتفاق یہ ہوا کہ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی مولانا ظفر احمد صاحب ڈھاکہ یونیورسٹی میں پروفیسر ہو کر چلے گئے اور وہاں اس کام کا سلسلہ کسی معتد بہ پیمانہ پر جاری [illegible] کام کو شروع کر چکے تو حضرت والا کو اس کا بہت اہتمام ہوا [illegible] اب یہ کام کسی اور طرف منتقل کیا جاوے۔ اور مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی سے [illegible] فرمایا کہ [illegible] فرصت لیکر اس کام کیلئے تھانہ بھون قیام کر سکتے ہیں یا نہیں مگر انکو دار العلوم کے [illegible] کی ذمہ داری کی وجہ سے طویل رخصت لینے کی کوئی صورت نہ تھی [illegible] اس کام کے چند حصے [illegible] کے سپرد کر دیا جائے اس طرح اسکی تکمیل ہو جائیگی چنانچہ اس تصنیف کو چار حصوں پر اس طرح تقسیم فرما دیا کہ پہلی دو منزلیں مولانا ظفر احمد صاحب کے سپرد رہیں اور اس کے بعد کی دو منزلیں تیسری چوتھی مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی کے متعلق فرمائی۔ اور اس کے بعد دو منزلیں پانچویں اور چھٹی مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کے سپرد فرمائی۔ آخری [illegible] مدرس دار العلوم دیوبند کے حوالہ فرمائی۔

الحمد اس کام کا سلسلہ پوری طرح چلنے لگا [illegible] بابت [illegible] اس تصنیف کی فکر جی لگی ہوئی تھی [illegible] جو حضرت [illegible] ملازمت سے مستعفی ہو کر تھانہ بھون قیام کی نیت [illegible] مستقل طور پر یہی کام کریں اور [illegible] وقت تھا [illegible] کی وجہ سے [illegible] لیکن خدمت دین کا شوق ان سب پر [illegible] غالب تھا [illegible] کا کام [illegible]

Marfat.com

سامنے اول ہی روز بہت سی آیات پر کافی دیر تک تقریر فرمائی کہ فلاں فلاں آیات سے فلاں فلاں احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کو کتب تفسیر میں تلاش کرکے اگر منقول ہو تو منضبط کر لیا جائے اس پر بھی مفصل کلام فرمایا کہ اس تصنیف کا طرز کیا ہو کیا چیز لی جاوے اور کیا ترک کی جاوے اس کے بعد روزانہ مولوی صاحب سے استفسار فرماتے کہ آج کس آیت پر لکھا اور کیا لکھا، پھر ہر ایک کے مناسب علوم غامضہ کے افادات فرماتے رہتے۔

کام شروع ہونیکے ساتھ بہت سے ایسے احکام سامنے آئے جن پر بلا تکلف آیت دلالت کرتی ہیں مگر جن حضرات نے آیات احکام پر مستقل تصنیفیں لکھی ہیں انھوں نے ان کو کسی سبب سے ضبط نہیں کیا۔ اسلئے اب حضرت والا کی رائے یہ ہوگئی کہ اس تصنیف کا موضوع بلند اور عام کر دیا جائے یعنی صرف دلائل حنفیہ نہیں بلکہ مطلق احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد و تصوف اور اخلاق و تمدن سے متعلق ہوں سب ضبط کئے جاویں بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثر سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں ان پر اہتمام سے کلام کیا جاوے اور فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دلائل القرآن علی مسائل النعمان کو چھوڑ دیا گیا نہیں بلکہ وہ بھی احکام القرآن کا جز ہوگا۔ بعد تکمیل تصنیف اس موضوع کی آیات کا انتخاب کرکے دلائل القرآن کے نام سے جداگانہ کتاب طیار ہو جائے گی۔

الغرض مرض و ضعف کی انتہا ہوتی جاتی تھی بولنا دشوار تھا غنودگی طاری ہو ہو جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی احکام القرآن کے متعلق دریافت فرماتے اور اسکے متعلق افادات کا سلسلہ جاری تھا یہانتک کہ ماہ رجب جسکی ۱۶ تاریخ کو وفات ہونیوالی تھی اس کی ۲ تاریخ کو مولوی صاحب نے سورۂ قصص شروع کی حضرت کو اطلاع دی تو اس سورۃ کی ایک آیت پر نہایت عجیب و غریب تقریر فرمائی جس کو مولوی صاحب نے ضبط کر لیا مگر افسوس ہے کہ کام کی تکمیل حضرت کی حیات میں مقدر نہ تھی وفات کی صدمۂ جانکاہ کے بعد کچھ عرصہ تک تو خدام کے دل و دماغ اس قابل ہی نہ تھے کہ کسی مستقل کام و نظام میں غور کریں کچھ عرصہ کے بعد جب کچھ طبیعت سنبھلی اور اس کام کا دھیان آیا تو ایک عالم حیرت سامنے تھا کام کی اہمیت اور حضرت والا کے شغف کا مقتضی یہ کہ اس کو جس طرح بھی ہو سکے بہتر سے بہتر بنا کر جلد سے جلد تمام کیا جائے اور ادھر جو افادات اس تصنیف کی روح تھے انکے منقطع ہو جانے نے کمر ہمت توڑ دی۔ لیکن بالآخر ترجیح اسکو ہوئی کہ حضرت کے بتلائے ہوئے اصول پر تصنیف کی تکمیل کرنا چاہیے۔ چنانچہ بحمداللہ مولوی صاحب موصوف آجکل اسکی تصنیف ہی کا کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب اور مولانا جمیل احمد صاحب اور مولانا ادریس صاحب اپنے اپنے حصہ کی تکمیل میں بقدر فرصت مشغول ہیں۔ حق تعالیٰ امداد فرمائیں۔ اور تکمیل کی توفیق اور قبول عطا فرمائیں۔

اسی قسم کی تصانیف کے سلسلہ میں دو کتابیں اور قابل ذکر ہیں جن کا مادہ تو خود حضرت والا نے اپنے قلم سے ضبط

فرمادیا تھا دونوں کا نام بھی تجویز فرمادیا تھا مگر بوجہ ضعف کے اسکی تصنیفی تشکیل و ترتیب نہ ہوسکی تھی۔
ایک **القول المنصور فی ابن المنصور** جس میں ابن منصور حلاج کے حالات اوران کے متعلق معتدل اور منصفانہ فیصلہ فرمایا گیا ہے۔ دوسری **ابدی الہادی عن حید الحادی** جس میں خلود نار کا ثبوت اور ابن قیم کے ایک رسالہ کا جواب ہے۔ ان دونوں کتابوں کے متعلق حضرت والا نے اپنے وصیت نامہ میں یہ وصیت درج فرمادی ہے کہ میں اپنے متعلقین اہل علم کو عموماً اور مولوی ظفر احمد صاحب و مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی کو خصوصاً وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں کتابوں کی تکمیل کردیں۔ حق تعالیٰ کی قدرت کہ ان دونوں کی تکمیل حق تعالیٰ نے حضرت کے سامنے ہی کرادی جس سے حضرت والا بہت مسرور ہوئے۔ پہلی کتاب **القول المنصور** کو مولانا ظفر احمد صاحب نے مکمل فرمادیا اور دوسری کتاب کے متعلق مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی نے ایک مفصل رسالہ **الدین القیم** لکھکر حضرت کو دکھلایا تو حضرت والا نے اسی رسالہ کو اس کتاب کی جگہ کافی قرار دیا۔

الغرض علم دین کے متعلق حضرت امام محمدؒ کا یہ ارشاد کہ ان صناعتنا ھذہ من المھد الی اللحد یعنی ہمارا فن بچپن کے گہوارہ سے شروع ہوتا ہے اور گور کے دروازہ تک رہتا ہے۔ حضرت والا نے عملاً دکھلادیا۔ طاقت نے بالکل جواب دیدیا تھا لیکن پھر بھی افادات کے شوق کا وہ عالم تھا جس کو کسی نے شراب مینا کے عنوان سے ادا کیا ہے ؎

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے + رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

غرض حضرت اقدس قدس سرہ العزیز نے اپنی ساری عمر اور عمر بھی ماشاء اللہ اتنی طویل ایک ہی دھن میں بلکہ ایک ہی کی دھن میں بسر فرمادی۔ بفحوائے ؏ یکے دان و یکے بین و یکے گو + فجزاہ اللہ فی الاخرۃ احسن الجزاء واعطاہ اللہ الدرجات العُلیٰ و رزقہ مرافقۃ الانبیاء۔ ان ساری تفصیلات اعمال باطنہ و ظاہرہ کا جو اوپر عرض کی گئیں خلاصہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کی حالت بفضلہ تعالیٰ وبعونہ وہ تھی جو اس دعائے منصوص میں طلب فرمائی گئی ہے۔ اللھم اجعل سریرتی خیرًا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ (ترجمہ) یا اللہ کردے میرے باطن کو بہتر میرے ظاہر سے اور کر میرے ظاہر کو اچھا۔ اور اس دعا میں بھی۔ اللھم اجعل وساوس قلبی خشیتک وذکرک واجعل ھمتی وھوائی فیما تحب وترضی اللھم وما ابتلیتنی بہ من رخاء وشدۃ فمسکنی بسنۃ الحق وشریعۃ الاسلام (ترجمہ) یا اللہ کردے میرے دل کے خیالات کو اپنا خوف اور اپنی یاد اور کردے میری ہمت اور خواہش میری اس چیز میں جسے تو اچھا سمجھے اور پسند کرے یا اللہ اور جس بات میں تو امتحان کرے میرا خواہ آسانی ہو وہ یا ختی تو بنائے رکھ مجھے طریق حق اور شریعت اسلام پر۔

اگر ناظرین ان سب تفصیلات کو مجموعی طور پر ذہن میں مستحضر کرکے غور فرمائیں گے تو وہ بھی حرف بحرف احقر کی اس

رائے کی تصدیق فرمائیں گے اور حضرت اقدس کو ہر جزئی میں ان دونوں دعاؤں کا مصداق پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ دولتیں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تفصیلات متذکرہ سے تو افادات ظاہرہ و باطنہ کے صرف وہ آثار معلوم ہوئے جو مشاہد ہیں اور جو برکات و انوار حضرات اہل باطن کو مدرک ہوئے اُن کو تو وہ حضرات خود ہی خوب جانتے ہیں بمصداق ع دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من + اوروں کو تو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اور اگر کچھ ہم لوگوں کو بھی اندازہ ہو سکتا ہے تو تربیت السالک کے مطالعہ سے جس کی نسبت حضرت اقدسؒ نے وفات سے دو چار ہی دن قبل ایک صاحبِ علم کے اس کہنے پر کہ بوادر النوادر سے نور راہ ولایت معلوم ہو جائے گی یہ فرمایا کہ راہِ ولایت معلوم کرنے کیلئے تو تربیت السالک ہے۔ بوادر النوادر میں تو زیادہ تر علوم نادرہ ہیں اھ۔

افاداتِ خاصہ باطنہ کے متعلق ایک پُرانا ملفوظ یاد آیا فرمایا کہ طالب صادق کو کبھی اپنے شیخ کی کرامات کی جستجو ہی نہیں ہوتی نہ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ وہ تو رات دن اپنے باطن میں شیخ کی برکات کا جو اصلی کرامات ہیں مشاہدہ کرتا رہتا ہے اھ۔ چنانچہ اکثر خدام حضرت اقدس کی توجہات کا اثر نہ صرف حاضرانہ بلکہ غائبانہ بھی بالخصوص مراسلت رکھنے والے اپنے اندر نمایاں طور پر محسوس کرتے رہتے تھے۔ جبھی تو یوماً فیوماً ترقی اور کایا پلٹ ہوتی چلی جاتی تھی حالانکہ لفظاً نہ کوئی متعارف توجہ دی جاتی تھی نہ اکثر سے تخاطب ہوتا تھا۔ بقول احقر ؎ نگاہِ مست او بیگانہ وار است + مگر در دیدہ بر ہر میگسار است + یکے ساقی و میخواراں ہزار اند + دو چشم مست او مشغول کار اند + بمیخانہ بہار است و بہار است + کہ در وجد و طرب ہر میگسار است +،

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ احقر بیان متعلقات واقعۂ وفات سے فارغ ہوا اور اس ضمن میں مختصراً ضروری سوانح حیات بھی معرضِ تحریر میں آگئے جو خواہ بے ربط و بے ترتیب ہوں بمصداق ارشاد حضرت میر درد رحمۃ اللہ علیہ ؎ کیا کہوں دل کا کسو سے قصۂ آوارگی + کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر + لیکن بہرحال فیض اور اثر سے خالی نہیں بمصداق ع درد جس پہلو سے اُٹھو درد ہے + اب میں عین واقعۂ وفات بیان کرتا ہوں اور اپنے ایک شعر سے شروع کرتا ہوں۔

واقعۂ وفات

(مجذوبؔ)

ہچکیاں بھی مری سُن لو مرے نالے تو سُنے + ٹھہرو اک نغمہ ابھی اور مرے ساز میں ہے

حُسن اتفاق اور حُسن اقتران دیکھئے کہ میں اس واقعۂ روح فرسا اور حادثۂ جانکاہ کو شب سہ شنبہ ہی میں بعد عشاء

وتراویح لکھ رہا ہوں اور یہ وہی دن اور وقت ہے جبکہ حادثہ واقع ہوا تھا۔ یہ لکھا ہی جاچکا ہے کہ دوشنبہ کو صبح ہی سے مسلسل دست آرہے تھے۔ یہانتک کہ کپڑوں کو کئی تہ کرکے نیچے بچھا دیا گیا تھا انھیں پر علی التواتر اجابتیں ہوتی چلی جارہی تھیں اور وہ کپڑے بار بار بدلے جاتے تھے، نمازوں کے وقت دونوں پیرانی صاحبہ ملکر باہتمام بلیغ اچھی طرح طہارت کرادیتی تھیں، دستوں کی وجہ سے ضعف بعید ہوگیا تھا گو غنودگی جاتی رہی تھی اور حضرت اقدسؒ سب حالات مسلسل بیان فرمارہے تھے جس پر حکیموں نے اظہارِ اطمینان فرمایا کہ دماغ کھل گیا ہے کلام مسلسل ہے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونیکی بھی شکایت فرمائی تھی اور آثار سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت اقدسؒ کو یہ محسوس ہوگیا تھا کہ یہ میرا آخری دن ہے۔ چنانچہ جب اسکا ذکر آیا کہ حکیموں نے شام کو چوزہ کی یخنی میں چاول ڈالنے کی اجازت دیدی ہے تو فرمایا کہ چاہے میں اس وقت تک رہوں ہی نہیں۔ اسی طرح حضرت چھوٹی پیرانی مدظلہا سے فرمایا کہ آج تو ہم جارہے ہیں، انھوں نے پوچھا کہاں، فرمایا کیا تم نہیں جانتیں، نیز نصف النہار کے تین بجے کے قریب حضرت اقدسؒ کے ہمزلف اور منظورِ نظر محب مشفقی جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب جب مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ حکیم صاحب سے جاکر یہ حال کہا جاوے کہ ہاتھ پیروں کی جان نکل چکی ہے، سانس آدھا آتا ہے اور پھول گیا ہے۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب حکیم صاحب سے حال کہنے کیلئے چلے تو کھڑکی کے پاس حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ محترمہ مدظلہا پہنچیں اور چپکے سے فرمایا کہ آج تو یوں فرمارہے تھے کہ بس مغرب تک ہوں۔ ڈپٹی صاحب کے جانیکے بعد احقر حاضر ہوا تو احقر سے بھی یہی فرمایا کہ سانس کی بہت تکلیف ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت کو اکثر سوءِ تنفس کی شکایت ہوجاتی ہے وہ مالش وغیرہ سے ٹھیک ہوجاتی ہے فرمایا مجھے اتنی تکلیف کبھی عمر بھر نہیں ہوئی چنانچہ میں بھی عرضِ حال کرنے حکیم صاحب کی خدمت میں گیا، وہاں سے لوٹ کر آیا تو حضرت طہارت فرمارہے تھے اسلئے باہر بیٹھ گیا چونکہ بہت زیادہ دیر ہوگئی تھی اسلئے احقر کے تو ذہن سے نکل گیا لیکن حضرت اقدس نے خود احقر کی مکرر حاضری پر پوچھا کہ حکیم صاحب نے کیا جواب دیا۔ میں نے اپنی یاد پر دل ہی دل میں آفریں کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ حضرت اقدس نے باوجود ایسی نازک حالت ہونیکے خود ہی یاد رکھا اور دریافت فرمایا، اس کے بعد جناب مولانا جمیل احمد صاحب حاضر ہوئے فرمایا کہ سانس کی بہت تکلیف ہے ذرا سینہ ملا جائے۔ عرض کیا تیل لگا لوں فرمایا نہیں ویسے ہی اتنے میں حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی مزاج پرسی کیلئے تشریف آئے جن کا علاج حکیم صاحب لکھنوی سے پہلے تھا لیکن اب بھی دو غایت تعلق کی بنا پر ٹھیرے ہوئے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ روغن بادام کی مالش مناسب ہوگی یا روغن سرخ کی، مومارو غن بادام سے فائدہ ہوتا رہا ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ روغن سرخ زیادہ نافع ہوگا چنانچہ اسی کی مالش کی جاتی رہی اور حکیم صاحب خلافِ معمول زیادہ دیر تک بیٹھے رہے جب چلے گئے اسوقت حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس تیل سے تو کچھ نفع نہیں محسوس ہوا، روغن بادام سے مجھ کو نفع ہوتا رہا ہے اسی کی مالش ہونی

Marfat.com

چاہئے۔ اتنی تکلیف اور ایسی نازک حالت میں بھی حکیم صاحب کا اتنا لحاظ فرمایا کہ ان کے رہتے ہوئے ان کی تجویز کے خلاف روغن بادام کی مالش نہیں کرائی۔ قبل عصر بھی حاضرین سے فرمایا سب کاموں سے نکما ہو کر اس حالت میں پڑا ہوں، یہ کیا زندگی ہے ابتو وقت آجائے اھ۔ ایسے وقت میں بھی کام ہی کی حسرت تھی اور یہی غم تھا کہ سب کاموں سے نکما ہو گیا اور کام اور کیا تھا سوائے خدمت طالبین حاضر و غائب کے چنانچہ ڈاک کے خطوط کو بھی خود پتے دیکھکر اس روز بھی جائزہ لیا کہ کسی خادم خاص کا تو خط نہیں، دوا پینے کیلئے سہارے سے اٹھا کر بٹھلایا گیا تھا اسی سلسلہ میں مولانا جمیل احمد صاحب نے جن کے سہارے حضرت اقدس بیٹھے ہوئے تھے توجہ دلائی کہ عصر کا وقت ہو گیا ہے نماز بھی کیوں نہ پڑھ لی جائے تاکہ دوبارہ زحمت نہ ہو فرمایا اچھا پھر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی، حالانکہ لیٹکر نمازیں پڑھنے لگے تھے لیکن ہاتھوں میں اتنی جان نہ رہی تھی کہ گھٹنوں پر رکھ سکیں کلائی کی ٹیک گھٹنوں سے لگائی تب ہاتھ گھٹنوں پر ٹک سکے، عصر کی نماز کے بعد جناب مولانا شبیر علی صاحب مہتمم مدرسہ و خانقاہ و برادر زادہ حضرت اقدس کو یاد فرمایا مولانا شبیر علی صاحب حضرت کیلئے دوائیں لینے سہارنپور تشریف لے گئے تھے پیرانی صاحبہ کو خیال ہوا کہ اگر سہارنپور جانا معلوم ہوگا تو شاید حضرت کو تکلیف ہو اسلئے یہ عرض کر دیا کہ اچھا بلاتی ہوں کچھ دیر بعد پھر یاد فرمایا مگر پھر بھی الجھن سے بچانے کے لئے اسی طرح عرض کر دیا جب کئی مرتبہ یاد فرمایا تو مولانا شبیر علی صاحب کی اہلیہ صاحبہ نے پیرانی صاحبہ سے کہا کہ حضرت کو اس بار بار دریافت کرنے سے الجھن ہو رہی ہوگی وہ سوچتے ہوں گے کہ میں بلا رہا ہوں وہ آتے کیوں نہیں اس لئے بتا دیا جائے کہ سہارنپور آپ کی دوا لینے گئے ہیں۔ تب پیرانی صاحبہ نے اطلاع کی کہ وہ تو آپکی دوائیں لینے سہارنپور گئے ہیں اور انشاء اللہ رات کی گاڑی سے آجائیں گے اس کو سُن کر بہت افسوس فرمایا اور فرمایا کہ خانقاہ کے متعلق مجھے ان سے کچھ کام تھا اس پر پیرانی صاحبہ نے فرمایا کہ مجھ سے فرما دیجئے تو فرمایا کہ تمہاری سمجھ میں نہ آویگا۔ پھر مولانا شبیر علی صاحب کی عدم موجودگی پر افسوس فرمایا اس پر پیرانی صاحبہ نے اصرار فرمایا کہ حاضرین میں سے کسی کو سمجھا دیا جاوے ان کے اصرار پر خاموشی اختیار فرمائی۔ پھر پیرانی صاحبہ نے ان کی الجھن ختم کرنے کیلئے مولوی جمیل احمد صاحب کو بعد نماز مغرب فوراً بلوا کر پھر عرض کیا کہ مولوی جمیل حاضر ہیں ان کو سمجھا دیا جائے تو غالباً بات کو ختم کرتے کیلئے امانتوں کا صندوقچہ منگوایا چونکہ اس میں مدرسہ کی کوئی امانت تھی ہی نہیں اور حضرت والا کے حواس اس قدر درست اور بجا تھے کہ یہ کسی طرح نہیں سمجھا جا سکتا کہ باوجود مدرسہ کی امانت اسمیں نہ ہونیکے ویسے ہی وہ صندوقچہ منگا لیا ہوگا بلکہ اس وقت بات کو ختم کرنا ہی مقصود معلوم ہوتا تھا چنانچہ عرض کیا کہ مولوی جمیل اور مولوی ظفر کو سمجھا دیجئے اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ یہ باتیں سُن کر گھر کی لڑکیاں رونے لگیں، چھوٹی پیرانی صاحبہ نے عرض کیا کہ دیکھئے لڑکیاں رو رہی ہیں ایسی مایوسی کی باتیں آپ کیوں کر رہے ہیں ایسی کیا جلدی ہے۔ صبح جب سانس کی تکلیف جاتی رہے اس وقت سمجھا دیجئے گا فرمایا کہ رونے والیاں تو باؤلی ہیں'

Marfat.com

میں مایوسی سے تھوڑا ہی کہہ رہا ہوں حقوق العباد کا معاملہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے سب امانتوں کا سمجھا دینا ضروری ہے۔ پھر مغرب کی نماز لیٹے لیٹے ادا کرنے کے بعد چھوٹی پیرانی صاحبہ سے یہ بھی پوچھا کہ میں دونوں کو ماہوار خرچ دے چکا ہوں انھوں نے تسلی دی کہ ہمیں بہت کچھ مل چکا ہے، ہمارے پاس خرچ بہت کافی موجود ہے آپ دیکھ چکے ہیں بےفکر رہیں، پھر لفافوں میں سے امانتوں کی رقمیں نکلوائیں ایک میں چودہ آنے نکلے فرمایا پندرہ آنے ہوں گے مکرر دیکھنے پر ایک اکنی اور اسی لفافہ میں نکلی۔ پھر دوسرے لفافہ کی رقم نکالی گئی پانچ پانچ روپیہ کے چھ نوٹ تھے اور کچھ ریزگاری تھی ان نوٹوں کو خود ہاتھ میں لیکر گننے کی کوشش کی اور کچھ کہا [illegible] سمجھ میں نہ آیا۔ اتنے میں غشی طاری ہو گئی اور نوٹ سینہ پر بکھر گئے دونوں ہاتھ سینہ پر رہے۔ بس [illegible] حالانکہ کوئی بات ایسی سمجھانے کی تھی نہیں کیونکہ حسب معمول لفافہ پر بھی لکھا تھا کہ اس مد کی رقم ہے اور اندر بھی پرچہ لکھا ہوا تھا جس میں ضروری باتیں ہر رقم کے متعلق لکھی ہوئی تھیں مگر چونکہ طبیعت میں حقوق العباد کا غائت درجہ اہتمام تھا اس لئے آخر وقت بھی اسی کے خیال کا غلبہ رہا جیسا کہ پہلے بھی بالتفصیل لکھا جا چکا ہے خود احقر سے دو تین دن پہلے فرمایا تھا کہ مجھے دو چیزوں کا بہت خیال ہے نماز کا اور حقوق کا۔ مولانا شبیر علی صاحب تو فرماتے تھے کہ ان کو پہلے بھی کئی بار امانتیں سمجھا چکے تھے لیکن اس وقت کچھ اور ہی فرمانا چاہتے تھے۔ جو معلوم نہ ہو سکا۔

اس غشی کے بعد آخر وقت تک ہوش نہ آیا کوئی سوا گھنٹہ غشی طاری رہی اور سانس تیزی سے اور آواز کے ساتھ چلتا رہا۔ جناب مولانا ظفر احمد صاحب خواہر زادہ حضرت اقدسؒ برابر یٰسین شریف وغیرہ پڑھتے رہے اور زمزم شریف چمچہ سے دہن مبارک میں ڈالتے رہے۔ احقر بھی مع دیگر حضرات کے نہایت حسرت سے بےبسی کے عالم میں کھڑا دیکھتا رہا۔ اور یٰسین شریف پڑھتا رہا۔ پھر مستورات نے پردہ چاہا۔ احقر مع چند دیگر رفقا باہر چلا آیا۔ [illegible] اندر موجود رہے۔ سوچا کہ ابھی اندر تو پردہ ہے اتنے میں نماز عشاء پڑھ لیں۔ چنانچہ ہم لوگ نماز پڑھنے چلے گئے۔ احقر کو یہ خیال تھا کہ ابھی نزع کا عالم بہت دیر تک رہیگا جیسا میں اپنے لڑکے کا دیکھ چکا تھا لیکن صرف سوا گھنٹہ ہی کے قریب رہا۔ میں وتر کی نماز کے تشہد میں تھا کہ دفعۃً مجھے اپنے قلب میں ایک تغیر عظیم محسوس ہوا جس نے مجھے پریشان کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بالکل کورا رہ گیا اور میں یہ سوچنے لگا کہ کہیں یہ وہی بات تو نہیں جو [illegible] قدس فرمایا کرتے تھے کہ جب قطب الارشاد کی وفات ہوتی ہے تو اس وقت اہل احساس کو اپنے قلوب میں تغیر محسوس ہوتا ہے اور عیاں میں کم محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس کا فیض عام ہوتا ہے، سب کو پہنچتا رہتا ہے، چاہے فیض پانیوالے کو بھی یہ خبر نہ ہو کہ یہ فیض خاص کدھر سے آ رہا ہے بلکہ خود قطب الارشاد کو بھی کسی کی طرف فیض منتقل ہونیکا علم ہونا ضروری نہیں ہے جیسے آفتاب

Marfat.com

کی روشنی بلا اس کے قصد کے سب کو پہنچتی ہے۔ یہ ارشاد یاد آ کر گمان تو ضرور ہوا کہ اس تغیر کا سبب یہی ہے کہ حضرت اقدس عالم نزع میں ہیں کیونکہ میرے خیال میں یہی تھا کہ ابھی نزع ہی میں ہوں گے۔ پھر خیال ہوا کہ ابھی تو زندہ ہیں گو عالم نزع میں سہی۔ یہ پہلے ہی سے اثر کیوں شروع ہو گیا' اس اشکال کا جواب ذہن میں یہ آیا کہ گو ابھی رحلت نہیں فرمائی لیکن نزع میں اس عالم سے چونکہ بے توجہی ہو جاتی ہے ممکن ہے اسکا اثر بھی مثل وفات ہی کے ہوتا ہو لیکن جب میں نماز سے فارغ ہوتے ہی درِ دولت پر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی ابھی پانچ منٹ ہوئے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اس وقت مجھے غالب گمان ہوا کہ وہ جو ایک تغیر خاص مجھے وتر کے تشہد میں محسوس ہوا تھا عجب نہیں عین پروازِ روحِ مقدس ہی کے وقت ہوا ہو کیونکہ فارغ ہو کر درِ دولت تک پہنچنے میں تقریباً اتنا ہی وقت صرف ہوا ہوگا' وہ تغیر مجھے اس درجہ کا محسوس ہوا تھا کہ بعد سلام پھیرنے کے میں سخت پریشان ہو کر بہ آواز کہنے لگا کہ یا اللہ اگر حضرت اقدس کے بعد میری یہی حالت رہی تو میرا ایمان کیسے سلامت رہیگا اسکا سخت اندیشہ پیدا ہو گیا' غرض جب اندر باریابی ہوئی تو چہرۂ مبارک پر نظر پڑی جسکو دیکھتے ہی بے اختیار احقر کی زبان سے نکلا کہ واہ واسبحان اللہ کیا شیرانہ اور مردانہ زندگی بسر فرمائی ہے جزاک اللہ۔ آخر دم تک اپنی اسی شان اور آن بان سے رہے پھر بیتابانہ سرہانہ حاضر ہو کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ اور آنکھوں سے لگایا چونکہ میں نے اس سے قبل کسی کو کسی میت کی پیشانی کو چومتے ہوئے نہیں دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اس لئے مجھے بعد کو اپنی اس جرأت پر تردد بھی ہوا اور خیال ہوا کہ کہیں یہ خلافِ ادب تو نہ سمجھا گیا ہو۔ اور کسی کو ناگوار نہ ہوا ہو۔ مگر کئی دن بعد جب جناب مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ سہارنپور کا وعظ زنانہ میں اس آیت پر ہوا وما محمد الا رسول الخ۔ اس وقت پہلی مرتبہ یہ واقعہ سنا کہ بلا تشبیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو اسی طرح بوسہ دیا تھا تو مجھے نہ صرف اطمینان بلکہ انتہا درجہ کی مسرت ہوئی پھر معلوم ہوا کہ مجھ سے پہلے اور بعض اہل علم اعزا نے بھی یہی کیا تھا' خیر اس بارہ میں جو تردد تھا وہ رفع ہو گیا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ نے بوقتِ نزع یہ دیکھا کہ جب سانس زور سے اوپر کو آتا تھا تو داھنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت اور بیچ کی انگلی کے درمیان پشت کی طرف گھائی میں ایک ایسی تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے اس وقت روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی پھر دوسرے سانس میں وہ چمک غائب ہو جاتی تھی' پہلے تو وہ یہ سمجھیں کہ برسات کا موسم ہے ابر چھایا ہوا ہے ترشح ہو رہا ہے کوئی جگنو آ بیٹھا ہو چونکہ کوئی موذی جانور تو تھا نہیں اس لئے اس کو ہٹانے کی کوشش نہیں کی۔ لیکن جب دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا تو پھر انھوں نے دوسری مستورات کو بھی جو اس وقت ان کے قریب موجود تھیں دکھایا کہ مجھے دھوکا ہو رہا ہے یا تمھیں بھی

یہ چمک نظر آرہی ہے چنانچہ اُن سب نے دیکھکر تصدیق کی۔ سانس بند ہو جانیکے بعد وہ چمک بھی بند ہو گئی۔ پھر نظر نہ آئی۔

اس عجیب واقعہ کو سُنکر ایک اہلِ علم اور صاحبِ ذوق خادم و مجازِ حضرتِ اقدس نے اسکی بہت لطیف توجیہ بیان کی جو سب کو پسند آئی فرمایا کہ عجب نہیں یہ نور اس وجہ سے ظاہر ہوا ہو کہ انھیں دو انگلیوں سے بڑے بڑے علوم اور دقائق و معارف و حقائق ایک مدت طویلہ تک معرضِ تحریر میں آتے رہے ہیں یہ نور اسی کا ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

تھوڑی دیر بعد انتقال جناب مولانا شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت اقدس قدس سرہ العزیز بھی دوائیں لیکر سہارنپور سے واپس تشریف لے آئے جن کو حضرت نے خانقاہ کے متعلق کچھ فرمانے کیلئے کئی بار یاد فرمایا تھا مگر یہاں اب کیا رکھا ہوا تھا' نہ مرض رہا' نہ مریض رہا ع پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد + مولانا کو سخت قلق ہوا۔

مگر وہ خدمت بھی ضروری تھی انھوں نے گرد و نواح کے صرف اہلِ خصوصیت اور اعزہ ہی کو آدمی بھیجکر اطلاع کی تھی تاکہ ان کو افسوس اور شکایت نہ ہو' لیکن صبح دیکھتے ہیں کہ ہزاروں مسلمان چاروں طرف سے بیتابانہ شرکت نماز جنازہ و تدفین کیلئے چلے آرہے ہیں۔ خبر ایک سے دوسرے کو پہنچتی ہوئی چلی گئی اور آس پاس تمام دیہات و قصبات میں رات کی رات یہ خبرِ وحشت اثر عام طور پر پھیل گئی' حالانکہ آدھی رات کے قریب تو یہاں سے آدمی بھیجے گئے تھے کیوں نہ ہو یہ وفات بھی تو ایک محبوب العالم اور مخدوم العالم کی تھی۔

مولانا اسی وقت حضرت اقدسؒ کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام "قبرستان عشقبازاں" مع جناب مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی کے دفن کی جگہ تجویز کرنے کیلئے تشریف لیگئے اور دوسرے اعزہ و خدام سے بھی اپنا خیال مجملاً ظاہر فرما گئے۔ وہاں پہنچکر دونوں صاحبوں کی رائے بلا اختلاف اسی جگہ کی ہوئی جہاں حضرت اقدس زیر لحد آرام فرما ہیں۔ اور واقعی وہ ہر لحاظ سے ایسا اچھا موقع ہے کہ جس نے دیکھا بہت پسند کیا۔

رات بھر بہت سے خدام حاضر خدمت رہے۔ صبح متعدد علماء و صلحاء نے بزیر نگرانی جناب مہتمم صاحب خانقاہ یعنی مولانا شبیر علی صاحب اچھی طرح بالکل مطابق سنت غسل دیا' دیکھنے والے حسرت سے دیکھ رہے تھے کہ یا تو اسی جگہ پلنگ پہ حضرت اقدسؒ تشریف فرما رہتے تھے اور زائرین کو زیارت اور ملفوظات سے مشرف فرماتے تھے یا اس وقت تختۂ غسل پر بے حس و حرکت لیٹے ہوئے ہیں بس یہ ہندی مثل صادق آرہی تھی "ان آنکھوں کا یہی بسیکھ (خاصیت) وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ"۔ یہ منظر دیکھکر کوئی آنسوؤں سے اور کوئی دل سے اور کوئی چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ اول تو ویسے ہی حضرت اقدس بوجہ ضعفِ پیری عرصہ سے بہت نحیف و لاغر ہو گئے تھے' پھر دستوں نے اور پانچ سال کی طویل و شدید علالت نے تو پوست و استخواں کے سوائے کچھ چھوڑا ہی نہ تھا بقول احقر ؎

تجھے کیا دوں دہان قبر کچھ چھوڑا بھی ہو غم نے + یہی دو چار سوکھی ہڈیاں ہیں ما حضر اپنا

پھر تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ باہر نکلا، اس وقت گھر میں ایک کہرام بپا تھا بعض نے اس وقت یہ شعر پڑھا ؎

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق + نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

بعض نے ہجوم دیکھکر یہ مصرعہ پڑھا ع عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے + بعض نے یہ اشعار پڑھے ؎

سرو سیمنا بصحرا می روی + سخت بے مہری کہ بے ما می روی + اے تماشا گاہ عالم روئے تو + تو کجا بہر تماشا می روی +

باقی کلمۂ توحید تو اکثر پڑھ ہی رہے تھے اور ایک نوجوان لڑکے جو ابھی طرح اپنے حواس میں نہیں ہیں جن کو بعض لوگ مجذوب بھی کہتے ہیں اور حضرت اقدس بھی ان کے ساتھ بہت ملاطفت اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے جوش میں آکر جہر و ضرب کیساتھ کلمۂ طیبہ پڑھتے جا رہے تھے، ان ہی صاحب کا ایک عجیب واقعہ حضرت کے ایک خاص خادم نے سنایا کہ وہ اُن کو انبہٹہ میں ملے تو حضرت کی خیریت دریافت کی انھوں نے کہدیا کہ ابھی بیمار ہی چلے جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بس اب مولانا چودہ پندرہ روز کے اور مہمان ہیں، پھر انتقال فرما جائیں گے، چنانچہ ٹھیک چودھویں دن انتقال فرما گئے!

جس وقت جنازہ گھر سے باہر نکلنے کو ہوا تو اس وقت ہلکا سا ترشح ہو رہا تھا جنازہ پر ڈالنے کیلئے کمبل کی ضرورت ہوئی تو خوش قسمتی سے احقر کے کمبل کو یہ آخری ملبوس ہونے کا شرف حاصل ہوا کیونکہ احقر دولت خانہ کے متصل ہی مکان میں مقیم تھا۔ فالحمد للہ۔ گھر سے خانقاہ تک جنازہ کو سنبھال کر لانا سخت دشوار ہو گیا کیونکہ مخلوق خدا تھی کہ بیتابانہ مثل پروانہ ٹوٹی پڑتی تھی اور کندھا دینے کی نوبت بھی اکثر کو نہ آسکی۔ خانقاہ میں جنازہ رکھا گیا، اتنے میں ہجوم کی اور بھی کثرت ہو گئی۔ جناب مہتمم صاحب نے دو لمبے لمبے بانسوں کے بندھوانے کی سخت ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کے علاوہ متعدد مضبوط مضبوط اصحاب ایسے منتخب کر لئے گئے جو شروع سے آخر تک برابر جنازہ کو لئے ہوئے چلیں اور کسی کو کندھا نہ بدلنے دیں بلکہ جس کو کندھا دینا ہو وہ بانسوں کے نیچے آکر کندھا دے، چارپائی کے نیچے آکر کندھا نہ دے۔ جنازہ خانقاہ میں سہارنپور کی گاڑی کے انتظار میں کچھ دیر تک رکھا رہا۔ لوگ تلاوت وغیرہ میں مشغول ہو گئے اور جس کو جتنی توفیق ہوئی ایصال ثواب کرتا رہا، اتنے میں سہارنپور سے تار آیا ہوا۔ بڑے اسٹیشن پر اسٹیشن ماسٹر کے نام پہنچا کہ علاوہ پہلی گاڑی کے ایک دوسری اسپیشل بھی چھوڑی جا رہی ہے جس میں تقریباً چار سو آدمی محض اس غرض سے آرہے ہیں کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے جنازے میں شریک ہو سکیں۔ اس لئے آپ فوراً مولانا شبیر علی صاحب کو مطلع کر دیں کہ وہ ابھی انتظار کریں۔

پھر پہلی گاڑی پہنچی جس میں سینکڑوں صاحب بغرض شرکت نماز جنازہ و تدفین حاضر ہو گئے۔ اُن سے بھی معلوم ہوا

Marfat.com

کہ دوسری خاص گاڑی بھی آرہی ہے جس میں بہت سے لوگ اور آرہے ہیں۔ جن کو یا تو پہلی گاڑی میں بوجہ کثرتِ ہجوم جگہ نہ ملسکی یا بوجہ دیر میں اطلاع ہونیکے گاڑی ہی نہ مل سکی۔ کیونکہ جس گاڑی سے آدمی اطلاع کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا اُس کے سہارنپور پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر بعد اِدھر آنے والی گاڑی کے چلنے کا وقت آجاتا تھا فرستادہ کو بھی بہت عجلت کرنی پڑی تھی بہرحال پہلی گاڑی کے پہنچ جانیکے بعد بھی کافی انتظار کیا لیکن دوسری گاڑی نہ پہنچی، پھر مہتمم صاحب کی رائے ہوئی کہ عیدگاہ میں جنازہ لے چلیں وہیں کچھ اور انتظار کر لیا جائے گا اور وہیں نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ اتنے بڑے ہجوم میں وہیں سہولت رہیگی، جس وقت خانقاہ سے عیدگاہ جنازہ لے چلے ہیں تو گو ترشح بند ہو چکا تھا لیکن راستہ میں کیچڑ اور پھسلن بہت تھی اس لئے بڑے ہی انتظام اور اہتمام کی ضرورت پڑی کیونکہ اول تو ہجوم کی کوئی انتہا نہ تھی پھر راستہ اتنا خراب گو عیدگاہ بہت قریب واقع ہے لیکن جنازہ کا وہاں تک پہنچانا بھی سخت مشکل ہو گیا خود جناب مہتمم صاحب بھی جنازہ کی آگے چارپائی کے دونوں پایوں کے بیچ میں کندھا دیئے ہوئے اور دونوں پایوں کو پکڑے اور سنبھالے ہوئے اور لوگونکو ہجوم کرنے سے تاکیداً منع فرماتے ہوئے چلے جا رہے تھے، جابجا پانی بھرا ہوا تھا اور نشیب فراز بھی بہت تھے، پیروں میں جوتے بھی نہ تھے اور پائنچے بھی چڑھے ہوئے تھے اور تمام پاؤں اور پنڈلیاں کیچڑ سے سنی ہوئی تھیں۔ غرض بصد خستگی و زاری ان حضرات نے جنازہ کو عیدگاہ تک پہنچایا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

وہاں پر بھی دوسری ریل کا کافی انتظار کیا کیونکہ ترشح بند ہو کر کچھ آفتاب چمکنے لگا تھا اس لئے دھوپ کی تکلیف بھی تھی جن بعض کے پاس چھتریاں تھیں وہ چھتریاں لگائے ہوئے تھے لیکن انتظار میں بہرحال سب کو تکلیف ہو رہی تھی نیز ابر بھی پھر ہونے لگا تھا جس سے اندیشہ ہوا کہ کہیں مینھ نہ برسنے لگے، یہانتک کہ دوسری گاڑی شاہدرہ کی آنے والی بھی آگئی اور اسپیشل کا پھر بھی پتہ نہیں، کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ اسپیشل بڑے اسٹیشن پر آ لیا ہے لیکن جبتک دوسری گاڑی وہاں پہنچیگی اس وقت وہ وہاں سے چلے گی۔ اور چونکہ اس کو مال لادنا تھا اس لئے وہ بھی کافی دیر کے بعد یہاں کے چھوٹے اسٹیشن سے روانہ ہو سکے گی

ان سب امور پر نظر کرتے ہوئے اور دیر پہ دیر ہوتے چلے جانے کے سبب مجبوراً بادلِ ناخواستہ یہی مشورہ طے پایا کہ اب مزید انتظار نہ کیا جاوے۔ چنانچہ نماز جنازہ ادا کی گئی، جناب مولانا ظفر احمد صاحب ہمشیر زادہ حضرت اقدسؒ نے نماز کی نماز جنازہ کے بعد دوسرا بڑا مرحلہ زیارت کا تھا کیونکہ اس پر عام طور پر لوگوں کا بیحد اصرار تھا، ہجوم کے ٹوٹ پڑنیکی وجہ سے ہمت ہی نہ ہوتی تھی کہ زیارت کرائی جائے۔ یہانتک کہ جناب مہتمم صاحب کو یہ کہنا پڑا کہ بھائی اگر یہی حال ہے تو مجھ کو مجبوراً زیارت کے قصہ ہی کو موقوف کرنا پڑیگا۔ اس پر لوگ جنازہ کے قریب سے کچھ ہٹے اور دھکا پیل

Marfat.com

کم ہوئی۔ پھر جنازہ کو گھیر کر متعدد صاحبان ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر آڑ کئے ہوئے کھڑے ہوگئے تاکہ اس حلقہ سے باہر ہی باہر سب لوگ رہیں اور وہیں سے زیارت کرتے ہوئے اور گذرتے ہوئے چلے جائیں۔ اس کے انتظام کی بھی ضرورت پڑی تھی کہ زیادہ دیر نہ ٹھیریں، باری باری سے گذریں اور کئی کئی بار نہ آئیں تاکہ ضعیف، قوی، چھوٹے، بڑے سب کو زیارت کا موقع نصیب ہوجائے، چنانچہ جناب مہتمم صاحب کے حُسنِ انتظام سے یہ دشوار مرحلہ بھی بحُسن و خوبی طے ہوگیا۔

بعض قوی مشتاقین جو بڑے اسٹیشن پر پہنچکر ریل کو چھوڑ کر چلے آئے تھے ان کو نماز جنازہ کی شرکت بھی نصیب ہوگئی اور زیارت بھی لیکن ایسے بہت کم تھے زیادہ تر تو صرف ریل ہی میں آئے اور وہ جب پہنچے جب دفن کا وقت تھا، بعض مٹی میں شریک ہوگئے، بعض بعد دفن پہنچے۔ بہرحال سب لوگ ابھی قبرستان ہی میں تھے کہ دوسری گاڑی والے بھی پہنچ گئے اور فاتحہ میں سب کو شرکت نصیب ہوگئی ؎

کشتۂ کہ عشق دارد نہ گذاردت بدینساں ⁘ بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

نماز جنازہ اور زیارت کی عدم شرکت سے اُن کو تو سخت افسوس ہوا ہی لیکن اور سب کو بھی بہت افسوس ہوا کہ بیچارے اتنے اہتمام سے تو حاضر ہوئے اور پھر ریل والوں کی کم توجہی کی وجہ سے محروم رہے حالانکہ اگر خاص خیال رکھا جاتا تو وقت پر ریل پہنچائی جاسکتی تھی اور پہنچانی چاہئے تھی، بہرحال ان لوگوں کی بھی کچھ ضابطہ کی مجبوریاں ہوں گی۔ تاہم سب حاضر ہونیوالوں کو ثواب تو مل ہی گیا، اور اس حسرت و ناکامی کا ثواب مزید براں رہا۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے حُسنِ خاتمہ کے طفیل میں عرب سرکار تجہیز و تکفین کو حُسنِ خاتمہ کی لازوال دولت نصیب فرمائے اور حضرت اقدسؒ کے ساتھ محبت و عقیدت کی برکت سے جنت الفردوس میں معیتِ دائمہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

عیدگاہ سے قبرستان تک جنازہ لیجانے میں بھی وہی دشواریاں پیش آئیں جو خانقاہ سے عیدگاہ تک لانے میں پیش آئی تھیں۔ احقر کی پشت پر ایک دانہ نکل آیا تھا دھکا پیل میں اسکو رگڑ لگنے سے بچانا سخت دشوار ہو رہا تھا بمشکل ایک دو بار بانس تک پہنچکر برائے نام سا کندھا دے سکا اور بعض دفعہ تو بانس تک بمشکل پہنچکر ہاتھ سے اسکو چھو کر ہاتھ کو چوم لینا ہی غنیمت سمجھتا تھا۔ اور مٹی دینے کے لئے تو مجھ کو بہت ہی دشواری ہوئی، ایک ہاتھ سے پشت کے زخم کو بچا رہا تھا اور ہجوم میں گھستا جارہا تھا، پھسلن سے الگ اپنے آپ کو سنبھالنا پڑ رہا تھا۔ ایک بار جوتہ پیر سے نکل گیا اس کا دوبارہ پہننا مصیبت ہوگیا، یہانتک کہ میں نے جناب مہتمم صاحب کی اعانت طلب کی ایسی کشمکش میں میری دستگیری فرماکر قبر شریف تک پہنچایا۔ اور ایک صاحب نیچے سے اُٹھا اُٹھا کر میرے ہاتھ میں مٹی دیتے جاتے تھے اور میں قبر شریف پر ڈالتا جارہا تھا۔ ہائے اس وقت ایک مغلوب الحال غیر اہلِ علم کا واقعہ یاد آگیا، انھوں نے

کہا کہ میں نے تو بہت چاہا کہ میں بھی مٹی دوں مگر کسی طرح اس کی جرأت ہی نہیں ہوئی کہ حضرت اقدس پر مٹی ڈالوں اور قلب نے کسی طرح اس کو گوارا ہی نہ کیا۔

بعد کو احقر نے ایک اہلِ علم سے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر مٹی ڈالتے ہوئے بعض حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو غلبۂ ادب میں اسی قسم کا خیال پیدا ہوا تھا۔

غرض علوم و معارف کے اس خزینۂ اشرفی کو دفینۂ جواہراتِ علمیہ و عملیہ کی صورت میں منتقل کر کے اور ہاتھ جھاڑ کے سب فاتحہ پڑھتے کھڑے ہو گئے اور پھر ہمیشہ کیلئے خیرباد کہکر بعد زوال گردن جھکائے اپنے کو سراپا تصویر حسرت و حرماں بنائے خاموشی کے ساتھ اپنے اپنے گھر چلے آئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آہ! وہ آفتاب غروب ہو گیا جس کے غروب ہونے کی خبر مخبرِ صادق فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں الفاظ میں ٹھیک چھ ماہ پہلے ایک صالحہ کو خواب میں سنوادی تھی وہ خواب آگے زیرِ عنوان "بشاراتِ منام" شروع ہی میں ملاحظہ سے گذریگا شدہ شدہ یہ خبرِ وحشت اثر ملک میں پھیل گئی کسی کو خطوط سے معلوم ہو گئی کسی کو آنے جانے والوں سے کسی کو اخباروں سے کیونکہ تمام ملکی جرائد نے اسکو بڑے اہتمام سے اور حضرت اقدس کے کمالاتِ علمیہ و عملیہ و حالیہ کی بڑی بڑی تعریفیں کرتے ہوئے اور اس ناقابلِ تلافی خسارہ پر انتہا درجہ کا اظہارِ غم و افسوس کرتے ہوئے شائع کیا تھا۔ غرض خبر پاتے ہی چاروں طرف سے آمد شروع ہو گئی اور بہت دن تک آئندگان و روندگان کا تانتا بندھا رہا چونکہ حضرت اقدس کی طرف سے اس کی سخت ممانعت تھی کہ کسی کو علالت کی اطلاع دی جائے اس لئے کثرت سے لوگوں کو آخری زیارت کی حسرت ہی رہی لیکن باوجود اس ممانعت کے بھی آخر زمانہ میں آنے والوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی تھی دہلی والوں کو اور اس طرف کے لوگوں کو اسکی سخت حسرت بلکہ شکایت رہی کہ ہمیں بھی فلاں صورت سے اطلاع ہو سکتی تھی۔ اگر ہو جاتی تو دہلی سے ہزاروں مسلمان اس شرف شرکت تجہیز و تکفین سے بہرہ اندوز ہونے چلے آتے، بہرحال جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ بقولِ حضرت ؒ کچھ نہ پوچھو کیا ہوا کیونکر ہوا + جو ہوا جیسا ہوا بہتر ہوا + کیا بھلا ہو میری مرضی کے خلاف + وہ جو حسبِ مرضئ دلبر ہوا +

اب اصل مقصود یعنی حالاتِ وفات حسرت آیات سے تو بعون اللہ فراغت ہوئی۔ اب چار مضمون بطور ضمیمہ کے بغرض تتمیم فائدہ اور پیش کئے جاتے ہیں جن کی سرخیاں یہ ہیں "بشاراتِ منام" "شہاداتِ انام" "بعض متعلقین و صلحا" "تعزیت" پھر آخر میں احقر نے جو چند قطعات تاریخیہ لکھے ہیں جن کے ضمن میں مجملاً حالاتِ وفات کا بھی بیان آ گیا ہے بعنوان "وفات نامۂ منظوم" از مجذوب مرحوم تو وہ بھی نذر ناظرین ہونگے اور انکے بعد دیگر حضرات نے جو اشعار تاریخیہ و حزنیہ لکھکر بھیجے ہیں ان کا اقتباس ایک ضمیمہ کی صورت میں پیش کیا جائیگا

بشاراتِ منام

حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی رفعت وعلوِ شان کے ثبوت کے لئے حضرت کی خدمات دینیہ جو آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں اور مشہور زماں ہیں بالکل کافی ہیں کسی مزید دلیل وشاہد کی حاجت نہیں۔ بمصداق آفتاب آمد دلیلِ آفتاب + بالخصوص خواب جیسی ظنی چیز جسکے متعلق خود حضرت اقدس ہمیشہ فرمایا کرتے تھے ع نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم + چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم + ہمارے حضرت تو ماشاء اللہ آفتاب تھے اور اس آفتاب ہی کی باتیں کثرت سے سناتا بھی رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ سناتا رہوں گا لیکن اب ان سے فارغ ہو کر محض بطور تفریح طبع خدام بارگاہ والا جس کی اہم غم میں ضرورت بھی ہے بعض صلحا کے چند خواب بھی نقل کرتا ہوں کیونکہ باوجود حجت نہ ہونے کے حدیث شریف میں سچے خوابوں کو مبشرات فرمایا گیا ہے۔ اور ان میں حسب ارشاد حضرت والا بالطبع اور بالخاصہ اقناعیت کی شان ضرور ہوتی ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اکثر مشاہد ہے۔ چنانچہ خود حضرت اقدس نے بھی بعض خاص شان کے خواب نقل کرائے ہیں اور اس سلسلہ کا نام اصدق الرؤیا ہے۔ اسی میں سے ایک خاص شان کے خواب کی نقل سے ابتدا کرتا ہوں

ایک خادمہ رئیسہ نے حضرت اقدس کی وفات سے چھ ماہ قبل جبکہ اس قسم کے خیال کی کوئی وجہ بھی نہ تھی ایک خواب دیکھا جو مع جواب حضرت والا اصدق الرؤیا سے نقل کیا جاتا ہے۔

خواب: میں نے دو تین دن ہوئے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک جگہ پر گئی ہوں وہاں پر کسی تقریب کے سلسلہ میں فرش فروش اور سامان وغیرہ موجود ہے مگر وہ تقریب ختم ہو چکی ہے اور سامان وغیرہ اٹھایا جا رہا ہے کوئی شخص موجود ہیں میں نے اُن سے دریافت حال کیا ہے تو انھوں نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے۔ میں نے پوچھا کہ حضور کیا فرماتے تھے کچھ فرمایا۔ تو اس شخص نے یہ کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مولانا اشرف علی کو غروب ہوتا ہوا آفتاب سمجھو۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عمر بڑھا دیگا۔ مگر جب سے میں نے یہ خواب دیکھا ہے دل کو ایک گونہ پریشانی ہے۔

(الجواب) پریشانی کی کوئی بات نہیں اس میں کوئی لفظ قرب زمانہ کا نہیں اور اگر کوئی ایسا لفظ اس میں مان لیا جائے تو قرب کی کوئی حد نہیں۔ قرآن مجید میں قیامت کو قریب فرمایا ہے جس کا اب تک بھی وقوع نہیں ہوا اور ممکن کہ مقصود اس عنوان سے یہ مشورہ دینا ہو کہ دین حاصل کرنے میں دیر نہ کی جاوے اس قرب کا خیال رکھا جاوے یہ تو خواب کے معنی میں گفتگو تھی اب ایک شبہ کا جواب باقی ہے کہ ایک امتی کو آفتاب فرمانا اور صحابہ کو نجوم فرمانا اس سے امتی کی تفضیل

Marfat.com

کا شبہ نہ کیا جاوے اور وجہ تشبیہ دونوں جگہ جدا جدا ہیں نیز صحابہ اور نجوم میں تعدد مشترک ہے اور اس امتی اور آفتاب میں توحّد ہے یہ تفاوت کی وجہ ہے دونوں تشبیہوں میں ورنہ دوسری حدیث میں صحابہ کو انبیاء سے اور ملائکہ سے بھی تشبیہ دی گئی ہے جن کے سامنے آفتاب بلکہ آسمانوں کی بھی کوئی حقیقت نہیں پھر اس شبہ کی کیا گنجائش ہے ۲۰ر محرم ۶۲ھ۔

۲۰ر محرم کا یہ جواب ہے اور خط میں ان رئیس نے لکھا ہے کہ دو تین دن ہوئے خواب دیکھا حضرت اقدس ہر روز جواب دیدیا کرتے تھے دو دن خط کے پہنچنے میں لگے ہوں گے تو ۱۸ر کا خط ہوگا۔ اس سے دو تین دن پہلے وہی ۱۵ر ۱۶ر محرم حساب سے تاریخ خواب کی نکلتی ہے اور ۱۵ر ۱۶ر رجب ہی کی شب کو حضرت اقدس نے رحلت فرمائی اس حساب سے پورے چھ مہینے پہلے کا خواب ہے۔ اور سبحان اللہ کیا صریح خواب ہے جس میں حضرت اقدس کو آفتاب فرمایا گیا ہے۔ اس وقت پھر اوپر والے شعر کے صرف دوسرے مصرعہ کو اس آفتاب کی تشبیہ مبارک پر مکرر پڑھ دینے کو جی چاہتا ہے ع جو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

پنجاب کی ایک مسجد کے تہجد گذار امام نے ایک ہفتہ قبل وفات خواب دیکھا کہ بہت بڑا ہجوم ہے اور ایک جنازہ رکھا ہوا ہے انھوں نے ماجرا پوچھا معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے ہیں یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جنازہ ہے اھ۔ آنکھ کھلنے پر انھوں نے یہ خواب بعض اہل علم سے بیان کیا۔ انھوں نے تعبیر دی کہ معلوم ہوتا ہے کسی بڑے عالم کا انتقال ہونے والا ہے چنانچہ جب ایک ہفتہ بعد انھوں نے حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی وفات کا حال سنا تو فوراً اس خواب اور اس کی تعبیر کا ذکر کیا اور کہا کہ اب معلوم ہوا کہ اس کی یہ تعبیر تھی۔

پنجاب کی ایک دوسری مسجد کے خطیب جو سید ہیں اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں دوران قبل یا بعد وفات دیکھا کہ آسمان پر لکھا گیا جناح پھر تھوڑی دیر بعد لفظ جناح سے کچھ قبل لفظ قد نمودار ہوا۔ پھر قد کے بعد لفظ کُسِرَ ظاہر ہوا پھر سب سے آخر میں الاسلام لکھا گیا گویا مسلسل عبارت یوں ہوگی قَدْ کُسِرَ جُنَاحُ الْاِسْلَامِ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اسلام کا بازو ٹوٹ گیا۔ آنکھ کھلنے پر وہ سخت پریشان تھے کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اخبار میں حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کی وفات کی خبر پڑھی پڑھتے ہی انھیں خیال آیا کہ بس یہی میرے خواب کی تعبیر ہے۔

اس میں بھی کیا شک ہے کیونکہ واقعی حضرت اقدس کی ذات مقدس سے اسلام کو بڑی تقویت تھی آپ واقعی اسلام کے قوت بازو تھے۔ ایک مجاز صحبت نے حضرت اقدس کو بعد وفات حدیث کا درس دیتے ہوئے دیکھا ایک نہایت خاص حدیث کی کتاب کھولے ہوئے پڑھتے جاتے تھے اور حضرت معنی سمجھاتے جاتے تھے۔ خواب دیکھنے والے صاحب کو بھی نہایت شفقت سے بہت قریب بٹھا لیا۔ انھوں نے حضرت کو خواب ہی میں یہ بھی فرماتے دیکھا کہ بھائی میں جا رہا ہوں تھوڑا وقت ہے سب پڑھ لو یا یوں فرمایا جو پڑھنا ہو پڑھ لو۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ حضرت قبلہ مجسم قرآن اور حدیث بنے ہوئے ہیں یا ساری

Marfat.com

عمر قرآن وحدیث ہی کے پڑھانے میں گذاری ہے اور مجسم نور معلوم ہوتے ہیں۔

ایک فاضل و مجاز خاص نے جو ہفتہ عشرہ قبل حاضر ہو کر دوسرے مقام پر تشریف لے گئے تھے وہیں عین شب وفات میں خواب دیکھا۔ کہ مولانا شبیر علی صاحب اُن سے فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا کو پوری صحت ہو گئی۔ سو واقعی پوری ہی صحت ہو گئی! ایک محب خاص اور مجاز صحبت کو اس عقیدت و عظمت کی بنا پر جو اُن کے قلب میں تھی حضرت اقدس کے لئے دعا مغفرت مانگنے میں دلی کشمکش محسوس ہوتی تھی انھوں نے خواب دیکھا کہ وہ یہاں خانقاہ میں حاضر ہیں دفعۃً حضرت تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ میری صحت کیلئے دعا مانگا کرو اھ۔ اسکے بعد ناقل صاحب تحریر فرماتے ہیں ع حل ایں نکتہ ہم از روئے نگار آخر شد + بہر حال اُنکی کشمکش رفع ہونیکی غیبی صورت ہو گئی۔

ایک خواب جس سے احقر کو بہت انشراح ہوا اور اینکہ ہے۔ اہل برادری میں سے ایک نو تعلیم یافتہ عہدہ دار نے اپنی جا تعیناتی پر دیکھا اور دفن ہونیکے بعد جو پہلی شب آئی یعنی شنبہ اور چہارشنبہ کی درمیانی شب کو دیکھا کہ حضرت اقدس بے انتہا مسرور ہیں اور ایسے مسرور ہیں کہ مارے مسرت کے چہرۂ مبارک بالکل سُرخ ہو رہا ہے اور اس طرح وجد کر رہے ہیں جیسے کوئی مست ہو اور والہانہ ترنم کے ساتھ ایک فارسی کا شعر پڑھ رہے ہیں جو آنکھ کھلنے پر تو اُنھیں یاد تھا لیکن بعد کو خیال سے اُتر گیا۔ یاد پر زیادہ زور دینے سے کچھ کچھ ان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ عجب نہیں یہ شعر ہو ؎ کشتگان خنجر تسلیم را + ہر زماں از غیب جانے دیگر ست + لیکن جزماً نہیں کہہ سکتے۔ مضمون تو اس کا بالکل چسپاں ہے۔ وہ حضرت اقدسؒ کو اس مستانہ حالت میں دیکھکر سخت تعجب کر رہے تھے کہ حضرت کو تو ایسی باتوں سے کبھی کوئی تعلق ہی نہیں رہا۔ یہ انھیں آج ہو کیا گیا۔ آنکھ کھلتے ہی انھوں نے اپنے ساتھی سے جو پاس ہی سو رہے تھے کہا کہ بھائی میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر تو میرے ذہن میں یہی آرہی ہے کہ حضرت کا انتقال ہو گیا کیونکہ اتنی بڑی مسرت حضرت جیسے ولی اللہ کو موت ہی سے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بعد کو اس کی تصدیق ہو گئی۔

احقر نے تو اس خواب کو سُنکر بیساختہ یہ قطعہ پڑھ دیا جسکو حضرت اقدس خود بھی نہایت جوش کیساتھ اکثر موقع پر پڑھا کرتے تھے

؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم + راحت جاں طلبم وزپئے جاناں بروم
نذر کردم کہ اگر آید بسر ایں غم روزے + تا در میکدہ شاداں و غزلخواں بروم

اور حضرت اقدس ہی کو اتنی خوشی نہ ہوتی تو کس کو ہوتی۔ کیونکہ ایک عمر اسی اندیشہ اور فکر میں گذاری کہ دیکھئے خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔ بس اسی پر سب دار و مدار ہے۔ اور اس کی کسی کو خبر نہیں جب کبھی یہ ذکر آتا سراپا ہیبت و خشیت معلوم ہونے لگتے غرض ہمیشہ اسی دھڑکے میں رہے تو ایسے صاحب مقام ہیبت سے بڑھکر کس کو اطمینان آخرت کے بعد مسرت ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل سے اعلیٰ درجہ کا حسن خاتمہ نصیب فرما کر جنت میں معیت دائمی کا شرف عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایک بی بی صاحبہ نے جو حضرت کی بہت قریبی عزیزہ ہیں حضرت کے انتقال سے صرف دو دن قبل ایک خواب دیکھا جس سے اُن کو حضرت اقدس کے متعلق سخت اندیشہ ہوکر اتنی پریشانی ہوئی کہ فوراً اپنے شوہر صاحب کو جگایا، انھوں نے تسلی دی کہ خوشی کی بات ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جنت دکھلائی ہے، گھروں میں جب وہ خواب نقل کیا گیا تو رونا شروع ہوگیا وہ خواب یہ ہے کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کے چاروں طرف دریا اور باغیچہ ہے، اس مکان کے اندر ہزاروں بے شمار مخلوق ہے، مرد عورتیں بچے، جانور، اور آسمان سے بھی آدمی اُتر رہے ہیں کسی نے کہا کہ یہ فرشتے ہیں، یہ سب کے سب سجدے کر رہے تھے، جانور بھی سجدے کر رہے تھے جو آتا جاتا تھا وہ سجدہ کرتا جاتا تھا، انھوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے یہ نماز کیسی پڑھی جارہی ہے، کسی نے کہا کہ تجھے خبر نہیں کہ یہ جنازہ جو بیچ کے مکان میں رکھا ہوا ہے اسکی نماز پڑھائی جارہی ہے جنازہ جب دیکھا تو اُس پر سیاہ رنگ کی چادر جیسی حضرت اقدسؒ اوڑھا کرتے تھے اس پر پڑی ہوئی تھی، فلاں فلاں خاص خاص آدمی جو اکثر حضرت کی مجلس میں رہا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ عورتیں مردوں کے ساتھ ملی جلی ہیں عورتوں کو دو قناتوں کے بیچ میں کر لیا اور وہ لوگ قناتوں کو پکڑے ہوئے تھے الخ۔ (چونکہ آگے کا حصہ حضرت اقدسؒ کے متعلق نہ تھا اس لئے اس کو یہاں نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا ۱۲ مؤلف)۔

احقر کے ذوق میں یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مخدوم العالم ہونے کی صورت مثالی تھی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، نیز سیاہ رنگ کی تعبیر حضرت اقدس فنا سے کیا کرتے تھے ان دونوں مقامات عالیہ پر متمکن ہونا حضرت اقدس کی مجموعی حالات سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ شاملی جو تھانہ بھون سے صرف دو اسٹیشن کے فاصلہ پر واقع ہے وہاں کی مسجد کے ایک امام صاحب نے جو بہت صالح ہیں حضرت جنید بغدادیؒ کو شبِ وفات خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ کلمۂ طیبہ پڑھو انھوں نے درود شریف پڑھنا شروع کر دیا فرمایا کہ نہیں یہ کلمۂ طیبہ ہی پڑھنے کا وقت ہے، انھوں نے پوچھا کیوں، فرمایا اسکی وجہ صبح معلوم ہوجائے گی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی اُن کو حضرت اقدسؒ کی وفات کی خبر پہنچ گئی اور فوراً وہاں سے روانہ ہوکر نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہوگئے اھ۔

قریب وفات اُس زمانہ میں جبکہ غنودگی بلا اختیار بار بار طاری ہو ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ بعد ظہر خطوط کے جوابات لکھوا چکے تو حضرت اقدسؒ کو غنودگی کا جھونکا سا آگیا، پھر چونک پڑے اور فرمایا کہ ابھی ایسا معلوم ہوا کہ اس وقت تخت پر ایک لفافہ رکھا ہوا ہے جس پر عبد العزیز لکھا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ ابھی حضرت نے خطوط لکھوا

Marfat.com

ہیں وہی خیال رہا، فرمایا مگر عبدالعزیز نام کیوں دیکھا۔ اس پر احقر کو کھٹک پیدا ہوگئی کہ کہیں حضرت اقدسؒ کی عمر اور جامعیت کی طرف تو اشارہ نہیں ہے چنانچہ دریافت پر معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی ہوئی جتنی حضرت اقدس کی بھی اور شانِ جامعیت میں تشابہ تو ظاہر ہے۔

ایک خاص اہلِ علم مجازِ صحبت کا جو عین وفات کے دن بھی حاضر تھے اور غسل ودفن وغیرہ میں بھی شریک رہے خواب انھیں کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ تقریباً شب برات یا دو چار یوم بعد کا واقعہ ہے کہ خواب میں ایک بہت بڑے شہر میں ایک عظیم الشان جلوس دیکھا، قریب پہنچنے پر معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کا جلوس ہے، جب خود سریر مبارک قریب پہنچا مجمع کا زیادہ ہجوم ہوا اور کوئی شناسا نظر نہ آیا تو دفعۃً خیال آیا کہ یہ تو فرشتوں کا مجمع ہے ایک جگہ ادب کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا، جہاں سے راستہ گھومتا تھا اور بہت اونچی جگہ چڑھنے کیلئے زینہ شروع ہوتا تھا جب اس عالی مقام سے جہاں پہنچنا اصل مقصد معلوم ہوتا تھا اور بدیہی طور پر دل میں آتا تھا کہ حضوری خاص کا مقام ہے جلوس واپس آیا اس وقت حضرت والا کی نگاہ مبارک اس ناچیز پر پڑی۔ جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے تھوڑی دور پہلے ہی سے احقر کی طرف خاص توجہ فرمائی اور قریب پہنچنے پر ذرا جھک کر فرمایا اب ہمیں کوئی ضعف نہیں محض خوشی میں تفریحاً گشت کر رہے ہیں۔ اھ۔ مطلب یہ تھا کہ یہ جو سریر پر بیٹھے دوسروں کے کندھوں پر چل رہے ہیں یہ بوجہ ضعف کے نہیں ہے بلکہ محض خوشی میں گشت کر رہے ہیں اول فقرہ بہت تیز آواز سے فرمایا جس سے ایک خاص طور پر تاکید نفی کی مد نظر تھی۔ اور دوسرا فقرہ سر جھکا کر مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا۔

اس نفی ضعف پر حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کا ایک ارشاد یاد آیا۔

حضرت اقدس کے ایک بہت معتمد عزیز خاص کا حضرت کی وفات سے صرف تقریباً دو ماہ قبل انتقال ہوا۔

چونکہ وہ بزرگ بہت نحیف الجثہ تھے اور علالتِ طویلہ نے تو ان کو بالکل ہی گھلا دیا تھا جیسا کہ خود حضرت اقدس رحمہ اللہ کا بھی بالکل آخر میں ایسا ہی حال ہو گیا تھا۔

احقر نے حضرت سے عرض کیا کہ سوائے پوست و استخواں کے کچھ ان میں بعد وفات رہا ہی نہ تھا۔ اور عجیب ہیئت ہو گئی تھی۔ تو فرمایا کہ ابھی جسم میں

Marfat.com

گیا، لکھا ہے اصل چیز تو روح ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا وہ اپنی اصلی حالت میں رہتی ہے۔ اھ۔

ایک مجاز بیعت نے جن کو خوابوں سے خاص مناسبت ہے۔ دو خواب یکساں متواتر دیکھے۔ جو خاص شان کے ہیں۔ ان کو انھیں کے الفاظ میں اس پرچہ سے نقل کیا جاتا ہے جس پر انھوں نے وہ دونوں خواب تحریر کر کے حسب خواہش و درخواست ایک شائق کو دیدیئے تھے جس کو وہ بغایت شوق بڑے اہتمام سے اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

(**پہلا خواب**) بندہ نے ۱۶ ررجب بدھ کی رات کو (یعنی حضرت اقدس کے بروز سہ شنبہ دفن ہو جانے کے بعد جو رات آئی اس میں ۱۲ مؤلف) بعد نصف شب حضرت مرشدی قدس سرہ العزیز کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا مجھے مردہ نہ سمجھو میں زندہ ہوں جس طرح میری حیات میں مجھ سے فیض لیتے رہتے تھے "فیض لیتے رہنا" فیض ہوتا رہیگا۔ اور مجھے مقام شہداء نصیب ہوا یا فرمایا کہ مقام شہود نصیب ہوا۔ اس کے بعد ایک آیت تلاوت فرمائی وہ یاد نہیں رہی۔ اتنا یاد ہے کہ اس میں لفظ شہداء و صدیقین ہے۔ اس قسم کی آیت پارہ والمحصنٰت رکوع ۵ کے آخر میں تو ہے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ پھر آنکھ کھل گئی، بندہ پھر سو گیا، پھر اسی طرح دیکھا، پھر آنکھ کھل گئی، پھر سو گیا، پھر اسی طرح دیکھا، پھر آنکھ کھل گئی تو زبان پر تھا "کہدیا جاوے" جس وقت حضرت نے فرمایا تھا فیض لیتے رہنا، فیض ہوتا رہیگا اُس وقت بطور علم ضروری قلب میں یہ وارد ہوا کہ مراد تصنیفات اور خاصکر ملفوظات کا مطالعہ ہے۔

(**دوسرا خواب**) وفات کے آٹھویں روز صبح صادق کے قریب پھر بندہ نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی مدرسہ میں ہے حضرت قدس سرہ العزیز تشریف لائے فرمایا تم نے اب تک وہ پیغام نہیں پہنچایا۔ انتہی ردبا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت حافظہ ایسا کمزور ہے کہ بات یاد نہیں رہتی، یہ کہکر بندہ رونے لگا، حضرت نے فرمایا ہاتھ کے ہاتھ کام پورا کر دینا چاہئے، انضباط اوقات چاہئے اھ۔ پھر حضرت ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے وہاں ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا وہ بھی رونے لگا حضرت نے اس بچہ سے فرمایا تم کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا یہ روتے ہیں اور کہتے ہیں مجھے یاد نہیں رہتی اس لئے روتا ہوں مجھے بھی بات یاد نہیں رہتی، حضرت نے انگشت شہادت لبوں پر رکھکر اور پھر ہلا کر اشارہ فرمایا بچہ کی طرف جس سے بندہ کو اشارہ فرمایا کہ رومت یہ بچہ بھی تم کو دیکھ کر روتا ہے۔ بندہ چپ ہو گیا وہ بچہ بھی چپ ہو گیا۔ اسکے بعد بندہ سوچنے لگا کہ پیغام تو پہنچ چکا ہے یہ کیا بات ہے! (از مؤلف انھوں نے احقر سے بیان فرما دیا تھا اور احقر نے اور دوں سے ۱۲) فوراً حضرت نے فرمایا چھوٹا لکھ۔ بندہ نے عرض کیا اب پہنچا دوں گا، تختی دھلاؤں، فرمایا تختی کیا کرو گے

بندہ نے عرض کیا لکھکر پہنچا دوں گا' فرمایا اچھی بات ہے۔ بس پھر آنکھ کھل گئی اور صبح کو پرچہ لکھکر حضرت مخدومہ محترمہ چھوٹی پیرانی صاحبہ کی خدمت میں دونوں خواب کو پہنچا دیا گیا تھا فقط۔

ایک اور اہل خصوصیت ذی وجاہت مجاز صحبت نے بھی شب جمعہ پچھلے پہر ۱۹ رجب یعنی وفات شریف سے تیسرے دن حضرت کو خواب میں دیکھا کہ ایک چارپائی پر چار زانو زندہ بیٹھے ہیں' چہرہ مبارک گول ہے اور بے ریش ہے رنگ سانولا ہے بدن اوسط درجہ کا ہے۔ اس وقت حضرت کو گویا اس پر الجھن تھی کہ احباب کو میرے انتقال کی خبر دیدی گئی ہے حالانکہ میں زندہ ہوں' پھر ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اس پر کچھ عرض کیا۔ اس پر حسب عادت فرمایا اس سے کیا ہوتا ہے پھر صاحب رؤیا نے عرض کیا کہ حضرت اب پھر خطوط کے ذریعہ سے مکرر اطلاع دیدی جائے گی۔ خواب ہی میں اُن صاحب کو یہ دیکھکر بے انتہا مسرت تھی کہ الحمد للہ حضرت زندہ ہیں' انتقال نہیں فرمایا' یہ دونوں خواب سُنکر احقر کو بیحد انشراح واطمینان ہوا کیونکہ میں خود وفات شریف کے بعد ہی سے نہایت جوش اور وثوق کے ساتھ بار بار ان اشعار کو پڑھ رہا تھا ؎

ہنوز آں ابرِ رحمت دُرفشاں ہست + خم وخمخانہ با مہر ونشان است

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق + ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اور کہہ رہا تھا کہ میں تو بفضلہ تعالیٰ حضرت اقدس کے برکات کو اب بھی ویسا ہی پا رہا ہوں۔ بلکہ اب تو واللہ پہلے سے بھی زیادہ محسوس کر رہا ہوں' بس یہ سمجھتا ہوں کہ اب حضرت بجائے خانقاہ کے تکیہ میں آرام فرما ہیں۔ اور ایک میں ہی کیا متعدد صاحبوں نے احقر کے اس خیال کی تائید فرمائی اور بعض نے تو اس وثوق سے کہا ہے کوئی حلف لے لے۔ ایک صاحب ذوق تو اب بھی بقسم کہہ رہے ہیں کہ مجھ کو جو نفع عظیم ہوا وہ بعد وفات ہی کے ہوا اور میں کیوں قسم نہ کھاؤں جب میں اس کو خود اپنے اندر محسوس کر رہا ہوں اور مشاہدہ کر رہا ہوں لیکن اس کو محض حق تعالیٰ کی طرف سے توفیق رسانی سمجھتا ہوں جو حضرت اقدس کے ساتھ تعلق کی برکت سے ہو رہی ہے۔

اس نفع عظیم بعد وفات پر جس کا احقر بھی شاہد ہے۔ احقر نے ایک قطعہ عرض کیا ہے ؎

شامِ شبِ فرقت میں بھی انوار سحر ہیں + اے نورِ مجسّم یہ تری یاد کا عالم

دل نور جگر نور سخن نور نظر نور + یہ کیا ہے مری خاطرِ ناشاد کا عالم

اس پر حضرت اقدس کا ارشاد یاد آیا کہ جب میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر ہندوستان واپس آنے لگا تو فرمایا کہ وہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ فیض پہنچتا رہے گا کیونکہ اصل فیض پہنچانے والے تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور شیخ محض واسطہ اور ان کے اسم ہادی کا مظہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض کیلئے مکان وزمان کی کوئی قید نہیں۔

بہرحال ان سب وجدانیات کو ظنیات ہی سمجھا جائے غلط فہمی نہ ہونے پائے کیونکہ اس پر جو قسم کھائی گئی ہے وہ اپنے احساس کے وجود کی قسم ہے نہ اس کے مطابق واقع ہونے کی، اس کے متعلق خود حضرت اقدسؒ کی تحقیق بھی آگے آتی ہے۔

ایک مجازِ صحبت جن پر حضرت اقدس کی وفات کا اس درجہ اثر تھا کہ بار بار بیتابانہ بے اختیار کہتے تھے ہائے میرے شیخ، ہائے میرے شیخ۔ ان کو اس وجہ سے اور بھی زیادہ قلق اور صدمہ تھا کہ میں تو ادھورا ہی رہ گیا ہوں۔ اب میں کس سے اپنی تکمیل کراؤں گا۔ ان کی یہ حالت گویا ان اشعار کی مصداق تھی ؎

بدلا نہ کہیں عالم ایجاد کا عالم + اے ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم

معمور تھا جاودں سے ارمانوں سے کیا کیا + اب تو ہے اور اس خانہ برباد کا عالم

وہ خود احقر سے بیان کرتے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال تو رہتا ہی تھا، جب مزار شریف پر حاضر ہوا تو اس وقت بھی یہی افسوس اور حسرت دل میں تھی، تھوڑی دیر بعد دل میں یہ اطمینان کے ساتھ آیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تکمیل ہو جائے گی بس اس کے بعد فوراً قلب میں سکون کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

ایک اور مجازِ بیعت جو بڑے علماء میں سے ہیں اور جو ان حضرات اہل علم میں سے ہیں جن کو حضرت اقدس کتاب دلائل القرآن علی مسائل ابی حنیفۃ النعمان کی دو دو منزلیں تصنیف کرنے کیلئے سپرد فرما گئے ہیں، خود احقر سے بیان فرماتے تھے کہ ایک مقام دورانِ تصنیف میں ایسا آیا جس میں ایک ایسے اشکال کی تقریر کرنی تھی جو کئی سال سے انکو درپیش تھا اور جس کو وہ خود حضرت اقدس سے حضرت کی حیات میں حل کرنا چاہتے تھے لیکن چونکہ اس میں بہت سی کتابیں دیکھنے کی ضرورت تھی اور حضرت کی صحت اسکی متحمل نہ تھی اس لئے اس اشکال کے حل کی نوبت ہی نہ آسکی۔ بہرحال جیسے تیسے انھوں نے مجبوراً کچھ تقریر لکھی لیکن وہ بالکل دل کو نہ لگی اس لئے اس کو پھاڑ دیا، دل گھبرایا اور حضرت کی وہ شان یاد آئی ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال + مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

اسی حیرت و حسرت کی حالت میں حسب معمول مزار پر بغرض فاتحہ حاضر ہوئے تو اس وقت بھی یہی خیال تھا چنانچہ بعون اللہ تعالیٰ و بہ برکت حضرت والا اب جو لکھنے بیٹھے تو اس انشراح و بسط کے ساتھ وہ اشکال حل ہوا کہ پھر کچھ تردد ہی باقی نہ رہا اور اس کو فوراً قلمبند فرما لیا۔ فرماتے تھے کہ چونکہ کئی سال کا اشکال تھا اس کے دفعۃً حل ہو جانے سے [illegible] ہوئی کہ رات بھر نیند نہیں آئی۔ اور جیسا اشکال حل ہونے سے پہلے یہ حسرت تھی کہ کس سے حل کراؤں [illegible] اب یہ حسرت پیدا ہو گئی کہ کس کو دکھاؤں جو دیکھکر خوش ہوں۔

احقر نے عرض کیا کہ اب اس کا ثواب حضرت اقدس کی روح پر فتوح کو پہنچا دیجئے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں مسرور ہو جائیں گے

یہ تجویز اُنھیں بہت پسند آئی اور فوراً ثواب بخشدیا۔

اور مزارات بزرگان سے اس قسم کی برکات اکابر اہلِ حق سے منقول ہیں۔ چنانچہ یہاں خانقاہ میں بھی ایک بہت بڑے مشہور عالم قاضی محمد اعلیٰ مصنف کشاف الظنون عن اصطلاحات الفنون کا مزار ہے۔ جس کی یہ برکت بزرگوں سے منقول اور معمول چلی آرہی ہے کہ اگر کسی طالب علم کو سبق یاد نہ ہوتا ہو یا کسی کو کوئی اشکال علمی کسی کتاب کے متعلق حل نہ ہوتا ہو تو اس مزار کے پاس مطالعہ کرنے سے عموماً سبق یاد ہوجاتا ہے اور اشکال بھی حل ہوجاتا ہے۔ خود حضرت اقدس سے بھی یہ روایت سُنی ہے۔ اُن حضرات علماء میں سے جن کے سپرد دلائل القرآن کی تصنیف ہے ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس اپنی سہ دری میں بیٹھے ہیں۔ سورۂ یٰسین کی پہلی آیت تلاوت فرمائی پھر مجھ کو اشارہ فرمایا تو میں اسکی تفسیر بیان کرنے لگا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا حضرت کے بعد جو کام بہت مشکل معلوم ہو رہا تھا اب الحمد للہ اس میں سہولت پیدا ہوگئی ہے، اور شرح صدر سا ہوگیا ہے۔ اب بحمد اللہ ذہن خوب چل رہا ہے اور خوب مضامین آرہے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اعانت فرماتے رہیں اور اس کارِ مفوضہ کو باحسن وجوہ انجام کو پہنچائیں۔

اہلِ خانقاہ میں سے ایک بہت صالح شخص نے خواب دیکھا کہ انتظامی امر کے متعلق حضرت نے اُن سے جناب مہتمم صاحب یعنی مولانا شبیر علی صاحب سے مشورہ لینے کیلئے کہا۔ جب اُنھوں نے مشورہ لیکر اُن کی رائے حضرت کے سامنے پیش کی تو فرمایا کہ ایسے امور میں تو وہ اساتذہ کا درجہ رکھتے ہیں، اُن کے یہاں سب یقینیات ہی ہیں، ظنیات ہیں ہی نہیں اھ۔ چنانچہ واقعی حسن سلیقہ اور مستعدی اور بالکل حضرت کے طرز اور مذاق کے مطابق وہ مدرسہ اور خانقاہ کے انتظام کو سنبھالے ہوئے ہیں اور بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں اُس سے بہت ہی اطمینان ہے اور توقع ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حسب وصیت و منشائے حضرت اقدس سب انتظامات بدستور قائم رہیں گے، اللہ تعالیٰ برابر اعانت فرماتے رہیں۔

بس اب اس دعاء پر ختم کرتا ہوں کہ ہم سب خدام کو جو بے سرپرست رہ گئے ہیں حضرت اقدس کی روحانیت سے بدستور مستفیض فرماتا رہے اور ہر گمراہی اور فسادِ عقیدہ و عمل سے ببرکت حضرت اقدس ہمیشہ محفوظ رکھے اور حضرت اقدس کی تعلیمات و ہدایات پر پہلے سے زیادہ توجہ اور استقامت کے ساتھ کاربند فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

Marfat.com

شہادتِ انام

ع سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا + کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

گو بفضلہ تعالیٰ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کمالات علمیہ و عملیہ و حالیہ آفتاب نصف النہار کی طرح روشن اور ایسے مشہور زمانہ ہیں کہ اُن کے لئے اب کسی شہادت کی حاجت نہیں، بالخصوص شہادتِ انام کی بمصداق ع آفتاب آمد دلیلِ آفتاب + لیکن صحیح بخاری و مسلم کی حدیث انتم شہداء اللہ فی الارض جو ایسے ہی موقع پر ارشاد فرمائی گئی تھی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اگر کسی کے مرنے کے بعد عام طور سے لوگ اسکی تعریفیں کریں تو اس کی توقع ہے کہ وہ عند اللہ بھی اچھا تھا کیونکہ حسب ارشاد نبوی انتم شہداء اللہ فی الارض عامۃ الناس بھی زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ یہی مضمون ایک روایت میں یوں آیا ہے۔ فی آخر حدیث انسؓ ان للہ ملائکۃ تنطق علی لسنۃ بنی آدم بما فی المرء من الخیر والشر (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتے متعین فرما رکھے ہیں کہ وہ انسان کا خیر و شر لوگوں کی زبانوں پر جاری کر دیں۔ نیز اپنے محبوب کی ہر کس و ناکس سے تعریفیں سُنکر محبین کو خوشی بھی ہوتی ہے جس کی ان کو اس غم میں ضرورت بھی ہے۔ اس لئے سیکڑوں واقعات اور تحریرات میں سے جو سُننے یا دیکھنے میں آئیں صرف چند ہی بطور نمونہ پیش ہیں۔

مُلک کی جتنی مسلم جماعتیں ہیں جن میں وہ بھی شامل ہیں جن کو حضرت اقدس سے کچھ سیاسی یا مشربی اختلاف بھی تھا قریب قریب سب نے بالاتفاق اس خسارہ کو خسارۂ عظمیٰ محسوس کیا۔ جگہ جگہ تعزیتی جلسے ہوئے۔ تقریریں ہوئیں اور تقریروں کے وقت بعض مقررین و سامعین کی ہچکیاں بندھ گئیں، ریزولیشن پاس ہوئے۔ فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی ہوئی، بعض بعض جگہ مدرسے بند ہوئے بلکہ دوکانیں بھی بند ہوئیں اور بعض جگہ اس ڈر سے کہ کہیں ناجائز نہ ہو اس ارادہ پر عمل کی ہمت نہ ہوئی، حالانکہ وہ آزاد لوگ تھے لیکن حضرت اقدس کی دینی شخصیت کا اتنا اثر پر تھا کہ خود کبھی حضرت کے معاملہ میں احتیاط کے خلاف کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اکثر جگہ بہت بہت ایصالِ ثواب کیا گیا۔ پانی پت سے اطلاع ملی کہ ۲۴ یا ۳۴ قرآن شریف ختم کئے گئے، وہاں حفاظ کی بہت کثرت ہے۔ متعدد جگہ تقسیم طعام کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب کیا گیا۔ غرض اپنے اپنے خیال اور اپنے مشرب کے مطابق سبھی نے اظہارِ غم اور ایصالِ ثواب کیا۔ تمام ملکی جرائد میں جن میں غیر مسلم بھی تھے اس خبر کو خاص اہمیت کے ساتھ شائع کیا بلکہ

Marfat.com

جو انکی بستی میں آراستہ سے پہلے ایک غیر مسلم اخبار ہی نے اس خبر کو بہت اچھے عنوان کے ساتھ شائع کیا۔

احقر نے بعض اخبار وں کے مضامین جو انھوں نے حضرت اقدس کے کمالات کے متعلق شائع کئے دیکھے تو حیرت ہوگئی کہ ان لوگوں کو اتنی واقفیت کیسے حاصل ہوگئی اور یہ تو ایسے مضامین لکھ رہے ہیں جیسے کوئی حضرت اقدس کے کمالات کا پورا واقف اور معتقد لکھ رہا ہو حالانکہ بظاہر کوئی تعلق بھی نہ تھا، بلکہ بعض تو مختلف المشرب بھی تھے کیوں نہ ہو حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اپنی محبوبیت اور قبول عام سے مشرف فرمایا تھا اور حسب روایت منقولہ بالا فرشتے سب کی زبانوں سے تعریفیں جاری کرا رہے تھے اور سراسر حقیقت کے مطابق تھیں جیسا کہ عنقریب بعض اقتباسات سے ظاہر ہوگا بلکہ یوں کہئے کہ ان صاحبوں نے گویا ہمارا ہاتھ بٹایا اور مختصر مختصر جامع مانع عنوانات سے گویا حضرت اقدس کے سوانح حیات کا خلاصہ ہمیں دیدیا جس کے ہم اس واسطے بھی ممنون اور دعاگو ہیں کہ ہم اگر یہی کہتے تو ممکن ہے اس پر محمول ہوتا کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند غیر متعلق اصحاب پر تو اس کا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ فالحمد للہ وجزاھم اللہ تعالیٰ عنا وعن جمیع المسلمین احسن الجزاء فی الاخرۃ والاولی۔

حضرت اقدسؒ کی علالت ہی کے زمانہ میں جس نے سُنا دل سے دُعا دی اور تمنا ظاہر کی کہ اجی وہ تو بڑے شخص ہیں خدا کرے جلد اچھے ہوجائیں یہانتک کہ غیر مسلموں کے بھی یہی الفاظ ہوتے تھے، ایک بہت بوڑھے شخص نے جو مسلمان تھا اور جس نے کبھی حضرت اقدسؒ کی زیارت بھی نہیں کی تھی جب خبر وفات سُنی تو بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ اجی اُن کی کیا بات تھی۔ اگر کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تھی تو پہلے ڈھونڈھتے پھرتے تھے اور کوئی مسئلہ بتانے والا نہ ملتا تھا اور اب ہمارے گھر کی لونڈیاں بھی بہشتی زیور دیکھکر بتادیتی ہیں۔

بعض جرائد نے یہانتک لکھا کہ اگر مولانا اپنی تصانیف کی رجسٹری کرا لیتے اور خود اشاعت کرتے تو آج کم از کم چالیس پچاس لاکھ روپیہ چھوڑ کر جاتے۔ بعض نے اپنے الفاظ میں لکھا کہ بے نظیر ہستی تھی اور اب صدیوں ایسی ہستی دنیا نہیں پیدا کر سکتی، بعض نے لکھا کہ متعدد کتابیں تو ایسی تصنیف کی ہیں کہ جن کی نظیر سلف میں بھی نہیں پائی جاتی۔ بعض نے لکھا کہ مولانا نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اُن کی اولاد اُن کی تصانیف کثیرہ ہیں۔

دو تین جرید سے جو اس وقت اتفاق سے میرے پاس موجود ہیں ان کا بقدر ضرورت اقتباس ذیل میں درج ہے۔ چنانچہ رسالہ البرہان دہلی مورخہ اگست ۱۹۴۳ء میں اس حادثہ کا اظہار مضمون ذیل میں کیا گیا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ حکیم الامت

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ

یوں تو موت اس عالم آب وگل کی ہر اس چیز کے لئے ہی مقدر ہے جو زندگی کا عاریتی لباس پہنکر بساطِ ہستی پر نمودار ہوئی ہے۔ لیکن جس طرح زندگی زندگی میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک کی موت بھی یکساں نہیں ہوتی کبھی کبھی ایسی اموات بھی واقع ہوتی ہیں جو صرف افراد و اشخاص کی اموات نہیں ہوتیں بلکہ ان ہزاروں لاکھوں انسانوں کی عمارت حیات بھی اس سے متزلزل ہو جاتی ہے جو مرنیوالے کے دامانِ عقیدت وارادت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر اس کی موت کا ماتم آنکھوں کے چند قطرہائے اشک سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ہزاروں دلوں کی پُرسکون آبادیاں ایک مستقل غمکدہ آمال وامانی بن کر رہ جاتی ہیں۔ امیدوں اور ولولوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں۔ نشاط وکامرانی حیات کے آتشکدے سرد ہو جاتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس حادثۂ جانکاہ نے کائناتِ عالم کی ہر ہر چیز کو اداس اور غمگین بنا دیا ہے۔ اسی قسم ایک موت پر عربی شاعر نے کہا تھا ؎

وَمَا کَانَ قَیْسٌ ھُلْکُہٗ ھُلْکَ وَاحِدٍ   وَلٰکِنَّہٗ بُنْیَانُ قَوْمٍ تَھَدَّمَا

قیس کا مرنا صرف ایک شخص کا مرنا نہیں ہے بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھا جو منہدم ہو گئی۔

گذشتہ ماہ جولائی کی تاریخ ۱۹؍۲۰ کی درمیانی شب کو تقریباً دس بجے حکیم الامت حضرت مولانا **اشرف علی** صاحب تھانوی کا جو سانحۂ ارتحال پیش آیا وہ اسی قسم کا سانحہ تھا۔ حضرت مولانا جس طرح شریعت کے عالم متبحر تھے طریقت اور سلوک میں بھی مقامِ رفیع کے مالک تھے۔ ان کی ذات علومِ ظاہری و باطنی کا مخزن تھی علمِ سفینہ سے زیادہ علمِ سینہ ان کا اصلی جوہر اور زیور تھا۔ تحریریں علم وفضل کا معدن ہوتی تھیں اور تقریر بھی بلا کی اثر انگیز تھی وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اسے برملا کہتے اور کرتے تھے اور اس میں انہیں کسی لومۃ لائم کی پروا نہیں ہوتی تھی خود ایک درویش گوشہ نشین تھے مگر ان کا آستانہ بڑے بڑے اربابِ ثروت و دولت اور اصحاب علم وفضل کی عقیدت گاہ تھا جو بات اور جو عمل تھا اخلاص و للہیت کے ساتھ تھا۔ دنیوی وجاہت و شہرت اور مالی حرص و آز کا شائبہ دل کے آس پاس بھی کبھی گذر نہ ہوا تھا۔ اپنے اصول اور اپنے عقیدہ وخیال پر اس مضبوطی اور پختگی سے عمل پیرا ہوتے تھے کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو اس سے منحرف نہیں کر سکتی تھی۔ حضرت مرحوم کا آستانہ معرفت و روحانیت کا ایک ایسا چشمہ صافی تھا کہ ہزاروں تشنہ کام آتے اور

Marfat.com

سیراب ہو کر جاتے تھے، وہ جن کی زندگیاں معصیت کوشی اور عصیاں آلودگی میں بسر ہوتی تھیں، یہاں سے پاک صاف ہو کر اور گوہر مقصود سے دامانِ آرزو کو بھر کر واپس لوٹتے تھے۔ ان کی زندگی اتباعِ سنت کا ایک زندہ درس اور اُن کی گفتگو اسرار و رموزِ طریقت کا دفتر ہوا کرتی تھی۔ بعض مسائل میں علماءِ ہند کی ایک جماعت کو ان سے ہمیشہ اختلاف رہا لیکن تقوی و طہارت تفقہ فی الدین شرعی علوم میں مہارت و بصیرت، راست گفتاری اور مخلصانہ عمل کوشی انابت الی اللہ بے لوث خدمتِ دین، غرضیکہ تلقینِ رشد و ہدایت، حضرت مرحوم کے یہ وہ اوصافِ عالیہ اور فضائلِ حمیدہ تھے جو ہر موافق و مخالف کے نزدیک برابر مسلم رہے۔ بعض عوارض و اسقام کی بنا پر گوشہ نشین ہونے سے قبل اپنے مواعظ حسنہ اور اپنی کثیر تصانیف کے ذریعہ حضرتِ مرحوم نے اصلاحِ عقائد و اعمال اور ابطالِ رسوم و بدعات کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے وہ غالباً تمام ہم عصروں میں ان کا واحد طغرائے امتیاز ہے۔ قوم نے ان کو "حکیم الامت" کا خطاب دیا تھا اور بالکل بجا دیا تھا حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہزاروں انسانوں کے روحانی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا کہ جو خزف ریزے تھے وہ گوہر آبدار بن گئے اور جو صرف پیتل تھے وہ زرِ خالص ہو گئے۔

چھوٹے بڑے رسالے اور مستقل تصانیف جو مولانا کے قلم سے شائع ہوئیں ان سب کی مجموعی تعداد تازہ ترین شمار کے مطابق آٹھ سو سے اوپر بیان کی جاتی ہے جن میں سے کثیر تصنیفات ملک میں اتنی مقبول ہوئیں کہ اب تک ان کے درجنوں اڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے اور غالباً اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ مولانا کی تصنیفات جو اب تک طبع ہو چکی ہیں انکی مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہے۔ مولانا کی سیر چشمی اور فیاضی، خلوص اور للّٰہیت کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ تصنیفات کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوصف آپ نے کبھی کسی کتاب کا حقِ اشاعت و طبع اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا۔ ہر شخص کو ان کے چھاپنے اور طبع کرانے کا اذنِ عام تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں مولانا کا صرف یہ ایک عمل ہی ایسا ہے جو آجکل کے بڑے بڑے نامور علماء کے لئے سرمایۂ عبرت اور درسِ موعظت ہو سکتا ہے۔ پھر یہ تصانیف کسی خاص طبقہ کے لئے مخصوص نہیں، علماء اور فضلاء، اربابِ شریعت اور اصحابِ طریقت، مرد اور عورتیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی اردو خواں ہر ایک ان سے استفادہ کر سکتا اور اپنے لئے اصلاحِ ظاہر و باطن کا سامان بنا سکتا ہے۔ مولانا کی تحریروں میں اسرار و نکات کے علاوہ ایسا عجیب و غریب منطقی اور عقلی استدلال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا حریف بھی تصدیق و تائید سے کوئی مفر نہیں دیکھتا جس بات کو بیان کرتے ہیں نہایت وثوق اور یقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت مرحوم کی تحریریں اور ان کی گفتگو غیر معمولی ذکاوت و فطانت کی آئینہ دار ہوتی تھیں۔ بات سے بات پیدا کرنا اور ہر معاملہ کی اصل حقیقت کو پہچاننا اُن کی ذہانت کا خاص جوہر تھا۔

Marfat.com

خواص کے لیے تفسیر بیان القرآن اور شرح مثنوی مولانا روم اور عورتوں کے لیے بہشتی زیور آپ کی ایسی گراں بہا اور کثیر الشیوع تصنیفات ہیں کہ جو اپنی مخصوص نوعیت کے اعتبار سے اردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور موخر الذکر کتاب تو اس قدر مقبول ہوئی ہے کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی اردو خواندہ ہوگا جس نے کم از کم اس کا نام نہ سنا ہو۔

مولانا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو ہوئی تھی اس حساب سے آپ کی عمر تقریباً ۸۳ سال ہوتی ہے۔ آپ کی مفصل سوانح عمری اشرف السوانح کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں آپ کی حیات میں ہی شائع ہو گئی تھی جس کی تصنیف کا شرف اردو زبان کے مشہور شاعر اور فاضل خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب اور مولوی عبد الحق صاحب کو حاصل ہے۔ اب اگرچہ حضرت مولانا کی وفات ہو چکی ہے لیکن وہ اپنی تصنیفات اور اپنے عملی کارناموں کے باعث آج بھی زندہ ہیں خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو آپ کے بعد ان زندہ جاوید یادگاروں سے روشنی حاصل کریں اور ان کی رہنمائی میں اسلام کے صراطِ مستقیم پر چلیں۔

حق تعالیٰ اعلیٰ علیین میں مولانا کے مدارج و مراتب بیش از بیش بڑھائے کہ وہ عمر بھر لوگوں کو اسی کی راہ کی طرف بلاتے رہے اور قیامت میں ان کا حشر صدیقین و ابرار کے ساتھ کرے کہ انھوں نے اپنی زندگی ہمیشہ ایک مومن قانت و صدیق کی سی طرح بسر کی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

اسی طرح ایک اور جریدہ لکھتا ہے:-

"حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حادثہ ارتحال کی خبر تمام ملکی جرائد میں شائع ہو چکی ہے۔ مولانائے مرحوم کی دردناک رحلت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ ان کی موجودگی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی زمانہ میں فسادِ عام ہے خرابی و خستہ سامانی ہر طرف آشکارا ہے۔ اخلاق و رسوم کے دائرہ میں اب بھی ہزاروں انسان اپنی صلاح و فلاح کے لیے بیچین ہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ زمانہ حاضرہ میں علمائے سلف کا نمونہ تھے، یگانۂ روزگار مصلح اخلاق و اعمال تھے۔ مولانا کے ذریعہ سے عامۃ الناس کی اصلاح کا کام جس وسیع پیمانہ پر ہوا اس کی مثال زمانہ حال میں نہیں ملتی ابتدا سے انتہا تک انضباط و کمال کا نمونہ دیکھیے اس نقصان عظیم کی تلافی [illegible] کس طرح ہو قرآنی تعلیم و تبلیغ تجوید و ترتیل سے شغف یا حضرت مرحوم کا علمی [illegible] ہونے اور صلحا رکھی صورتیں بھی اور بیٹے بھی عوام اپنی خواہش [illegible] ذاتی طور پر کبھی نفع کا خیال نہیں فرمایا [illegible]

Marfat.com

دعا ہے کہ حضرت مرحوم رحمت الٰہی کے سایہ میں ابدی زندگی کی نعمت سے فیضیاب ہوں اور آپ کے فیوض و برکات سے آنیوالے بھی محروم نہ رہیں۔ ہم حضرت مرحوم کے جملہ پسماندگان و مریدین کیلئے صبر و سکون کی دعا کرتے ہیں حق تعالیٰ تمام متوسلین کے قلوب کو صبر کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین"

ایک اور جریدہ بھی دیکھئے کیا لکھتا ہے:۔

"ہندوستان کے مسلمانوں کے حلقہ میں اس خبر سے ایک ماتم بپا ہے کہ ۱۹ر جولائی کی شب کو حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جو صحابہ کرام کا زندہ نمونہ تھے اپنے وطن تھانہ بھون میں رحلت فرما گئے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ہندوستان کے اُن علمائے باعمل میں سے تھے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور جن کے نقصان کی تلافی کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ شاید آئندہ پانسو سال میں بھی ہندوستان اس نقصان کو پورا نہ کرسکے گا۔ مولانا اشرف علی تھانوی جو ایک بہت بڑے عالم ہونیکے ساتھ ساتھ زبردست روحانی پیشوا بھی تھے۔ آپکی ساری عمر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں گذری ہے۔ آپ کا ہندوستان کے مسلمانوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ آپنے قرآن پاک کا بامحاورہ ترجمہ فرما کر اور بیان القرآن جیسی آسان تفسیر تحریر کرکے کلام اللہ کے نکات کو ان ہندوستانیوں پر بھی منکشف کردیا جو عربی زبان سے بالکل ناآشنا تھے۔ اس کے علاوہ آپنے چالیس پچاس کے قریب وہ مستند دینی کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کا جواب اس وقت اسلامی لٹریچر میں موجود نہیں ہے' مولانا کے ترجمہ قرآن پاک اور کتب کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج ہندوستانی مسلمانوں کا ایک گھر بھی ایسا نہیں ہے جسمیں مولانا مرحوم کا مترجم قرآن مجید اور دینی کتب موجود نہ ہوں' مولانا اس دنیا میں سے چلے گئے ہیں لیکن اپنے پیچھے مسلمان قوم کیلئے ایک ایسا زبردست علمی اور مذہبی سرمایہ چھوڑ گئے ہیں جو دنیا تک مسلمانان ہند کی رہنمائی کرے گا' مولانا مرحوم کی رحلت نہ صرف اسلامی ہند بلکہ دنیائے اسلام کا ناقابل تلافی نقصان ہے' ہم کو اس زبردست حادثہ میں مولانا مرحوم کے اعزا' معتقدین اور مریدین سے دلی ہمدردی ہے"

اور ایک سیاسی جریدہ رقمطراز ہے:۔

حضرت مولانا اشرف علی مرحوم کی وفات

۱۹ر اور ۲۰ر جولائی کی درمیانی شب میں مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ ۸۲ برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے مدرسہ فیض عام کانپور میں معلمی کے بعد اپنے وطن تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر) میں آپ قیام پذیر رہے جو آپ ہی کی وجہ سے پورے ہندوستان کے لئے رشد و ہدایت کا ایک مرکز بن گیا' مولانا کی حکمت' تقویٰ اور زہد نے مسلمانوں کے

Marfat.com

ہر طبقہ کو متاثر کیا۔ تصنیفات کے اعتبار سے مولانا کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے، معاشرتِ اسلامی پر آپ کی مبسوط کتاب "بہشتی زیور" بہت معروف ہے اس کتاب سے لاکھوں عورتوں کو اسلام [illegible] ملی سے واقفیت حاصل ہوئی اور عام طور پر طبقۂ نسواں کی تعلیم میں اضافہ ہوا، خواص کے لئے شرح مثنوی مولانا روم اور بیان القرآن کی جید تصانیف ہمیشہ آپ کی یادگار رہیں گی۔ عام رسائل اور کتابیں اس درجہ مقبول و مطبوع ہوئیں کہ بقول مولانا فلاں ان کتابوں کی مجموعی قیمت چالیس لاکھ روپیہ سے کسی صورت میں کم نہیں ہے۔ اس عام مقبولیت کے باوجود کسی ایک کتاب کا حق بھی مولانا نے اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا طبع و اشاعت کی عام اجازت رہی، اس سے مولانا کے اخلاص اور سیر چشمی کا اندازہ ہوتا ہے، تازہ ترین شمار کے مطابق مولانا مرحوم کی کل تصانیف کی تعداد آٹھ سو تین ہے۔ عملی سیاسیات سے اگرچہ مولانا موصوف ہمیشہ کنارہ کش رہے لیکن سیاسیات میں بصیرت تامہ رکھتے تھے، آپ اس کے کبھی مؤید نہیں رہے کہ مسلمان کانگریس میں شریک ہوں اس بنا پر کہ مسلم لیگ بہرحال مسلمانوں کی جماعت ہے، مسلمانوں کی جداگانہ تنظیم کی حامی ہے اسلامی طریقہ پر مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کی دعویدار ہے۔ آپ اس کے مؤید تھے کہ سیاسی جماعت کے طور پر مسلمانوں کو اسی میں شامل ہونا چاہئے مولانا واعظ کی حیثیت سے بھی ہندوستان میں بہت مشہور تھے، ہندوستان میں وسعت کے ساتھ آپ نے دورے کئے، آپ کے وعظوں میں ہزار ہا مسلمانوں کا مجمع ہوتا تھا اور وہ متاثر ہو کر جاتے تھے، آپ کے مریدین کی تعداد بہت کثیر ہے، تحریر و تقریر اور ذاتی مثال کے ذریعہ چودھویں صدی کے اس نصف اول میں آپ نے وسعت کے ساتھ اسلامیت کی تبلیغ فرمائی، کہن سالی اور ضعف کے باوجود آپ آخر وقت تک مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہے، ذاتی حیثیت سے تقویٰ اور عمل کے معاملہ میں آپ کا خاص مرتبہ تھا اسکے باوجود کہ مولانا نے پوری عمر پائی لیکن پھر بھی افسوس ہے کہ یہ شمع علم و ہدایت بجھ گئی اور مسلمانوں کی محفل سونی ہو گئی خدا مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور مقامات بلند کرے۔"

ایک اور جریدہ میں طویل مضمون ہے جس کی صرف تمہید اور چند آخری فقرے ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

"محفل دوشیں کا وہ چراغ سحر جو کئی سال سے ضعف و مرض کے جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر بیاسی سال تین ماہ دس روز جل کر ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ کی شب کو ہمیشہ کے لئے بجھ گیا"

داغ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی حکیم الامۃ مجدد طریقت شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرض ضعف و اسہال میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۹ اور ۲۰ جولائی کی درمیانی شب کو ۱۰ بجے نماز عشاء کے وقت اس دار فانی کو

Marfat.com

الوداع کہا۔ اور اپنے لاکھوں معتقدوں اور مریدوں اور مستفیدوں کو غمگین و مہجور چھوڑا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن
اب اس دور کا بالکلیہ خاتمہ ہوگیا جو حضرت شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی مولانا یعقوب صاحب نانوتوی مولانا
قاسم صاحب نانوتوی مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی یادگار تھا۔ اور جس کی ذات میں حضرات چشتیت اور حضرت
مجدد الف ثانی اور حضرت سید احمد بریلوی کی نسبتیں یکجا تھیں جس کا سینہ چشتی ذوق و عشق اور مجددی سکون و محبت
کا مجمع البحرین تھا۔ جس کی زبان شریعت و طریقت کی وحدت کی ترجمان تھی جس کے قلم نے فقہ و تصوف کو ایک مدت
کی ہنگامہ آرائی کے بعد باہم ہم آغوش کیا تھا اور جس کے فیض نے تقریباً نصف صدی تک اللہ تعالیٰ کے فضل و
توفیق سے اپنی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت سے ایک عالم کو مستفید بنا رکھا تھا اور جس نے اپنی تحریر و تقریر سے حقائق
ایمانی، دقائق فقہی، اسرار رحمانی اور رموز حکمت ربانی کو برملا فاش کیا تھا اور اسی لئے دنیا نے اس کو حکیم الامۃ کہہ کر
پکارا اور حقیقت یہ ہے کہ اس اشرف زمانہ کے لئے یہ خطاب عین حقیقت تھا الخ۔

تصنیفات میں بلکہ ہر تحریر میں اہل نظر کو یہ معلوم ہوگا کہ گویا مصنف کے سامنے سارے مسائل و مواد یکجا ہیں اور وہ
سب کو اپنی اپنی جگہ احتیاط سے رکھتا جاتا ہے، عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ مصنف جس موضوع پر قلم اٹھاتا ہے اس کو
اس میں ایسا غلو ہو جاتا ہے کہ دوسرے گوشوں سے اس کو ذہول ہو جاتا ہے۔ حضرت کی تصانیف کی خاص بات
یہ ہے کہ قلم ہر ایک کی احتیاط اور رعایت کر کے اور غلو سے بچکر اس طرح نکلتا ہے کہ جاننے والوں پر حیرت چھا جاتی
حضرت کی تجدید طریقت کا بڑا کمال یہ ہے کہ طریقت کو جو ایک زمانہ سے صرف چند رسوم کا مجموعہ ہو کر رہ گئی
تھی زوائد و حواشی سے صاف کر کے قدما اور سلف صالحین کے رنگ پر لے آئے الخ۔

آخر ضعف و اضمحلال کی حالت میں بھی مجلس کا وقار نظم و نسق اور اصول و قواعد کی پابندی بدستور جاری تھی
اور آخر لحظہ حیات تک اس میں فرق نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ایک کامل زندگی کو جو کمال زہد
ورع، کمال اتباع شریعت کمال اتباع سنت کیساتھ تھی اس زمانہ میں نمونہ کے لئے پیدا کیا وہ آئی اور ساٹھ
برس کے مجاہدہ کا نمونہ دکھا کر واپس گئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وادخلہ اعلیٰ علیین وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی
الامین وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

اخبار مدینہ بجنور مورخہ یکم اگست ۱۹۴۳ء میں ہے:

حضرت مولانا اشرف علی

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک ایسا سانحہ ہے جو اگرچہ اس کارگاہ ہستی

میں بالکل فطری ہے لیکن جس پر ماتم کرنے والی آنکھ کبھی خشک نہیں ہو سکتی۔ حکیم ثنائی کے قول کے بموجب ایک مرد کامل کو پیدا ہونے میں صدیاں نہیں صدیوں سے بھی کچھ زیادہ ہی زمانہ درکار ہوتا ہے پھر جب ایسا گوہر نایاب دنیا کو خوش قسمتی سے ہاتھ لگ جاتا ہے تو اس کی جدائی جتنی بھی شاق گذرے کم ہے۔ خدا کے فضل سے مولانا تھانوی رح کی عمر بہت کافی ہوئی۔ اسی اور نوے سال کے بیچ میں عمر کے عدد کا پہنچ جانا آجکل کے پُر از آلام و امراض زمانہ میں بہت بڑی بات ہے پھر قدرت کی عنایت سے آپ کی صحت بھی اتنی اچھی رہی کہ سینکڑوں ہی کتابیں لکھ ڈالیں لیکن پھر بھی آپ کی جدائی کا تصور آنکھوں کو اشکبار ہونے سے باز نہیں رکھتا ؎

دل کے جانیکا شہیدی حادثہ ایسا نہیں + کچھ نہ رو دے آہ گر ہم عمر بھر رویا کئے

مولانا کی سیاسی رائے سے ہمیں کبھی اتفاق نہ ہوا الخ۔ لیکن بایں ہمہ مولانا تھانوی رح کی علمی برتری اور اُن کے طہارت و تقویٰ کی بلندی کے آگے ہمارا سر نیاز ہمیشہ جھکا رہا مولانا ایک بے مثال فقیہ تھے ایک عدیم النظیر مفسر تھے، بے مثال متکلم اور بلند پایہ محدث تھے، پھر خوش قسمتی سے علم و فضل کے اس نعمت کے ساتھ ساتھ تصوف و طریقت کے میدان کے بھی شہسوار تھے، آپ کی خانقاہ اس ضلالت و گمراہی کے دور میں طالبان حق کے لئے روشنی کا مینارہ تھی آپ کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپکا دل دشمن سے بھی انتقام لینے کا روادار نہ تھا چنانچہ آپ اپنے منہ الفول کے خلاف شاذ و نادر ہی کبھی کوئی لفظ زبان سے نکالتے تھے، آپ کی زندگی بہت باقاعدہ تھی، کھانے پینے، سونے جاگنے، اور اٹھنے بیٹھنے کے تمام اوقات مقرر تھے جن پر سختی سے عمل فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی صحت آخر وقت تک قابل رشک طور پر اچھی رہی ان تمام خصوصیات کے پیش نظر دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ ایسی جامع شخصیت اب دنیا بمشکل ہی پیدا کر سکے گی۔ غرض مولانا رح کی شخصیت ایک بہت بلند و ممتاز حیثیت کی مالک تھی آپ کے ارادت مندوں کی تعداد ملک میں کافی ہے خاص بات یہ ہے کہ اس تعداد میں اچھے اچھے علماء و فضلاء اور بڑے بڑے اہل علم و بصیرت لوگ شامل ہیں الخ۔ خدا مولانا رح کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں صبر جمیل کیساتھ ساتھ اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بلند ارزانی فرمائے۔ آمین فقط۔"

تاریخ وفات سانحہ ارتحال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از نتیجۂ فکر مولانا سوز ناروی منقول از اخبار مدینہ ۱۷ مجریہ یکم اگست ۱۹۴۳ء

بر وفات ایں چنیں عالم نہ گریند جہاں + کو دریں ایام علم و زہد را حاصل بُدے
مصرعہ تاریخ رحلت گفت سوز ناروی + مولوی اشرف علی تھانوی کامل بُدے

Marfat.com

آپ بعض خطوط کے بھی اقتباسات ملاحظہ ہوں، ایک مختلف المشرب جماعت اہل علم کے خاص رُکن کس بے تعصبی اور دلسوزی اور اخلاص سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"وفقکم اللہ صبراً جمیلاً۔ ابھی اشرف العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر معلوم ہوئی سمجھ میں نہیں آتا کہ کن الفاظ میں آپ لوگوں کو نہیں خود اپنے کو بلکہ ملتِ اسلامیہ کو تلقینِ صبر کروں، اتنا بڑا نقصان، یہ خسارۂ کبریٰ اور یہ فاجعۂ عظمیٰ! کیا الحاد و زندقہ کی اقبال مندی میں قدرت کو اضافہ منظور ہے کہ ایسے فرد فرید کو ہم سے جُدا کر لیا گیا ہے جس کی بزم دینی میں چند منٹ حاضر رہنا ہی قلب و دماغ کو حقائق اسلامی سے متاثر کرنے کے لئے کافی تھا۔ اُس رب کی قسم جو آں مغفور کی قبر کو گوشۂ جنت بنا چکا ہوگا اب یہاں سے وہاں تک سناٹا نظر آتا ہے، قرآن کو جاننے والے بھی چند ہیں، محدث بھی ہیں، صوفی بھی ہیں، عالم بھی ہیں اور ادیب و خطیب بھی مگر ایسی ہستی اب کہاں جو ان صفات کی مع کمالات دیگر جامع ہو، دینداری رو رہی ہے، روحانیت ماتم گسار ہے اور علم کی محفلیں خاموش، یقین کرنے کی بات نہیں مگر میرے ایسے کتنے ہوں گے جو یہ دعا پہلے نہ کرتے ہوں کہ خدایا ہماری عمروں میں کمی کر کے اس خادم دین محمدی اور محافظ ناموس شریعت کی عمر میں اضافہ کر دے (از مؤلف واقعی ایسے بہت تھے چنانچہ ایک ایسا ہی خط دیگر خطوط کے ساتھ اپنی جگہ نقل بھی کیا جا چکا ہے) مگر یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ اور ہائے کہ قلم ان کے نوحے میں اور دل ان کے استغفار میں مصروف ہے، مغفور اللہ مولانا المغفور کا کوئی جانشین تو نہیں ہو سکتا (بحالتِ موجودہ) مگر آپ لوگوں نے جن بزرگ کو ان کی خلافت کا سب سے زیادہ اہل سمجھا ہو ان کی خدمت میں میری طرف سے بھی بعد سلام مسنون کلمات تعزیت عرض کر دیجئے اور اپنے پیر بھائیوں سے (از مؤلف، حضرت اقدس کے یہاں رسم جانشینی کہاں، حضرت نے تو اس رسم کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام سجادہ نشینی ہے اور ویسے بھی ایسی نادر ہستیوں کی جانشینی کیسے ممکن ہے جو صدیوں کے بعد پیدا کی جاتی ہوں اور اس کے لئے جگہ کی تخصیص بھی ضروری نہیں بقول احقر ؎

جہاں ہوگی برکت وہ ہوگی یہیں کی + ضرورت ہی کیا ہے کسی جانشیں کی

یہاں رہتے تھے قطب الارشاد عالم + یہی تربیت گاہ روئے زمیں کی)

خواجہ صاحب یاد رکھیئے آپ کے ساتھ آج وہ بہت سے دل بھی رو رہے ہیں جو کل آں مبرور سے جزوی اختلافات کا اثر رکھتے تھے مگر یہ سانحہ ایسا ہے جس نے ہم ہی کو اس خسارہ کا احساس کرا دیا ہے جو شاید برسوں دفع نہ ہو سکے گا۔ خواجہ صاحب روئیے نہیں! خوش ہوجئے کہ آپکے پیرو مرشد نے شاندار شاندار خدمت

دینی گرمی اور فخر کیجئے کہ آپ کی آنکھوں نے ایسے باکمال کو برسوں دیکھا، اور ناز کیجئے کہ آپ برسوں اُن سے مستفید ہوئے

فاللہ ولی التوفیق۔ والسلام۔

ایک مشہور اہلِ قلم فاضل کی تحریر ملاحظہ ہو۔

"کرم گستر! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کیا عرض کیا جائے، کن الفاظ میں عرض کیا جائے کہ سانحہ عظمیٰ کی خبر سُنکر دل پر کیا گذر رہی! دل پر تنہا میرے ہی نہیں، میرے گھر بھر کے، بیوی کے، لڑکیوں کے، لڑکوں کے، سب کے! تعزیت کروں تو کس سے کہ میں خود ہی مستحق تعزیت ہوں! اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

عالمِ اسلامی کیلئے اس سے بڑھکر قیامت خیز حادثہ اس وقت اور کیا ہو سکتا ہے، دنیائے اسلام یں سناٹا ہوگیا وقت کا سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا عارف، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوج کا سب سے بڑا کارگذار اور وفادار جنرل رفیقِ اعلیٰ سے جاملا! ہم بدبخت ایسی نعمت کے اہل ہی کب تھے! حیرت اس پر نہیں کہ نعمتِ عظمیٰ اپنے وقت پر واپس لے لی گئی۔ حیرت اس پر ہے کہ اتنے دنوں ہم میں رہی کیسے تو بہار عالمِ دیگری زکجا بہ این چمن آمدی کا مصرعہ سُنا بار ہا تھا عملی مصداق اس ذات اقدس میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

بڑے گھر اور چھوٹے گھر دونوں جگہ براہ کرم اس تباہ کار کا مخلصانہ پیام تعزیت پہنچا دیجئے۔ وہ نوکی تو سلطنت ہی لُٹ گئی۔ گو اس سلطنتِ فانی کے مقابلہ میں سلطنت باقی پر حق بھی قائم ہوگیا سب صاحب یقین فرمائیں کہ دل جگر محض ان ہی کے دکھے ہوئے نہیں ہیں اُمت کے بیشمار افراد اُنھیں کی طرح مُرغِ بسمل ہو رہے ہیں۔ اللہ ہم کو صبر عطا فرمائے تا آنکہ ہم سب اپنے مالک و مولیٰ کے حضور میں اپنے امی محبوب اور اس کے امی مقبول بندے کے واسطہ سے پہنچ جائیں والسلام

ایک اور فاضل محقق و مدقق ارقام فرماتے ہیں:۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آخر یہ دنیا کی رفاقت ادنیٰ سے گذر کر حضرت رحمہ اللہ "رفیق اعلیٰ" سے جا ملے! کل خبر وصال اخبار سے ملی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کون کس کی تسلی و تعزیت کرے ساری امۃ محمدیہ کا حادثہ ہے۔ حضرتِ اقدس صدی کے مجدد تھے، ساری امت محمدیہ محتاج تعزیت ہے اور سب سے بڑھکر اس امت کو بدنام کرنے والا یہ ناکارہ جو قدم قدم پر حضرت کی دستگیری کا طلب گار رہتا تھا اب بھی کتنے سوالات اور کتنی باتیں جمع تھیں جن کے پیش کرنے کے لئے حضرت کی صحت کا انتظار تھا! کتابوں اور کتب خانوں میں نہ ملتا تھا جو حضرت کے ایک دو فقروں میں ملجاتا تھا اور میری تسکین و تشفی کا سارا سرمایہ تو بس یہی تھا۔

کتابوں اور کتاب والوں کے پاس معلومات کی کمی نہیں لیکن حالات خاص حالات و مصالح کی حکیمانہ رعایت

اور حکیمانہ شفقت تو حضرت حکیم الامت جیسے شیخ کامل ہی کا کام تھا۔ جزاہم اللہ عنا وعن ہذہ الامۃ۔

حدیث شریف میں ہے کہ "موت انسان کا عمل منقطع کر دیتی ہے، صرف تین چیزیں رہ جاتی ہیں، صدقہ جاریہ اور علم جس سے انتفاع ہو اور اولاد صالح جو اس کے حق میں دعا کرے"۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صدقہ جاریہ غالباً خود بھی جاری فرما دیا تھا اور علوم سے تو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک انتفاع ہوتا رہیگا، باقی معنوی اولاد صالح آپ کے حضرات سے بڑھکر کون ہے۔ جو حضرت کی مغفرت و رفع درجات کے لئے دست بدعا رہنا خود اپنی سعادت جانے۔ اللّٰہم اغفر لہ وارفع درجتہ فی المہدیین و عقبا منہ عقبی حسنۃً وافسح لہ فی قبرہ ونوّر اللہ فیہ۔ آمین یارب العلمین۔

سب سے آخر میں ایک دردنامہ غمناک بھی نقل کیا جاتا ہے جو گویا ترجمانی کر رہا ہے سب خدام کے قلوب کی۔ حضرت اقدسؒ کے ایک عزیز قریب کو ایک دردمند خادم ان الفاظ میں اپنا اظہار غم فرماتے ہیں اور قریب قریب سب خدام کی یہی حالت ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ماہ گذشتہ میں حادثہ جانکاہ کی خبر سنکر ایسا بدحواس ہو گیا تھا کہ جناب کی خدمت میں کوئی عریضہ ارسال نہ کر سکا اور لکھتا تو بھی تو کیا لکھتا، کئی مرتبہ لکھنے بیٹھا، یہ سوچکر کہ کیا لکھوں اور کس کو لکھوں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو کبھی کم نہ ہونے والے غم کا اظہار کر سکیں جو نہ اس سے پہلے کبھی ہوا تھا، نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ میں ہی اکیلا اس غم میں نہیں مبتلا ہوں بلکہ ہر مسلمان کا دل رو رہا ہے، آنسو امنڈ آتے اور قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا، اب بھی یہی حالت ہے، حیران ہوں لکھوں تو کیا لکھوں، ہر شخص روتا ہوا نظر آتا ہے، بارش ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے آسمان رو رہا ہے، آلٰہی یہ کیا ماجرا ہے کہ ساری دنیا ماتم کدہ بن گئی۔ پہلے سوچا کرتا تھا کہ خدانخواستہ یہ سایہ رحمت ہم گنہگاروں کے سروں سے اگر اٹھ گیا تو کیا ہوگا۔ اب کہ یہ خیال حقیقت سے بدل گیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ایسے گنہگار کس کے زیر سایہ پناہ لیں گے، ابھی چند قریبی عزیز داروں کے داغہائے مفارقت مٹنے نہ پائے تھے کہ دنیا کا یہ سب سے بڑا اندوہناک واقعہ پیش آگیا، جس نے اور سب غموں کو بھلا دیا، ماں باپ نے انتقال کیا، ماموں نے انتقال کیا اور بہت سے عزیز رخصت ہوئے مگر اتنا بڑا المناک واقعہ نہ پہلے کبھی پیش آیا تھا نہ آئندہ پیش آئے گا۔ اب اپنی اور باقی ماندہ رشتہ داروں، بیوی بچوں کی زندگیاں ہیچ معلوم ہوتی ہیں، زمانہ موجودہ کی سب سے بڑی ہستی انسانیت کا سب سے بڑا مکمل نمونہ جب آنکھوں سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہو جائے، وہ آفتاب جس کے علم و فضل کے نور سے ساری دنیا منور ہو رہی ہو جب غروب ہو جائے تو پھر ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے کب تک کام نکل سکتا ہے بس اب

Marfat.com

دنیا اندھیر معلوم ہوتی ہے ایک سہارا تھا ایک جائے پناہ تھی ایک مرجع تھا گنہگار سب طرف سے مایوس ہو کر ادھر کا رُخ کرتا تو وہاں سے یہی شفقت آمیز جواب ملتا کہ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو توبہ کرلو توبہ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ کرلو اور ہر بار مصمم ارادہ کرو میں دعا کرتا ہوں تم بھی دعا کرو ان شاء اللہ تعالیٰ مغفرت ہو جائے گی۔

افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سچے جانشین سے یہ شفقت آمیز کلام سنکر بڑے سے بڑے گنہگار کی ڈھارس بندھ جاتی تائب ہو جاتا اور ایمان کی دولت کا ملہ سے مالا مال ہو جاتا۔ اب یہ دولت کہاں ملے گی قرآن و حدیث و فقہ کے خزانے زر و جواہر سے معمور ہیں اور رہیں گے مگر افسوس کہ ان کا لٹانے والا اور گھر گھر تقسیم کرنے والا رخصت ہو گیا کسی خاندان کا بزرگ رخصت ہو جاتا ہے تو لوگ تعزیت کے خطوط بھیجکر پسماندگان کے غم کو ہلکا کر دیتے ہیں لیکن جب وہ اعظم المعظم ہستی دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرما جائے جس کے روحانی فرزند ہر خاندان میں کثیر تعداد میں موجود ہوں جس عالم کی موت سے حقیقت میں عالم کی موت ہو ہر مسلمان اپنے کو یتیم سمجھنے لگے اور گھر گھر اس کا ماتم ہونے لگے تو کس کس کے پاس تعزیتی خطوط بھیجے جائیں اور بھیجے کون بس یہی مناسب ہے کہ سب ملکر چپکے چپکے روئیں اور تلاوت قرآن مجید اور خیر خیرات کے ذریعہ ان کی روح پاک کو ایصال ثواب کرکے فیض حاصل کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک ہم سب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات و تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد +

چند نقول نمونہ از خروارے بفضلہ تعالیٰ ختم ہوئیں۔ ناظرین نے مذکورہ بالا بیانات سے بخوبی اندازہ فرمالیا ہوگا کہ حضرت اقدس قدس سرہ کا کتنا گہرا اثر مسلمانوں کے [illegible] طبقہ پر تھا۔ اور اس [illegible] عظیم کا غم کتنا عام ہے [illegible] متاثر ہیں کیا اپنے کیا بیگانے کیا موافق کیا مخالف بات یہ ہے کہ حضرت اقدس نے جس سے محبت کی خدا کے لئے کی۔ اور جس سے اختلاف کیا وہ بھی خدا کیلئے کیا [illegible] محبت تو کسی سے [illegible] عداوت + مزار سجائے کی [illegible] ہوگی +

بڑے بڑے مخالفین کے اقوال و افعال کی تاویل بار بار کرتے سنا۔ اور اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ اہل علم چاہے اپنے مخالف ہی ہوں انکی بھی ذلت سے دل دکھتا ہے کیونکہ اس میں بھی دین کی ذلت ہے [illegible] ہار جائے تو اس کا بھی افسوس ہوتا تھا کیونکہ اس میں بھی اپنی ہی ذلت ہے [illegible] عوام کہیں گے [illegible] ہیں بعض جید اور مشہور علماء نے [illegible] کیونکہ عوام تو ہم جیسوں سے بھی اپنی مشکلات [illegible] علماء کی مشکلات کا حل کرنے والا کون [illegible] وہ کہاں جائیں [illegible]

اس پر ایک مشہور فاضل جید کا مضمون خط مع حضرت کے جواب کے جو حسن اتفاق سے اسی وقت نظر سے گذرا ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جس سے اندازہ فرمالیا جائے کہ علماء و فضلاء کی مشکلات حضرت اقدس کے ذریعہ کس طور سے حل ہوتی تھیں حضرت کو تحریر فرمایا۔ "الحمد للہ حضرت جو کچھ ارشاد تجویز فرماتے ہیں اس میں کوئی وسوسہ و تردد بالکل نہیں رہتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کتاب و سنت کی کوئی صریح نص مل گئی۔ عمل میں کوتاہی ہوتی ہے، لیکن عقل و طبیعت دونوں کے اطمینان و انشراح کے لئے حضرت کا بس فرما دینا بالکل کافی ہو جاتا ہے۔"

اس پر حضرت اقدس نے عربی کی عبارت میں یہ جواب ارقام فرمایا۔ ھذا الحق لصحۃ رائی انشاء اللہ تعالی وانا ادعو لکم ان یزید کم نوراً و ھدیً۔

اسی قسم کا ایک مضمون ایک صاحب نے ایک جریدہ میں تحریر فرمایا تھا جس کا خلاصہ یاد رہ گیا کہ مولانا کی تصانیف میں یہ خاصیت دیکھی کہ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ حضرت فرماتے جاتے ہیں دل و دماغ دونوں ساتھ ساتھ اسکو قبول کرتے چلے جاتے ہیں کچھ دن ہوئے اردو کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں حضرت نے جو احسان اردو زبان پر فرمایا ہے اسکا خاص طور سے ذکر کیا گیا تھا، لکھا تھا کہ حضرت اقدس نے اردو زبان پر بہت احسان کیا ہے بڑے بڑے علوم و معارف کا ذخیرہ اردو میں جمع فرما دیا ہے جو اس سے پہلے نہیں تھا۔

علیگڈھ کالج کے ایک ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی ہندوستان کے ایک دور افتادہ مقام سے ایک جریدہ میں اپنے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ بیشک مولانا کا ماتم عالمگیر ہے۔ سوگواروں میں صرف جبہ و عمامہ والے ہی نظر نہیں آتے بلکہ بہت سے ہیٹ و سوٹ والے بھی ہیں۔

حضرت مولانا اصغر حسین صاحب دیو بندی جو مشہور بزرگ اور یادگار سلف اور نمونۂ اکابر ہیں جب تعزیت کو تشریف لائے تو خانقاہ میں داخل ہوتے ہی اینٹوں کے فرش ہی پر بے اختیار بیٹھ گئے اور سر نیچا کئے دیر تک روتے رہے اور اظہار غم فرماتے رہے، حاضرین خانقاہ بھی وہیں آکر بیٹھ گئے اور یہ منظر بحسرت دیکھتے تھے۔ حضرت میاں صاحب کا یہ ارشاد بھی احقر تک پہنچا ہے کہ خاتم الاولیا، انتقال فرما گئے۔

غرض چاروں طرف سے حضرت کے مآثر و معارف پر صدائے تحسین و آفریں اور اس کے فقدان پر صدائے آہ و زاری ہی بلند ہو رہی ہے ۔ میں بھی اس پر مرمٹا ناصح تو کیا بیجا کیا + اک مجھے سودا تھا دنیا بھر کو سودائی تھی کیا موافق کیا مخالف سبھی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی کہاں؟ یہ قبول عام بمصداق ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔ مقبولیت عند اللہ سے ناشی ہے اسی کو کسی نے یوں کہا ہے ۔

Marfat.com

بجا کہے جسے عالم اسے بجا سمجھو ✣ زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

اور کیوں نہ ہو حضرت اقدس کو بھی تو خلقِ خدا سے انتہا درجہ کی شفقت و دلسوزی کا تعلق تھا جیسا کہ اوپر لکھا گیا کہ ایک زمانہ میں جانوروں تک کیلئے دعا مانگا کرتے تھے، جب زلزلوں یا اور حوادثِ زمانہ کا ذکر سُنتے تو قلب پگھل کر پانی پانی ہو جاتا بہت ہی کُڑھتے، مسلمانوں کے ساتھ تو شفقت کا یہ عالم تھا کہ اپنی اتنی طویل زندگی ان کی خدمت کے لئے وقف فرما دی، اُن کی تباہ حالی کا حضرت اقدس کے لبریزِ شفقت و رحمت قلب پر اس درجہ اثر تھا کہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ اللہ کو خبر ہے میری یہ حالت ہے، کہ جب مجھے مسلمانوں کی دینی دنیوی تباہی کا خیال آجاتا ہے جس میں زیادہ حصّہ خود مسلمانوں کی ناعاقبت اندیشی کا ہے تو رگ رگ میں غم عظیم پھیل جاتا ہے، اور اگر کھانا کھاتے میں خیال آجاتا ہے تو کھانا تلخ ہو جاتا ہے اھ۔ ترکوں کی شکست کے زمانہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہمیشہ راحت ہی راحت میں رکھا ہے اس لئے میں نے کبھی یہ نہ جانا کہ غم کیسا ہوتا ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ غم اسکو کہتے ہیں کیونکہ ترکوں کی شکست اور مسلمانوں کی ذلت و خواری کا قلب پر اتنا شدید صدمہ ہے کہ کھانا پینا بھی تلخ ہو گیا ہے اھ۔

کیا ٹھکانا ہے اس گہری شفقت و دلسوزی کا اور محض زبانی ہی نہیں بلکہ عملی توجہ بھی اتنی ہے کہ ہر سیاسی موقعہ پر مسلمانوں کی صحیح رہبری مختلف رسالے شائع فرما کر برابر کرتے رہے اُن سے فائدہ اُٹھانا نہ اُٹھانا یہ دوسروں کا کام تھا، وفات سے صرف تین ماہ قبل بھی جبکہ ضعف و مرض کی کافی شدت تھی مسلم لیگ کی پوری پوری رہبری فرمائی اور بالکل اسلامی نظریہ کے مطابق۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا گذشتہ سالانہ اجلاس جو ۲۳ اپریل تا ۲۶ اپریل ۱۹۴۳ء بمقام دہلی نہایت اعلیٰ پیمانہ پر منعقد ہوا تھا اس کی اطلاع دیکر ارکانِ مسلم لیگ نے بایں الفاظ دعوتِ شرکت دی تھی کہ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس موقع پر خود دہلی میں تشریف لا کر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایت دیں تو بہت بہتر ہو۔ لیکن اگر حضور تشریف نہ لا سکیں تو اپنے نمائندہ کو بھیجکر مشکور فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ پاک اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسخر کردے اور ہمارا مطالبۂ پاکستان منوا دے۔ تاکہ سلطنتِ اسلامی قائم ہو سکے الخ۔ آپ کے جواب میں حضرت اقدس نے بطور پیغام کے ذیل کا ہدایت نامہ ارقام فرمایا

مسلم لیگ کے دعوتی خط کا جواب

" از ناکارہ، آوارہ، ننگِ انام اشرف برائے نام بخدمت ارکانِ مسلم لیگ نصرہم اللہ و نفر ہم اللہ۔

Marfat.com

السلام علیکم لیگ کے عزائم معلوم کرکے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ہی عذر نہ ہوتا تو اس آیۃ پہ بھی عمل ہوتا انفروا خفافا وثقالا لیکن عذر کے سبب اس رخصت پر عمل کی اجازت ملگئی لیس علی الضعفاء ولا علی المرضٰی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس آیت کا شرف حاصل ہوگیا کہ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک آنیوالی نسلوں کے لئے پیام عمل ہے۔ ایک حیات المسلمین شخصی اصلاح کیلئے دوسری صیانۃ المسلمین جمہوری نظام کیلئے۔ ان کے مضامین اپنے موضوع میں گو رنگین نہیں مگر سنگین ہیں جس میں وہی فرق ہے جو ذوق و غالب کے اشعار میں اور حکیم محمود خاں، حکیم محمد صادق خاں کے نسخوں میں اور نمائندہ وہ کام نہ کرسکتا جو یہ کتابیں کرسکتی ہیں مگر عمل شرط ہے۔ جیسے اعلیٰ درجہ کا مارالحم بوتلوں میں بھرا ہوا قیمتی ہے مگر نتیجہ خیز نہیں یہ نفع اس کا اس وقت ظاہر ہوگا جب حلق سے اُترے گا، ورنہ بدون عمل یہ سب کوشش اسکا مصداق ہوں گی نشستند و گفتند و برخاستند۔ باقی دعا ہر حال میں خصوص ان تاریخوں میں زیادہ اہتمام کر جاری رکھوں گا بقول کسی شاعر کے ؎ لاخیل عندک تہدیھا ولا مال ۞ فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

(نوٹ) میں دونوں کتابیں اگر یہاں ملگئیں تو ۲۲ اپریل کو ڈاک سے ہدیۃً روانہ کرونگا ورنہ دہلی میں کسی کتبخانہ تجارتی سے تلاش کی جائیں۔ والسلام۔

بعد تحقیق معلوم ہوا کہ حیوۃ المسلمین بلاقیمت جاسکتی ہے سو اس کا نسخہ روانہ کر رہا ہوں، نیز یہ معلوم ہوا کہ صیانۃ المسلمین یہاں نہیں ہے، لہذا وہاں تلاش کرالی جائے۔ اھ۔

ناظرین نے دیکھا کہ کس عنوان سے اور کس اہتمام سے اور کس دلسوزی سے پیغام حق پہنچا دیا، عمل کرنا نہ کرنا دوسروں کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔ غرض اپنی ساری عمر اسی طرح اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی فکر و سعی بہبود دارین ہی میں گذار دی۔ جزاہ اللہ عن جمیع المسلمین احسن الجزاء۔

یہ تو سیاسی خدمت تھی جسکو اسی حد تک انجام دیا جو تحت قدرت تھی۔ اور اہل تبلیغ کے شایان شان تھی۔ اور خدمت دینی میں تو اپنی ساری زندگی ہی گذاری جیسا کہ حالات وفات کے ضمن میں بہ تفصیل عرض کیا گیا۔ افادہ و افاضہ دینی کا تو اتنا شوق تھا کہ کسی حال میں بغیر اس کے چین ہی نہ آتا تھا جیسا کہ بعض حالات متذکرہ بالا سے ناظرین نے اندازہ فرما لیا ہوگا۔ اس کے متعلق اتفاق سے میری سابقہ مکتوبات حسن العزیز کی کاپی میں جو اس وقت میرے سامنے ہے اہل علم و فضل کے دو مختصر سے خواب مع حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی تعبیروں کے نظر سے گذر رہے جنکا

اس مقام پر نقل کر دینا چسپاں معلوم ہوا اور بیساختہ جی چاہا کہ محض تائیداً و تقویۃً و تفریحاً ہدیۂ ناظرین کر دوں۔

(**پہلا خواب**) دیکھتا ہوں کہ آپ کا سینۂ مبارک دودھ سے بہت بھر گیا جس سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے اس تکلیف کو کم کرنے کے لئے میں نے بائیں جانب پر منہ لگایا اور دودھ نکالتا ہوں کچھ نگلتا ہوں اور کچھ کچھ گرتا بھی جاتا ہے

(**تعبیر**) مجھکو تعبیر سے کوئی خاص مناسبت نہیں لیکن غالباً آپ اس عذر کو تکلیف سمجھیں گے اس لئے ع
زصاف و دُرد پیش آرانچہ داری + پر عمل کرتا ہوں، خواب کے رائی کوئی خورد مرئی لہ کوئی بزرگ ہوتے تو میں درجۂ ظن میں یہ تعبیر دینا تجویز کرتا کہ مرئی لہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے نافع علوم عطا فرمائے ہیں جن کے افادہ کا اُن پر تقاضا ہے اور عدم استفادہ سے ناگواری ہے، رائی نے ان کو اخذ کیا (حالاً یا استقبالاً) کچھ گرنا اس طرف اشارہ ہو ع
اگر شراب خوری جرعۂ فشاں بر خاک الخ۔

(**دوسرا خواب**) تابعدار نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں حضور کے ہمراہ سفر میں ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک چارپائی بُنی ہے۔

(**تعبیر**) شاید سلاسل اربعہ مراد ہوں کہ میں نے جو طریق کی خدمت کی ہے اس سے سب سلاسل کی اصلاح ہو گئی۔

آخر وقت تک ضرورت میں سخت سخت تعب برداشت کرکے بھی خدمت دینی بجا لاتے رہے چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا "جو حالات و معمولات کی تفصیل لکھی ہے ضعف و اضمحلال کی حالت میں گو اس کا پڑھنا موجب تعب ہوا مگر پھر بھی احتیاطاً پڑھا معلوم ہوا کہ ضروری اور غیر ضروری اور اختیاری اور غیر اختیاری مضامین میں خلط ہو گیا ہے اس لئے کوئی منضبط جواب کلی ذہن میں نہ آسکا اور ہر جزو کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ ہر جزو کا بقیہ دوسرے جزو میں مخلوط تھا۔ لہذا آپ کی رعایت سے تطویل مضمون کو تو منع نہیں کرتا کیونکہ طبائع کو بدون اس کے تسلی نہیں ہوتی لیکن اس کی ترتیب اور ہیئت عرض کرتا ہوں کہ اگر متعدد مضامین لکھنا ہوں تو ہر جزو پر نمبر ڈالا جائے اور ختم پر اس میں جو میرے کرنے کا کام ہو اس کی تصریح فرمائی جائے اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ کئی جلسوں میں جواب لکھا جا سکے گا اور ایک جزو کے جواب لکھنے میں دوسرے جزو کا استحضار ضروری نہ ہوگا جیسا خلط میں ہوا، یہ معیار پیش نظر رہے تو پھر تطویل اور اختصار کا اختیار ہے۔ اھ

سبحان اللہ کیا کیا رعایتیں ہیں کیا کیا تدبیریں ہیں اور کیا کیا سہولتیں ہیں تاکہ دوسرے کو اس حالت غایت ضعف و اضمحلال میں بھی نفع دینی پہنچ سکے جزاہم اللہ احسن الجزاء حضرت اقدس نے ہمیشہ اپنے کو سارے مسلمانوں کا یکساں خادم فرمایا اور خدمت دین کرنے میں کبھی مرید اور غیر مرید میں فرق نہیں سمجھا اور عملاً بھی

Marfat.com

کر کے دکھلا دیا غرض جس نے اپنی ساری عمر اس طرح خدمتِ خلق میں گذار دی اور گویا اپنی جان کھپا دی اور تج دی۔ اس کے لئے اگر آج دنیا ماتم کر رہی ہے، کیا موافق، کیا مخالف تو کیا تعجب کی بات ہے، اس پر حضرت اقدس کا ارشاد یاد آتا ہے کہ اب تو لوگ قدر نہیں کرتے بلکہ بعضے مخالف ہیں لیکن بعد کو سب سر پکڑ کر روئیں گے اس وقت قدر ہوگی اھ۔ سو واقعی یہی ہوا ع یاد آئے گی انھیں میری وفا میرے بعد + اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ حضرت اقدس کی تصانیف کو باقاعدہ مطالعہ اور عمل میں رکھیں کیونکہ انھیں دین اپنی اصلی اور مکمل صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ انھیں تصانیف کے اندر نظر آئیگا خدا کرے اہلِ خیر کو اس طرف خاص توجہ ہو جائے اور جا بجا کتب خانہائے اشرفی سب کے مطالعہ کے لئے کُھل جائیں، جو صاحب حضرت کی تصانیف کا باقاعدہ مطالعہ فرمائیں گے وہ انشاء اللہ تعالیٰ کھلی آنکھوں دیکھیں گے کہ علوم و معارف کے کیسے کیسے نادر و بیبہا جواہرات اُن میں بھرے پڑے ہیں بلکہ میں تو اس مطالعہ کو ہر مسلمان کے لئے ضروری سمجھتا ہوں جو پڑھے لکھے نہیں ہیں اُن کو پڑھے لکھے صاحبان سہل سہل کتابیں یا مشکل مقامات کو سہل کر کے بوقتِ فراغ سُنا دیا کریں، تو خود بھی فائدہ اُٹھائیں اور دوسروں کو بھی منتفع فرمائیں، نیز جو حضرات اہلِ علم ہیں وہ خود تصانیف کی اس طرح خدمت بجا لائیں کہ کوئی تصوف کے مضامین کا انتخاب کر رہا ہے، کوئی نکات قرآن وحدیث کو جمع کر رہا ہے، کوئی مواعظ کا خلاصہ یا تسہیل کر رہا ہے، کوئی مختلف زبانوں میں ترجمہ کر رہا ہے، کوئی منتخب مضامین کی تشریح بطرزِ جدید کر رہا ہے، کوئی نو تعلیم یافتوں کے اشکالات کے جوابات کو یکجا کر کے اُن کی بطریق نو تقریر کر رہا ہے، کوئی مضامینِ دقیقہ کی توضیح کر رہا ہے، کوئی فتاویٰ کی تبویب کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ جو صورت جس کے ذہن میں اشاعتِ عام اور نفع تام کی آئے۔ واللہ الموفق۔

بعض خاص خاص وصایا

(منتخب از اشرف السوانح)

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کسی معاملہ کو ایسا نہیں چھوڑا کہ جس میں بعد کو کوئی شرعی اشکال پیش آئے اپنے کل ترکہ کے بارہ میں عرصہ ہوا مفصل وصایا لکھکر شائع فرما چکے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر جناب مولانا شبیر علی صاحب نہایت اہتمام اور احتیاط تام کے ساتھ ترکہ کو تقسیم فرما رہے ہیں، دو علاتی بھائی اور دونوں پیرانی صاحبہ بس یہ چار وارث ہیں، ان میں سے دونوں بھائیوں نے جن کو ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے

صرف ایک ایک دو دو مستعمل چیزیں محض تبرکاً لے کر اپنا اپنا بقیہ حصہ دونوں پیرانی صاحبوں کے حق میں واگذاشت فرمادیا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیر الجزاء علی ہذہ العطاء۔ بعض ایسی وصایا جو عام نفع کی ہیں اور سب کیلئے ہیں ملخصاً بقدر ضرورت ذیل میں نقل کی جاتی ہیں اور اگر بتفصیل دیکھنے کا شوق ہو تو اشرف السوانح حصہ سوم میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

(۱) میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے معاصی صغیرہ وکبیرہ عمد وخطا کیلئے استغفار فرمائیں۔

(۲) میرے بعض اخلاق سیئہ کے سبب بعض بندگان خدا کو حاضرانہ وغائبانہ میری زبان وہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں، خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے ان کو معاف فرمادیں اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگذر فرمائیں گے۔ میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو و عافیت عطا فرمائیں، معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے الخ۔

(۳) اس قبیل کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں بطیب خاطر گذشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کے راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

(۴) میں اپنے سب دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے، خواہ بذریعہ کتاب یا بذریعہ صحبت بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آجکل بیحد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

(۵) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس وتدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظر عنایت پر۔ اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ؎

بے عنایات حق وخاصان حق ÷ گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(۶) جو مدرسہ دینیہ فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے الخ۔ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے بقاء کی طرف توجہ رکھی جاوے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق واصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر وبرکت کی امید ہے۔

(۷) دینی یا دنیوی مضرتوں پر نظر کرکے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں (۱) شہوت وغضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں (۲) تعجیل نہایت بری چیز ہے (۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

Marfat.com

(۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔ (۵) کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جبکہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جاویں پھر خصوص جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنالیا جاوے نہایت مضر چیز ہے (۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں (۷) بدون سخت تقاضہ کے ہمبستر نہ ہوں (۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں (۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں (۱۰) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔ (۱۱) سخت مزاجی و تند خوئی کی عادت نہ کریں رفق اور ضبط اور تحمل کو اپنا شعار بنادیں (۱۲) ریا و تکلف سے بہت بچیں اقوال و افعال میں طعام و لباس میں بھی۔ (۱۳) مقتدا کو چاہیئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے۔ اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کیلئے۔ (۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں (۱۵) روایات و حکایات میں بے انتہا احتیاط کریں اس میں بڑے بڑے دیندار اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔ (۱۶) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت و تجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔ (۱۷) زبان کی نہایت درجہ ہر قسم کی معصیت سے و لایعنی سے احتیاط رکھیں۔ (۱۸) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود نہ کریں۔ (۱۹) تعلقات نہ بڑھائیے (۲۰) کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(۸) میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کرکے ہر روز سورۂ یٰسین شریف یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھکر مجھ کو بخشدیا کرے مگر اور کوئی امر خلاف سنت بدعات عوام و خواص میں سے نہ کریں۔

(۹) حتی الامکان دنیا و مافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں۔ ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصٰلحین اور ہر وقت یہ سمجھے ع شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود + اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں۔ اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں

(۱۰) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل و اکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت و تضرع سے اسکی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ لئن شکرتم لازیدنکم یہ بھی اعظم اسباب ختم بالخیر سے ہے الخ۔

(۱۱) میرے ایصال ثواب کے لئے بھی جمع نہ ہوں نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام۔ اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے

Marfat.com

وصدقہ وعبادات نافلہ سے نفع پہنچا دے۔ نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بنکر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اسکا اعلان اور دوسروں کو دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جاوے۔

بس یہ گیارہ وصایا ہیں جن کو اَحَدَ عَشَرَ کوکبًا سے بلحاظ عدد تشابہ ہے ہدایت اور عمل کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی ووافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق خیر بخشیں۔ آمین ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اس تمنا کو بھی جو اپنے مدرسہ کے ابقا کے لئے وصیت مذکورۂ میں ظاہر فرمائی ہے بعینہٖ پورا فرمائے جس کی انشاء اللہ تعالیٰ قوی امید ہے۔ حق تعالیٰ ببرکت حضرت والا جناب مہتمم صاحب کی جو سب وصایا کے وصی ہیں اور نہایت مستعدی اور سلیقہ سے اور بالکل حضرت اقدسؒ ہی کے طرز اور مذاق کے مطابق ساری وصایا کو جس میں مدرسہ کی وصیت بھی خاص طور سے شامل ہے پورا فرمارہے ہیں ہمیشہ اعانت فرماتے رہیں اور جو مختلف نہایت مفید اور اہم خدمات دینیہ اس مدرسہ سے ہوتی رہی ہیں انکو حسن وخوبی کے ساتھ جاری رکھیں بالخصوص تصنیف وتالیف، افتاء اور دعوۃ الحق یعنی تبلیغ کے کام کیلئے غیب سے سامان فرماویں اور فرماتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

تعزیت

اکثر صاحبوں نے یہی کہا ہے اور بالکل سچ کہا ہے کہ کون کس کی تسلی وتعزیت کرے ساری امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) کا حادثہ ہے ساری امت محمدیہ ہی محتاج تعزیت ہے گویا ہر ایک دوسرے کی زبان حال یہی کہہ رہا ہے ؎ بنال بلبل اگر بامنت سر یاری ہست ٭ کہ ما دو عاشق زاریم وکار ما زاری ست ٭ اور

؎ کوئی مزا مزا نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں ٭ تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

ایسے موقع پر سب سے زیادہ تسلی بخش یہ امر ہے کہ جب ہمارے سرکار محبوب پروردگار سارے نبیوں کے سردار حضرت احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ الاطہار ہی دنیا میں نہ رہے تو ہم اور کون ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا ٭ رہے گا تو ذکر نکو ہی رہے گا

لیکن اطمینان یہ ہے کہ الحمد للہ جس کام کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو اس دنیا میں بھیجا تھا یعنی

Marfat.com

تجدید و توضیح دین اس کو بعون اللہ تعالیٰ حضرت پوری طرح انجام دیکر تشریف لے گئے ہیں اور ہمارے لئے راہ نجات کو بالکل بے غبار اور ہموار فرما کر ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ میرے نزدیک اب حضرت کا ادائے حق یہی ہے کہ حضرت اقدس کی تعلیمات و ہدایات پر ہم پہلے سے بھی زیادہ عمل پیرا ہوں تاکہ صدقہ جاریہ کے طور پر حضرت اقدس کو برابر ثواب پہنچتا رہے کیونکہ اس سے بڑھکر حضرت کیلئے ایصالِ ثواب کی بھی اور کونسی صورت ہو سکتی ہے۔ نیز ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہم اپنی اپنی حیثیت کے موافق کسی درجہ میں حضرت اقدس کی معیت دائمہ فی الجنہ کے بھی اہل ہو سکیں گے اور اس طرح بیک کرشمہ دو کار کے مصداق ہو جائیں گے۔

آج ہی حضرت اقدس کے ایک خدمت گذار خادم نے اپنا خواب بیان کیا کہ حضرت اقدس مع حضرت حاجی صاحب مہاجر مکیؒ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ اسرارہم تشریف فرما ہیں ان کے استفسار پر حضرت اقدس نے ان سب حضرات کا تعارف کرایا اور فرمایا کہ تم یہاں بھی میرے پاس ہی رہو گے، میری غلامی میں رہو گے۔ اھ۔

اللہ تعالیٰ یہ دولت ان کو بھی اور ہم سب خدام کو بھی نصیب فرمائے جس کی سب سے زیادہ مؤثر صورت وہی ہے جو اوپر عرض کی گئی یعنی اتباع اللہ تعالیٰ توفیق نیک بخشے۔ آمین۔

باقی رہا صبر سو یہ بتدریج خود ہی اللہ تعالیٰ میسر فرما دیتے ہیں۔ جیسا کہ ایک صاحب نے اپنے صاحبزادہ کے فوت ہونے پر حضرت اقدس کو لکھا کہ حق تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا یقین ہے۔ لیکن دل کا قرار اٹھ گیا ہے کوئی علاج ارشاد فرمائیں جس سے دل کو قرار ہو۔ حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ قرار طبعی کی کوئی تدبیر نہیں تدریجاً وہ خود ہی ہو جاتا ہے اور قرار عقلی کا علاج وہی حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ ہے اھ۔ یہ تو حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر فرمایا ہوا مجمل تعزیت نامہ تھا۔ اب ایک مفصل تعزیت نامہ ملاحظہ ہو۔

احقر اس حادثہ جان کاہ کے واقع ہونے پر احباب سے یہ عرض کیا کرتا تھا کہ اس موقعہ پر بھی ہماری تسلی کے لئے حضرت اقدس ہی کی ضرورت تھی۔ جیسا حضرت اقدس کا عنوانِ تسلی موجب تسلی ہوتا وہ اور کسی کا تھوڑا ہی ہو سکتا ہے لیکن وہ اب کہاں میسر۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ خود حضرت اقدسؒ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک مفصل اور نہایت تسلی بخش تعزیت نامہ گیارہ برس پہلے کا لکھا ہوا ایک صاحب نے بھیجدیا جو حضرت اقدسؒ کے مجاز صحبت بھی ہیں اور اہل برادری میں سے بھی ہیں۔ وہ اس زمانہ میں لندن میں تعلیم پا رہے تھے کہ ان کے والد ماجد کا یہاں وطن میں انتقال ہو گیا۔ یہ گویا غیب سے اللہ تعالیٰ نے خود حضرت اقدسؒ کا مضمونِ تعزیت ہم غم زدہ خدام کی تسلی کیلئے

Marfat.com

بھجوادیا جس کو گھر گھر پڑھا گیا متعدد نقلیں لی گئیں اور باہر بھیجی گئیں۔ اتنی مقبولیت دیکھکر مکتوب الیہ صاحب کو اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ مزید تسلی و اطمینان کیلئے اس کا عکس لیکر بلاک بنا کر رکھ لیا جائے، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس تعزیت نامہ کی نقل اور منجانب مکتوب الیہ صاحب اسکا عکس بھی ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے امید ہے کہ اس کا مضمون نہایت سبق آموز اور تسلی بخش ہوگا۔ نیز خود حضرت اقدسؒ نے جس بے تعلقی اور بے رغبتی سے اس سرائے فانی میں زندگی بسر فرمائی اس کو بھی ظاہر کر دیگا۔ علاوہ بریں حضرت اقدسؒ کے حکیم الامت ہونیکی شان بھی نمایاں ہوجائے گی کہ کس حسن و لطافت سے اور کس موقع و محل کی ضرورت کے موافق تعزیت فرمائی۔ ورنہ اتنی دور پردیس میں نہ معلوم اُن پر اس صدمہ کا کتنا اثر ہوتا اور وہ کہیں گھبرا کر وہاں سے قبل از فراغ ہی نہ چلے آتے یا اتنا لمبا سفر آمد و رفت کا بصرف زر کثیر نہ کر بیٹھتے۔ اب پہلے نقل ملاحظہ ہو پھر عکس کتاب کے ختم پر۔

از اشرف علی عفی عنہ۔

عزیزم سلمہ السلام علیکم کئی روز ہوئے میں مدرسہ کو آرہا تھا راستہ میں حافظ اعجاز کا چھوٹا بچہ مل گیا میں نے چھیڑ کے طور پر اسکو کچھ کہدیا وہ بولا اللہ کرے بڑے ابا مرجاویں اس وقت میں نے غور کیا کہ اس کلمہ کا مجھ پر کیا اثر ہوا سو الحمد للہ یہ محسوس ہوا کہ جیسے کوئی مسافر گھر کا عیش و آرام چھوڑ کر کسی ضرورت سے سفر میں ہو جہاں اس کو ہر طرح کی کلفت کا ہر وقت سامنا ہو اور کوئی شخص اس کو کہے خدا کرے تو اپنے گھر پہنچ جاوے۔ یہ کہنے والا خواہ کسی نیت سے کہے لیکن اس سننے والے پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ خوش ہوگا کہ اس نے مجھ کو بہت اچھی دعا دی۔ اور اگر اُس نے بددعا کے قصد سے کہا ہوگا تو اس خوشی کے ساتھ اسکا تعجب بھی ہوگا کہ عجب بے وقوف ہے کہ دعا کو بددعا سمجھ رہا ہے۔ بس بحمد اللہ تعالیٰ وہی اثر اُس وقت مجھ پر ہوا۔ اور میں ہنسا کہ اُس نے تو اپنے نزدیک انتہا درجہ کی بددعا تجویز کی ہوگی۔ مگر وہ واقع میں دعا تھی۔ تو یہ اثر جو مجھ پر ہوا یہ نتیجہ کس چیز کا تھا۔ ان بزرگوں کی صحبت سے جو عقل و دین عطا ہوا تھا صرف اس کا اثر تھا۔ ورنہ طبعاً تو یہی دعا سب ہی کو ناگوار اور گراں ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دولت عقل و دین دونوں عطا فرمائی ہے کہ ایسے مواقع میں ان دونوں کو طبیعت پر غالب رکھ سکیں۔ کا فضل ہے کہ آنعزیز کو اللہ تعالیٰ نے دین بھی دیا عقل بھی دی اور اہل اللہ کی صحبت بھی میسر آئی جس سے ان دونوں حالتوں میں کافی قوت اور اضافہ ہوگیا۔ تو اگر کوئی ایسا موقع ہو تو ضرور اپنے دین اور عقل کو طبیعت پر غالب رکھو گے۔ اب ایسے موقع کی اطلاع دیتا ہوں۔

آنعزیز کے والد ماجد جو طویل مدت سے علیل تھے اور جن کی علالت کی اطلاع گذشتہ ایام میں آنعزیز کو ہوتی رہی

پس اس دار المشقۃ ۔ مسافر خانہ بلکہ پُر خار دشت کو چھوڑ کر اپنے آرامگاہ وطن اصلی آخرۃ کو روانہ ہو گئے جس سے طبعاً آنعزیز متاثر ہوں گے اور یہ تاثر نہ عقلاً مذموم ہے نہ شرعاً ۔ بلکہ علامت ہے محبت وتراحم کی جو کہ ہر مسلمان کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے بالخصوص جس سے زیادہ تعلقات ہوں بخصوص سرپرست اور مربی کے لئے ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مطلوب ہے کہ عقل ودین کو طبیعت پر غالب رکھکر راضی برضا و مفوض بالقضا ہوں نہ جزع فزع کریں نہ حدود سے متجاوز ہوں دل پر قابو حاصل کر کے مرحوم کے لئے ایصال ثواب سے مدد پہنچاویں خواہ عبادتِ بدنیہ نوافل وتلاوتِ قرآن سے ۔ خواہ صدقۂ مالیہ سے جس قدر اور جس طریق سے سہل ہو ۔ ممکن ہے کہ واقعہ قلب پر زیادہ اثر نہ کرے ۔ مگر اُن کی فکرِ نجات طبیعت کو مشوش کرے ۔ سو اس کے متعلق یہ بھی واقعہ ہے کہ مرحوم اگرچہ اعمال میں آزاد تھے لیکن عقائد وجذبات وملکات اور سب کو نفع رسانی خصوص اہل دین کی عظمت واحترام کی رعایت اور ترحم وہمدردی وغیرہ وغیرہ ۔ یہ ایسے امور اُن میں تھے جو حق تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے والے ہیں ۔ پھر خود بیماری کی تکالیف بھی بروئے حدیث گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اس سے قطع نظر اب ثواب بخشی سے وہی نفع ہو سکتا ہے جو اعمال سے ہوتا سو یہ زندوں کے ہاتھ میں ہے ۔

غرض صبر جمیل سے کام لیں اور صبر ہی کا تتمہ یہ بھی ہے کہ محض اس واقعہ سے متاثر ہو کر اپنا نظام عمل نہ بدلیں کہ اپنا نقصان کرنے سے اُن کو یا کسی کو نفع نہیں پہنچ سکتا ۔ تو ایسے فعل عبث سے کیا فائدہ ۔ بس اپنا کام پورا کر کے وہاں سے آویں جیسا پہلے سے تجویز کر رکھا ہے اب دعا پر ختم کرتا ہوں ۔

از تھانہ بھون ۶ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ

خاتمۃ الخاتمہ

یعنی

التماس اخیر

یہ افسانہ گو بے ربط سہی لیکن بمصداق ع درد جس پہلو سے اُٹھو درد ہے + اظہار واقعات وحالاتِ وفات حسرت آیات کے لئے کافی ووافی ہی نہیں بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ شافی بھی ہے ۔ رہی بے ربطی سو اسکو بھی اہل شوق انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مصداق پائیں گے ؎

قبا وا کردہ و کاکل پریشاں کردہ می آید + ببیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کردہ می آید

Marfat.com

اور کہیں لگے ع بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی ۔ اور جو اعلیٰ ذوق رکھنے والے ہیں اُن کے لئے بھی اس میں مواد کافی موجود ہے اس کو وہ اپنے طور پر مرتب فرما کر باقاعدہ تصنیف کی صورت میں لے آئیں تا کہ خواص کے لئے بھی کار آمد چیز تیار ہو جائے یہی اشرف السوانح میں بھی عرض کیا گیا تھا ۔ باقی میں تو مجذوب سا ہوں مصنف نہیں ہوں جذبات تو رکھتا ہوں ان کو موزوں صورت میں پیش کرنے کا سلیقہ نہیں بقول خود ؎

جذبات تو رکھتا ہوں مگر کہنا نہیں آتا + رو لیتا ہوں ہنس لیتا ہوں گایا نہیں جاتا

؎ کیا کہوں دل کا کسی سے فسانہ آوارگی + کوئی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

مگر ہیں سب باتیں وہی جو حضرت اقدس سے سنی ہیں کیونکہ رہا ہوں جز ایک حلقۂ پیر مغاں برسوں +

؎ وہی باتیں تو مجذوب اپنی بڑ میں بکتا ہے + ذرا سنبھلے ہوئے لفظوں میں جو تو کہتی تھی

اس الجھی ہوئی داستان غم سے جو پیش نظر ہے ناظرین نے یہ بھی دیکھ لیا ہوگا کہ حضرت اقدسؒ کی حیات و ممات دونوں کس شان کی تھیں گویا ہم سب کیلئے نمونہ حق تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ حیات ہو تو ایسی ہو اور ممات ہو تو ایسی۔ اللہ تعالیٰ ایسی حیات اور ایسی ممات سب کو نصیب فرمائے حسن اتفاق سے احقر نے اسی کا ایک مصرعہ بنایا ع نصیب سب کو ہو یا الٰہی حیات ایسی ممات ایسی + تو اس میں تھوڑے سے تغیر سے تاریخ وفات نکل آئی ۔ وہ مصرعہ تاریخی مصرعہ کی صورت میں آ کر یہ ہو گا ع نصیب ہو سب کو اب الٰہی حیات ایسی ممات ایسی ۔ بجائے یا الٰہی کے اب الٰہی کرنا پڑا ۔ اب اس واسطے بھی موزوں ہے کہ حضرت نمونہ پیش کر ہی چکے ہیں اب کو ایسی حیات اور ایسی ممات نصیب ہو سکتی ہے ۔ اس مصرعہ تاریخیہ پر جو اشعار لکھے ہیں وہ وفات نامۂ منظوم میں آگے آتے ہیں۔

جب حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی مجموعی حالت پر نظر کرتا ہوں اور جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو دیکھتا ہوں تو اپنا یہ شعر صادق آتا ہے ؎ زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے بربانِ مجبوری بہ بیاں میں کس طرح وہ آج حال پر گذری

اور بوجہ طبیعت میں شورش ہونے کے یہ اشعار ذہن میں آنے لگتے ہیں ؎

ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے + بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

؎ دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار + گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

؎ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں + بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

؎ خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست + بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

Marfat.com

؎ تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت + ہم جہاں میں تری تصویر لئے پھرتے ہیں

؎ ڈھلا سارا بدن سانچے میں گویا + نہیں آ تیرا ہوا ظالم کہیں سے

؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم + کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

؎ کب کوئی ثانی ہو تیرا لاجواب ایسا تو ہو + حسن ایسا آنکھوں میں تجھ کو اچھا بھلا ایسا تو ہو

؎ جس طرح چاند سا ہے ستاروں میں ایک ہے + ویسے ہی میرا شیخ ہزاروں میں ایک ہے

؎ کہیں نہ دیکھا کہیں نہ پایا جمال ایسا کمال ایسا + دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ جمال ایسا کمال ایسا

ع جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی + ع تسلی داد ہر یک را بہ رنگے +

؎ محفل میں تیری سب کے ارماں نکل رہے ہیں + سالک آ جل رہے ہیں مجذوب جل رہے ہیں

اور واقعی عجیب و غریب ہمہ گیر اور جامع ذات تھی جو ہزاروں مختلف الحال اور مختلف الخیال لوگوں کو ایک رسی میں جکڑے ہوئے تھی۔ بمصداق واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً و لا تفرقوا۔ ہر طبقہ کے بڑے سے لے کر چھوٹے تک یکساں گرویدہ تھے سب حاضر ہوتے اور بے حد متاثر ہو کر جاتے۔ بڑے بڑے لیڈر بھی باوجود سیاسی اختلاف کے حاضر ہوئے اور بہت متاثر ہو گئے۔ بڑے رؤسا ذی وجاہت نواب و انگریزی داں عہدیدار نہایت نیاز مندی سے شرف دست بوسی حاصل کرنے آتے اور نہایت مطمئن و مسرور جاتے۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ جب کسی سے میں دو چار باتیں کر لیتا ہوں تو ایسا اثر ہوتا ہے جیسے اس کا دل میری مٹھی میں آ گیا ہو یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی طالب آتا ہے تو دو چار باتوں میں اس کا مرض اور اس کا علاج سب بفضلہ تعالیٰ ذہن میں آ جاتا ہے۔ زندہ دل اور متین دونوں اپنے اپنے رنگ پر حضرت اقدس کو سمجھتے۔ حالانکہ حضرت کا رنگ سب سے الگ تھا

؎ ہر کسے از ظن خود شد یار من + وز درون من نجست اسرار من +

ہر ایک کے ساتھ اس کے مذاق کے مطابق اور اس کے رنگ طبیعت کے مناسب برتاؤ فرماتے تھے۔ خود فرماتے تھے کہ میں سب کو ایک لکڑی نہیں ہانکتا اور یکساں حالت میں بھی حضرت اقدسؒ کے مختلف برتاؤ اسی بنا پر تھے۔ خصوصیت مزاج پر حضرت کی بہت نظر تھی۔ عموماً شیخ کے خط میں اشعار لکھنے کی ممانعت تھی کیونکہ یہ سوء ادب ہے لیکن بعض اہل ذوق شوق نے یہ بھی کیا اور ان کے جذبات کی رعایت سے اس کو گوارا فرما لیا چنانچہ جناب قاضی محمد مکرم صاحب جو اہل برادری میں سے ہیں اور شاعر بھی ہیں عرصہ سے درخواست بیعت کر رہے تھے لیکن چونکہ عزیزوں کو حضرت عموماً بیعت کرنے میں اس لئے ذرا تامل فرماتے تھے کہ عزیزوں سے جو بے نا

ہوتا ہے اس میں پورا احتساب کیا جاوے تو تعلق قرابت کے خلاف ہوتا ہے اور نہ کیا جاوے تو خیانت ہوتی ہے اس لئے ٹالتے رہے لیکن ایک مرتبہ قاضی صاحب اپنی جائے ملازمت سے محض اسی غرض سے حاضر ہوئے اور راستہ میں اشعار لکھے جو بوجہ اچھے ہونے کے ہدیۂ ناظرین ہیں۔

مربّع

(از قاضی محمد اکرم صاحب تھانوی ہیڈ ماسٹر قصبہ ادر ریاست بھوپال)

تصویرِ اشتیاق بنا جا رہا ہوں میں — یوں جا رہا ہوں جیسے کھنچا جا رہا ہوں میں
مدہوش ہر قدم پہ ہوا جا رہا ہوں میں — آج ان کی بزمِ ناز میں کیا جا رہا ہوں میں

وہ تیرِ جستہ ہوں جسے پھیرا نہ جا سکے — وہ عمرِ رفتہ ہوں جسے کوئی نہ پا سکے
وہ لمحۂ حیات ہوں جو پھر نہ آ سکے — وقتِ عزیز ہوں کہ چلا جا رہا ہوں میں

تھم تھم کے ہو رہا ہے جو یوں بر طرف نقاب — مقصود ہے کہ ہو مرا نظارہ کامیاب
رہ رہ کے اٹھ رہا ہے جو وہ گوشۂ نقاب — مانوسِ تابِ دید کیا جا رہا ہوں میں

جنوں میں شوخیاں ہیں اداؤں میں شوخیاں — آنکھوں میں بجلیاں ہیں نگاہوں میں برچھیاں
ان کی نوازشیں تو ترقی پذیر ہیں — یہ اور بات ہے کہ مٹا جا رہا ہوں میں

اک کامیاب شعبدہ اک غمزۂ حریف — ہاں اک کرشمہ اک نگاہِ ستم ظریف
اک گردشِ نصیب بس اک جنبشِ لطیف — اک چشمِ سحر کار بنا جا رہا ہوں میں

خود داریاں گنواؤں جہاں تک گھٹا سکوں — افتادگی بڑھاؤں جہاں تک بڑھا سکوں
شاید تری نگاہ میں یوں کچھ سما سکوں — اپنی نظر سے آپ گرا جا رہا ہوں میں

بحرِ فنا ہے اور مری کشتیٔ حیات — بربادیوں کا نام جہاں ساحلِ نجات
اے ناخدائے وقت یہ دنیا ہے حادثات — اک سیل ہے کہ جس میں بہا جا رہا ہوں میں

آپ کی بار بار زبانی درخواست بیعت کرنے کے یہ اشعار لکھا بحضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیئے۔ حضرت کی ... حضرت نے فوراً اس حسنِ طلب کو معلوم کر لیا حالانکہ اشعار میں بیعت کی طرف اشارہ تک نہیں اور فرمایا کہ آپ تو بہت ہی اداس ہیں ... [illegible]

اس لئے بلایا کہ کسی اور عزیز کو معلوم نہ ہو کیونکہ عموماً عزیزوں سے انکار فرما دیا کرتے تھے۔

غرض بمصداق الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق۔ یعنی اللہ تک پہنچنے کے راستے خلائق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں، حضرت اقدس کا بھی معاملہ ہر طالب کے ساتھ جدا تھا لیکن اتنا دلپذیر تھا کہ باوجود اکثر احوال میں اصلاحی تنبیہ و تہدید اور زجر و توبیخ ہوتے رہنے کے ہر خادم آخر وقت تک دل و جان سے نثار رہا۔ اور اب بھی روتے روتے گویا جان دیئے دیتا ہے۔

حضرت اقدسؒ کی شانِ سیاست پر گویا نکتہ چینی کرتے ہوئے نرمی برتنے کی تائید میں یہ آیت پڑھی۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ فوراً فرمایا کہ یہ تو میرے موافق ہے۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ انفضاض نہیں ہے باوجود میرے سیاست کے برتاؤ کے پھر بھی لوگ مجھ سے لپٹے رہتے ہیں اس سے برعکس آیۃ یہ معلوم ہوا کہ میں غلیظ القلب نہیں ہوں ورنہ انفضاض بھی ہوتا اس کے انفکاک سے غلظت قلب کا بھی انفکاک لازم آگیا۔ واقعی حضرت اقدسؒ جس پر ناراض ہوتے یا نکالتے برابر اس کو یاد فرما کر اس کا تذکرہ فرماتے رہتے اور اظہار افسوس بھی کرتے بقول احقر ؎

کوئی جا کہے غم کس لئے مہجور کرتے ہیں + وہ دل سے پاس رکھتے ہیں نظر سے دور کرتے ہیں

محض تنبیہاً سیاست جاری فرماتے ورنہ دل سے ہمیشہ متوجہ رہتے بلکہ بعد کو پہلے سے زیادہ شفقت بڑھ جاتی جس کو احقر نے یوں لکھا تھا ؎ منبعِ صد کرم تر التفات بھر اعتاب تھا بس ساری تعالیٰ تا وہی فتح باب تھا

؎ زباں سے وہ کچھ ہی کہے جائیں مجھ کو + نگہ دے رہی ہے پیامِ محبت

عین عتاب کے وقت اور اس کے بعد حضرت اقدسؒ معتوب کو اس طرح دیکھتے جاتے اور قلب کی طرف بھی متوجہ ہوتے جاتے جیسے اس حالت میں بھی اس کو برابر فیض پہنچا رہے ہیں جس کا اہل حس کو نمایاں اثر محسوس بھی ہوتا تھا۔

غرض ہر ایک کو یہی کہتے ہوئے سنا اور یہی محسوس کرتے ہوئے دیکھا کہ حضرت اقدس کو مجھ سے زیادہ شاید کسی اور پر شفقت ہو کیوں نہ ہو خود حضرت اقدس فرماتے تھے کہ مجھ کو سب احباب سے عشق ہے لیکن انہی کی مصلحت کی بنا پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ یہ اسی کا اثر ہے بعض ادنیٰ ادنیٰ خادموں کی کسی خاص مسرت پر مسرور ہوتے ہوئے دیکھے گئے کہ جیسے خاص اپنا ہی معاملہ ہو یا اپنے کسی خاص محبوب عزیز قریب کا۔ بعض خادموں کا بعض خاص الخاص اعزہ سے برسوں غلط فہمیوں کی بنا پر اختلاف رہا لیکن کبھی ذرہ برابر قلب پر میل نہ آنے دیا۔ اور ہمیشہ نہایت

بشاشت اور ہمدردی کے ساتھ پیش آتے رہے یہانتک کہ غلط فہمیاں دور ہوگئیں۔ غرض اخلاقاً بھی حضرت اقدس ایک مکمل انسان کا نمونہ تھے۔ علماء وفضلاء کی بیحد عزت واحترام فرماتے تھے۔ ایک فاضل کے ہدیہ کو آخری دنوں میں آنکھوں سے لگایا، مہمان اپنا ہی رکھا، فرمایا جب چاہے اور جس وقت چاہے میرے پاس آجایا کیجئے آپ کے لئے کوئی قید نہیں، کھانے کے بارہ میں فرمایا کہ مذاق کے موافق نہ ہو تو معاف فرمائیےگا میں معافی کا خواستگار نہیں مستحق ہوں، اس ضعف ونقاہت میں بھی اتنا خیال اکرام کا حق ادا فرمادیا۔

چونکہ ہر طالب کی تربیت اس کے مذاق کے موافق فرماتے تھے اسی وجہ سے بیحد نفع ہوتا تھا اور بہت جلد نفع ہوتا تھا خود احقر سے ایک بار فرمایا کہ جو نفع اوروں کے یہاں برسوں کے مجاہدوں میں حاصل ہوتا ہے وہ بوجہ مقبولیت سلسلہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں ہفتوں میں حاصل ہوجاتا ہے۔

آپ ہر نعمت کو ہمیشہ حضرت حاجی صاحب ہی کی جوتیوں کی برکت فرماتے رہے، اپنی طرف کبھی منسوب نہ فرمایا، یہانتک کہ وفات سے ایک دن قبل بھی یہی فرماتے رہے، یہ بھی بارہا فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحب کا ذرا سا بھی ذکر آجاتا ہے تو میں اپنے حواس میں نہیں رہتا مجھ پر تو گذرتی ہے گو دوسروں کو اس کی خبر نہ ہو۔ احقر عرض کرتا ہے کہ جس شوق وذوق سے دیر دیر تک حضرت اقدسؒ حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر فرماتے رہتے تھے اس سے دوسروں کو بھی ایک حد تک اس کیفیت کا احساس ہو ہی جاتا تھا۔

غرض حب شیخ کا وہ درجہ حضرت کو حاصل تھا جس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ حضرت کلید سعادت فرمایا کرتے تھے جبھی تو یہ دولتیں نصیب ہوئیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ درجہ ابطفیل حضرت اقدس نصیب فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جس کے اندر دو چیزیں ہیں اتباع سنت اور حب شیخ اس کو سب کچھ حاصل ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ہوتے ہوئے اگر ظلمات بھی اس کو نظر آتے ہیں تو وہ بھی سب انوار ہیں اور ان میں سے کسی میں کمی ہے تو پھر اگر انوار بھی نظر آتے ہوں تو وہ بھی سب ظلمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ دونوں دولتیں علیٰ وجہ الکمال ہم سب خدام کو حضرت اقدسؒ کی تعلیمات وہدایات کی برکت سے عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

مشورۂ نیک

حضرت اقدس کے خدام عموماً سخت حیران وپریشان دیکھے گئے کہ اب کیا کریں کہاں جائیں۔ انکی یہ حیرانی وپریشانی بالکل بجا ہے کیونکہ ان کی آنکھوں نے تو ایک ایسے شیخ الکامل کا سین دیکھا ہے جو کہیں صدیوں

کے بعد پیدا کیا جاتا ہے، وہ اب کہاں نصیب ایسی حالت میں بھلا کوئی دوسرا اس کی نظر میں کیا جچ سکتا ہے اور کیونکر جچ سکتا ہے بقول اے

ہمہ شہر پُر ز خوباں من و خیال ماہے + چکنم کہ چشم یک بیں نہ کند بکس نگاہے +

چونکہ ابھی ابھی آفتاب غروب ہوا ہے اس لئے ٹمٹماتے ہوئے چراغ ایسے نظر آرہے ہیں جیسے جل ہی نہیں رہے ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ یہی چمک اٹھیں گے۔ جیسے خود حضرت اقدس اسی قسم کے تذکرہ پر فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت بڑوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے نظر آرہے ہیں لیکن بعد کو یہی چمکیں گے اور بڑے نظر آنے لگیں گے اور انہی سے حق تعالیٰ دین کا کام لیں گے۔ ہمیشہ سے عادت اللہ یہی جاری ہے پھر گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔

ایک خلیفہ خاص کے تذکرہ پر جوش میں آکر یہاں تک فرمایا کہ جب بفضلہ تعالیٰ میں نے ایسے ایسے لوگ چھوڑے ہیں تو اب مجھے مرنے کا بھی غم نہیں۔ بہرحال اب وہ بات تو کہاں۔ کیونکہ ع چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا + لیکن

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ + چارہ نبود در مقامش جز چراغ

غرض اب تو سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں ہی سے اپنا کام نکالا جائے اور اگر طالبین میں استعداد کامل ہوگی تو وہ فیض بھی کامل حاصل کرسکیں گے اور ان ٹمٹماتے ہوئے چراغوں ہی سے مشعلیں بھی روشن کی جاسکیں گی۔ اور حضرت اقدس نے تو بہت پہلے سے اس کا بڑا اہتمام فرمایا کہ میرے نہ رہنے پر دفعۃً دین کے کام نہ رکیں برابر چلتے رہیں، چنانچہ طالبین کو تربیت کے لئے خلفاء سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ فتووں کو دیوبند اور سہارنپور بھیجنے کے لئے تحریر فرماتے تھے کہ وہاں سے پوچھو اور اس کی یہی وجہ بیان فرماتے تھے کہ دین کا کام ایک شخص پر منحصر نہ ہونا چاہئے تاکہ اس کے نہ رہنے پر دین کا کام ایک ساتھ نہ رک جائے بلکہ بدستور جاری رہے۔ چنانچہ طالبین کی آمد و شد بھی بہ نسبت سابق کے بہت کم ہوگئی تھی۔

غرض حضرت اقدس بحمد اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں کوئی حالت منتظرہ ہم لوگوں کے لئے نہیں چھوڑ گئے مکمل ہدایات ہر قسم کی ہر امر دین کے متعلق بفضلہ تعالیٰ حضرت اقدس کی تصانیف میں موجود ہیں چنانچہ اس خفی کید نفس پر بھی مطلع فرماگئے ہیں کہ بعض طالبین کو مجازین سے رجوع کرنا اس لئے گوارا نہیں ہوتا کہ ہم چھوٹوں سے کیوں رجوع کریں۔ حالانکہ چھوٹا اگر بالفرض زیادہ کامل نہ بھی ہوا تو اگر سلسلہ صحیح ہے تو اس کو کہیں نہ کہیں سے فیض ضرور پہنچے گا اور اس کا کام بن جائے گا، اگر وہ خود کامل نہیں اس سے اوپر والا تو کامل ہوگا اگر وہ بھی نہیں تو اس سے اوپر والا علی ہذا۔ اور یہاں تو بفضلہ تعالیٰ ایک ہی کے بعد دوسرا کامل بلکہ راس الکاملین موجود ہے یہاں تو قریب ہی سے کام نکل جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بہرحال مایوس

ہونے کی کوئی وجہ نہیں یا طالبین جس سے مناسبت دیکھیں رجوع کریں انشاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے۔ اور عدم واقفیت کی صورت میں بھی خود حضرت اقدسؒ یہ تدبیر ارشاد فرما گئے ہیں کہ چند خلفاء کو اپنے حالات لکھیں جس کے جواب سے زیادہ تسلی ہو ان سے توکلاً علی اللہ رجوع کرلیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اگر ایک بار میں تسلی نہ ہو تو چند بار چند صاحبوں کو مختلف حالات لکھتے رہیں کچھ عرصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ مناسبت کا پتہ چل جائے گا۔ اور مناسب ٹھکانا متعین ہو جائے گا پھر بس اسی سے اپنی اصلاح کراتے رہیں۔ لیکن بہرحال حضرت اقدس کی تصانیف کا مطالعہ مثل وظیفہ کے اپنے اوپر لازم کرلیں۔ کیونکہ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے کہ چاہے دو ورق ہی ہوں لیکن مثل وظیفہ کے روزانہ مطالعہ ہونا چاہیے اس سے بہت نفع ہوتا ہے اور تجدید ہوتی رہتی ہے۔ بالخصوص اب حضرت اقدسؒ کے بعد تو حضرت کے فیوض و برکات اور تعلیمات و ہدایات تو تصانیف ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب + بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

معاصی سے اجتناب کی اور مباحات میں سے کثرت کلام اور کثرت اختلاط مع الانام سے احتراز کی حضرت بہت تاکید فرماتے رہتے تھے یہاں تک کہ وصایا میں بھی ان الفاظ کو داخل فرما دیا ہے۔

حضرت اقدسؒ تو اپنی بعض کتابوں مثلاً اشرف السوانح کے متعلق یہ فرماتے تھے کہ کسی کو اپنا مصلح بنائے اور یہ کتابیں مطالعہ اور عمل میں رکھے بس انشاء اللہ تعالیٰ وصول الی اللہ کے لئے بالکل کافی ہے۔ کاملین کی صحبت میسر نہ ہونے کی صورت میں ان کے کلام کے مطالعہ کی ضرورت پر حضرت یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے ؎

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل است + صراحی مئے ناب و سفینہ غزل است

بس اب یہی ہم لوگ کریں کہ حضرت اقدس کی سب کتابوں کو اپنا مطالعہ و عمل میں رکھیں ان میں سب کچھ موجود ہے حضرت کوئی کسر نہیں چھوڑ گئے۔ دین کے راستہ کو بالکل صاف و بے غبار و سہل فرما گئے ہیں۔ بقول احقر

اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو + کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا ؎

چنانچہ ایک صالح نے حضرت اقدس کو خواب میں یہ فرماتے سنا کہ میں نے سب کچھ رکھ دیا ہے عزیزوں [illegible] بالخصوص فلاں خلیفہ خاص کو۔ اب مگر ہاں عمل کے لئے ہمت بہرحال شرط ہے چنانچہ ایک ملفوظ میں تاکید فرمایا کہ سارے طریق کا خلاصہ بس دو چیزیں ہیں خلوص اور ہمت اور ان میں بھی ہمت اصل ہے کیونکہ خلوص کے لئے بھی ہمت ہی کی ضرورت ہوگی تو گویا ہمت ہی سارے طریق کا خلاصہ ٹھہرا۔ اللہ تعالیٰ بس اسکی توفیق دے

Marfat.com

تو پھر راستہ بالکل سیدھا اور صاف ہے، قدم اٹھاتے چلے جائیے اور بڑھتے چلے جائیے۔ اسی ملفوظ کو احقر نے یوں نظم کیا ہے ؎

تجھ کو جو چلنا طریقِ عشق میں دشوار ہے ۔۔۔ تو ہی ہمت ہار ہے، ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہ رو کھا رہا ہے ٹھوکریں ۔۔۔ لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے
سختیٔ رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمت تو کر ۔۔۔ گامزن ہونا ہی مشکل، راستہ مشکل نہیں
کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک ۔۔۔ ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

اصلاح میں اپنی کر نہ سستی ۔۔۔ ہمت پہ ہے منحصر درستی
فرما گئے ہیں حکیم الامت ۔۔۔ سستی کا علاج بس ہے چستی

حسب ارشاد حضرت اقدسؒ امور غیر اختیاریہ کے پیچھے نہ پڑے، اختیاری میں کوتاہی نہ کرے، اگر کوتاہی ہو جائے فوراً توبہ سے اس کا تدارک کر کے پھر کام میں مشغول ہو جائے بس اسی طرح زندگی بھر کرتا رہے۔ ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش ٭ تا دم آخر دمے فارغ مباش

حسب ارشاد حضرت اقدسؒ اوراد و اذکار سے زیادہ اہم اپنے عیوب کی اصلاح کو سمجھے جس کی ترکیب یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تبلیغ دین اور بہشتی زیور کے ساتویں حصہ میں جو عیوب درج ہیں ان کو دیکھ کر یا اپنے تجربہ سے جو عیوب اپنے اندر نظر آئیں ان سب کو ایک کاغذ پر لکھ لیا جائے اور جو یاد آتے رہیں ان کا اس میں اضافہ کرتا رہے اور جب مصلح کو خط لکھے تو اس میں ایک ایک عیب کو مع اس کی چند مثالوں کے لکھتے رہیں اور اس کے بتائے ہوئے علاج پر عمل کرتے رہیں۔ جب ایک عیب کے علاج میں رسوخ ہو جائے یعنی اس علاج کے یاد آجانے میں اور اس پر عمل کرنے میں زیادہ مشقت نہ ہو تو پھر اسی طرح دوسرے عیب کا علاج کرائیں۔ یہاں تک کہ سب عیوب کی اصلاح ہو جائے۔ اھ۔ طالبین کے لئے بس کلیہ کے طور پر یہی مختصر مضمون کافی ہے۔ تفصیل کیلئے تو دفتر کے دفتر بھی کافی نہیں بمصداق ؏ حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد ٭ اور تفصیلات کا لکھنا مفید عام بھی نہیں کیونکہ ہر طالب کی جدا حالت ہے اور حالات بھی مختلف اوقات میں مختلف پیش آتی ہیں جن کا فیصلہ مصلح ہی کرسکتا ہے۔ بس اب طالبین سے یہ کہکر رخصت ہوتا ہوں ؎ کامیابی تو کام سے ہوگی ٭ نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی ٭ فکر اور اہتمام سے ہوگی ٭ ذکر کے التزام سے ہوگی ٭ کار کن کار بگذر از گفتار ٭ اندریں راہ کار باید کار ٭ دعائیں تو بہرحال کرتے رہیں کہ بلا توفیق خداوندی کے کچھ کسی سے نہیں ہو سکتا بالخصوص یہ دعائیں۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب۔ ربنا اتمم لنا نورنا

واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر۔ اللّٰھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک اللّٰھم افتح اقفال قلوبنا بذکرک وتمم علینا نعمتک واسبغ علینا من فضلک واجعلنا من عبادک الصالحین۔

لیکن نری دعا بھی کافی نہیں بلکہ دعا کا اثر بھی جو ظاہر ہوگا تو وہ بھی اس عالم اسباب میں بمصداق حدیث اذا اراد اللہ شیئا ھیأ اسبابہ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے اسباب مہیا فرما دیتے ہیں اسی صورت سے تو ہوگا کہ ہمت اور استعمال اختیار کی توفیق ہونے لگے۔ بہرحال بندہ پر واجب ہے کہ وہ ہمت کرکے حقوق بندگی ادا کرتا رہے اور ساتھ ہی اپنے عجز کا بھی اقرار کرتا رہے اور ڈرتا رہے ؎

این ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ + بے عنایات خدا ہیچیم ہیچ
بے عنایات حق و خاصان حق + گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یہ تو عام طالبین کے لئے مشورہ پیش کیا گیا اب حضرات مجازین بیعت اور مجازین صحبت کی خدمت میں بھی بصد ادب واحترام یہ گذارش ہے کہ اب ان کی ذمہ داری ایک معنی کر پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ اب سب کی نگاہیں انہیں حضرات پر لگی ہوئی ہیں اسلئے یہ حضرات اپنی اپنی جگہ تربیت طالبین کی طرف خاص توجہ فرمائیں تاکہ یہ متفرق توجہات ملکر اس فوت شدہ مرکزیت رشد و ہدایت کی کسی درجہ میں تو بدل ہو سکیں لیکن ساتھ ہی ان حدود وقیود کی بے انتہا پابندی اور پوری پوری رعایت وحفاظت رکھی جائے جو حضرت اقدس کے طریق تربیت کی خصوصیات اور طغرای امتیاز تھیں مثلاً طالب کو مطلوب بنایا جائے۔ ہاں جو از خود رجوع کرے اس کی دل وجان سے اور پوری توجہ اور شفقت سے خدمت کرے۔

اب جملہ ناظرین سے یہ کہکر رخصت ہوتا ہوں کہ الحمد للہ جس طرح بھی اس عاصی محض سے بن پڑا ... سے ہو سکا بعون اللہ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا اس خاتمۃ السوانح کو اس وقت بعد زوال ۱۲ ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ یوم پنجشنبہ بحالت اعتکاف مسجد خانقاہ اشرفیہ میں پورا کیا اور اسی وقت رشد و ہدایت کا وہ آفتاب عالم تاب زیر لحد روپوش ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کی اس آخری حقیر خدمت کو مقبول و نافع فرمائے اور جو لغزشیں ظاہری و باطنی اس کے لکھنے میں اس ناکارہ آوارہ سے سرزد ہوئی ہوں ان کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے اور ان کے وبال سے دونوں جہان میں محفوظ و مامون رکھے۔

آمین یارب العلمین بحرمۃ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشرف الملفوظات

فی

مرض الوفات

(جمع کردہ جناب مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی)

تمہید

ناکارہ خلائق کمترین خدام بارگاہ اشرفی بندہ محمد شفیع دیوبندی عرض گذار ہے کہ یوں تو حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی پوری عمر اور عمر کے تقریباً پورے اوقات ہی افاضہ وافادہ کے لئے وقف تھے، حضرت کے اس کاروبار کو دیکھ کر بے ساختہ یہ آیت زبان پہ آتی تھی۔ اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ اور معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کی ذات گرامی انھیں مخصوص بندگان الٰہی سے ہے جن کو قدرت کے انتخاب نے اپنے ہی لئے چن لیا

لیکن اس افاضہ وافادہ کا رنگ آخر عمر میں اوائل سے زیادہ ممتاز طریق پر محسوس ہوتا تھا۔ وفات سے ایک دو سال پہلے مجلس میں فرمایا بھی تھا کہ اب جو لوگ مجھ سے خدمت لیتے ہیں وہ پکے ہوئے پھل کھاتے ہیں اور اس سے پہلے گدرے یا کچے پھل کھانے کی مثال تھی۔ جس پر مجلس میں کسی نے عرض کیا کہ بڑے فائدہ میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے تینوں موسموں کے پھل کھائے ہیں۔

۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ کو احقر حاضر آستانہ عالی ہوا تو مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا مسعود علی صاحب ندوی بھی اور بہت سے حضرات پہلے سے وہاں مقیم تھے۔ ان حضرات کی مدت قیام چونکہ کم تر تھی اسلئے باوجود شدت مرض

Marfat.com

بے انتہا ضعف کے دن رات میں چار چار مرتبہ طویل طویل وقت مجالست کیلئے عطا فرماتے تھے جن میں احقر بھی شریک رہتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت چاہتے تھے کہ سب کو گھول کر پلادیں، بات بات میں ایسے اصول تلقین فرماتے جو عمروں میں بھی حاصل ہونا دشوار ہیں۔

ادھر چونکہ سفر آخرت کا وقت قریب تھا مدت سے تصنیف و تالیف کے پھیلے ہوئے کاموں کو سمیٹنے کی فکر تھی جو کام خود شروع کئے ہوئے تھے وہ بحمد اللہ سب تکمیل فرما چکے تھے بعض کام ایسے بھی تھے کہ طویل الذیل ہونے کی وجہ سے خود ان کی تکمیل کی مشقت برداشت نہ ہوسکتی تھی، مگر کام کا ادھورا چھوڑنا بھی حضرت کی طبیعت کے لئے اس کام کی مشقت سے کم نہ تھا، مگر حق تعالیٰ نے حضرت اقدس کو مشکل سے مشکل چیز میں آسان سے آسان راستہ نکال لینے کا ایک خاص کمال عطا فرمایا تھا۔ ایسے کاموں میں ایک عجیب صورت اختیار فرمائی جس سے ضرورت کی تکمیل بھی ہوگئی اور طویل کام کی مشقت سے فراغت ہوئی اس سلسلے کے تین کام اس وقت مجھے یاد ہیں ایک تو رسالہ کثرۃ الازواج لصاحب المعراج جس میں حضرت والا نے یہ ارادہ فرمایا تھا کہ تمام ازواج مطہرات سے جس قدر روایات حدیث امت کو پہنچی ہیں ان سب کو یکجا جمع فرمادیں لیکن یہ کام بہت دقت اور بہت تفتیش و محنت کا تھا اس کی صرف ایک قسط جو ساتھ چھپی قسط ہے یعنی ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہؓ کی روایات ان کو خود جمع فرما کر اسی پر اکتفا کرکے شائع فرما دیا اور باقی کے متعلق احقر سے فرمایا کہ اب ہمت نہیں ہوتی میں نے اس رسالہ سے ضرورت کا احساس بھی کرادیا اور اس کا ایک خاص طرز بھی بتلادیا۔ آگے کوئی اور اللہ کا بندہ پورا کرے گا۔ چنانچہ یہ رسالہ اتنا ہی شائع ہوکر مفید خواص و عوام ہو رہا ہے۔ ناتمام اور غیر مفید حالت میں نہیں رہا۔

جس وقت حضرت والا نے یہ کلمات فرمائے کہ اور کوئی اللہ کا بندہ پورا کرے گا احقر کا خیال ہوا کہ میں اس کام کو کرلوں اور حضرت سے عرض کرنے کا بھی ارادہ ہوا لیکن مجھے یاد آیا کہ اس سے پہلے حضرت نے میرے سپرد کوئی کام فرمایا تھا اور ابھی تک اس کی تکمیل نہ ہوئی تھی اس لئے عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور عجیب اتفاق ہے کہ اس کے بعد سے پھر کبھی اس کا خیال بھی نہ آیا۔ آج جب ان ملفوظات کی تمہید لکھنے بیٹھا تو واقعہ یاد آیا۔ اور عجب [illegible] کہ اس وقت بھی میں ایسے ہی حال میں ہوں جیسا اس وقت تھا کہ حضرت ہی کے ایک سپرد فرمائے [illegible] کی تصنیف) میں مشغول ہوں، شاید حق تعالیٰ نے یہ کسی مقبول بندہ کا حصہ رکھا ہے جو خدمت ہے اس کام کو انجام دیں ورنہ احقر ناکارہ کا بھی ارادہ ہے کہ اگر فرصت ملی تو حسب توفیق اس کی تکمیل میں کوشش کرے ورنہ ع

وکم حسرات فی بطون المقابر

Marfat.com

دوسرا کام جو خود حضرت والا نے شروع فرمایا وہ ابن منصور کے حالات صحیحہ کا جمع کرنا اور ان کے بارہ میں قول فیصل لکھنا تھا۔ اور تیسرا کام خود اپنے قلم سے شروع فرمایا تھا وہ حافظ ابن قیم کی طرف منسوب ایک رسالہ کا جواب تھا جس میں جمہور امت کے خلاف فنا جہنم کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

ان دونوں رسالوں میں یہ صورت اختیار فرمائی کہ پہلے رسالہ میں مختصر حالات کے حوالے اور غامض و دقیق مقالات کی شرح اور ابن منصور کے متعلق قول فیصل جو سب سے زیادہ اہم کام تھا اور صرف حضرت ہی کے کرنے کا تھا وہ خود اپنے قلم سے لکھدیا اور رسالہ کا نام بھی القول المنصور فی ابن المنصور تجویز فرمادیا اسی طرح دوسرے رسالہ میں بھی حافظ ابن قیم کے قابل غور استدلالات کا جواب اور مشکل مواقع کا حل خود فرما کر ان دونوں رسالوں کے مسودے کتب خانہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ کرا دیئے اور ایک وصیت ان کے متعلق شائع فرمادی۔ اہل علم کو عموماً اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب اور اس ناکارہ کو خصوصاً خطاب فرمایا گیا تھا کہ ان رسالوں کی تکمیل کردیں۔

مگر حق سبحانہ وتعالیٰ کا معاملہ حضرت کے ساتھ ہمیشہ سے یہ تھا کہ ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں + می دہد یزداں مراد متقیں

چنانچہ اول الذکر رسالہ کی تکمیل بالتفصیل حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہم نے کردی اور وہ سب حضرت کے ملاحظہ سے گذری اور پسندیدگی کے بعد حضرت کے سامنے ہی یہ کتاب شائع ہوگئی۔

اور آخر الذکر رسالہ کی تکمیل مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دارالعلوم دیوبند نے کرکے حضرت کے ملاحظہ سے گذارا جس کو حضرت والا نے پسند فرما کر اپنی تحریر بھی اس پر ثبت فرمادی جس کی احقر نے بھی زیارت کی ہے لیکن غالباً یہ رسالہ ہنوز طبع نہیں ہوا۔

الغرض یہ چند کام جو خود شروع فرمائے تھے اور پوری تکمیل کی مشقت کا اب تحمل نہ تھا ان کی تکمیل اس طرح اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

بوادر النوادر کی تکمیل تصنیف ہو چکی تھی مگر طباعت کا انتظام نہ ہوا تھا تو قلب مبارک کو اس طرف توجہ تھی جناب شیخ عبدالکریم صاحب سشن جج کراچی نے اس کی طباعت کے لئے ایک ہزار روپیہ بھیدیا جو اس وقت اسکی ایک ہزار جلدوں کی طباعت کے لئے کافی تھا مگر کتابت میں دیر لگی ادھر جنگ کی وجہ سے کاغذ کی قیمت کہیں سے کہیں پہنچ گئی تو فرمایا کہ صرف ڈھائی سو نسخے چھاپ لئے جاویں اور اس میں بھی اگر ایک ہزار روپیہ سے زائد کچھ خرچ ہو تو موصوف کو اس کی اطلاع نہ کی جاوے بلکہ زائد رقم میں خود اپنے پاس سے دیدوں گا اور اس کے مقابلہ میں جتنے

Marfat.com

نسخے آویں گے وہ میں لے لوں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سو روپیہ خود حضرت والا نے اپنی ذات سے دیا جس کے کچھ نسخے حضرت کے حصے میں آئے، عین مرض کی شدت میں یہ کتاب تیار ہوئی تو روزانہ اس کے پہنچنے کا انتظار رہتا تھا جب پہنچی تو خاص مسرت کے آثار حضرت والا پر تھے، اپنے حصہ میں آئے ہوئے نسخوں کو خود اپنے ہاتھ سے خدام میں تقسیم فرما دیا اور باقی نسخے جج صاحب کے سپرد کرنے کے لئے فرما دیا کہ ان کے پاس بھیجے جاویں وہ جو چاہیں کریں۔

الغرض اول تو ہمیشہ ہی سے حضرت والا کی طبیعت یہ تھی کہ کوئی کام تعویق میں نہ پڑا رہے پھر اس وقت کہ عمر کے طبعی ضعف کے ساتھ امراض کا ہجوم عرصہ سے تھا جو آنے والے دن کی خبر دے رہا تھا اس کے پیش نظر ان چیزوں کا اہتمام اور بھی زیادہ ہو گیا تھا۔

اسی سلسلہ کی ایک چیز احکام القرآن کی تصنیف تھی جس کی طرف ابتدائی توجہ ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ تفسیر کے آغاز اور اس کے لئے فروع حنفیہ پر استدلالات قرآنیہ اور مواضع خلاف میں دوسرے ائمہ کا جواب ایک مستقل کتاب میں ہونے کی بنا پر ہوئی اور اسی بنا کے اعتبار سے اس کا نام دلائل القرآن علی مسائل النعمان تجویز فرما کر یہ خدمت اس ناکارہ کے سپرد ہوئی یہ کام نہ آسان تھا نہ مختصر احقر نے اپنی فرصت کے موافق کرنا شروع کر دیا اسی عرصہ میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہ اعلاء السنن کی تصنیف کو مکمل کر کے فارغ ہو گئے تو حضرت والا نے یہ کام ان کے سپرد فرما دیا لیکن اتفاقاً تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مولانا موصوف بھی ڈھاکہ میں ملازم ہو کر تشریف لے گئے اور یہ کام تعویق میں پڑ گیا۔

۱۳۶۱ھ میں حضرت والا کو اس کام کی طرف زیادہ توجہ ہوئی اور چاہا کہ کوئی عالم فارغ ہو کر صرف اسی کام میں لگ جائے تاکہ تکمیل جلد ہو سکے، مگر اس کی صورت نہ ہوئی تو چند حضرات پر تقسیم کر دینے کا فیصلہ فرمایا، اور دو منزلیں قرآن کریم کی اس تقسیم سے احقر ناکارہ کے حصہ میں آئیں۔

ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ میں بعض حوادث کی بنا پر احقر نے دارالعلوم دیوبند کے [illegible] تعلق سے استعفاء دیدیا [illegible] ۱۲ جمادی الثانی کو فارغ ہو کر بحاضر آستانہ عالیہ ہوا تو مشورہ کے بعد یہ تجویز فرمایا کہ احقر اس فراغت میں احکام القرآن کی خدمت [illegible]

یہ وہ وقت تھا کہ مرض کا شباب اور ضعف کی انتہا تھی نقل و حرکت کی دشواری [illegible] کلام کا بھی تحمل نہ تھا لیکن دینی خدمات اور افادات کا قدرتی داعیہ [illegible] کتاب مبارک [illegible] لکھا گیا تھا اس نے ہر مشقت کو [illegible] بنا رکھا تھا [illegible] لکھا [illegible] بار بار خود تلاوت فرماتے اور اس میں [illegible] کوئی کمی [illegible] نظر آتا اس کی تقریر [illegible] فرماتے [illegible]

فرمادیتے کہ اس کو کتب تفسیر وغیرہ میں تلاش کر لو اگر کہیں ملجاوے تو اس کے حوالے سے لکھدو ورنہ خود بھی غور کرو اگر دل کو لگے تو جس سے تم سُنا ہے (یعنی خود حضرت اقدسؒ سے) اس کے حوالے سے لکھدو۔

اسی طرح اواخر جمادی الثانیہ میں احقر سورۂ نمل کے ختم پر پہنچا جس کے آخر میں مسئلہ علم غیب پر تفصیلی کلام کرنا پڑا اس میں دیر لگی، تو ایک روز دریافت فرمایا کہ نمل ختم ہوگئی۔ احقر نے عرض کیا کہ مسئلہ علم غیب پر مفصل تحریر لکھنے کی وجہ سے دیر لگ رہی ہے، پھر دو روز کے بعد دریافت فرمایا اس وقت بھی اُس بحث سے فراغت نہ ہوئی تھی مجھے ندامت ہوئی کہ حضرت کو اس کے ختم کا انتظار ہے اور میں ابھی تک ختم نہیں کرسکا۔ خدام کی آسانی اور بے فکری کی رعایت حضرت والا کو انتہا درجہ کی تھی۔ اسی لئے اس کے بعد کئی روز تک دریافت نہیں فرمایا اور حضرت کے انتہائی ضعف کی وجہ سے از خود کوئی علمی بحث ذکر کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی پھر کئی روز بعد خود ہی دریافت فرمایا کہ ابھی تو مسئلہ علم غیب پورا نہیں ہوا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ بحمد اللہ پورا ہو چکا ہے اور سورۂ نمل بھی مکمل ہو چکی ہے سورۂ قصص کی چند آیات بھی لکھ چکا ہوں۔ اس پر مسرت کا اظہار فرمایا اور سورۂ قصص کی آیت جس میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے قبطی کو قتل کردینے اور پھر جناب باری میں اس پر استغفار کرنے اور حق تعالیٰ کی طرف سے مغفرت فرمانے کا تذکرہ ہے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں ایک سوال ہے وہ یہ کہ قبطی کافر تھا اور کافر بھی حربی جس کا خون حسب قواعد شرعیہ مباح ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس سے استغفار کیوں کیا اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی مغفرت کا ذکر فرماکر اس کی تقریر کردیگئی کہ یہ قتل مناسب نہ تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ حربی کافر کے قتل کو ناجائز یا نامناسب قرار دینے کا سبب کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مدت سے میرا ایک خیال ہے وہ یہ کہ کفار سے جیسے باقاعدہ زبانی یا تحریری عہد ہو جاتا ہے تو اس کی پابندی مسلمانوں پر لازم ہو جاتی ہے اسی طرح بعض اوقات عملی عہد ہو جاتا ہے کہ باہمی طرز معاشرت اور تعامل سے فریقین ایک دوسرے سے مامون و بے خطر ہوں باہمی معاملات اور لین دین وغیرہ جاری ہو یہ بھی ایک نوع عہد عملی کی ہے اس کی بھی رعایت کرنا ضروری ہے کہ اگر کسی وقت ایسے لوگوں پر حملہ کرنا ہے تو پہلے ان کو نبذ عہد کے طور پر متنبہ کردیا جائے کہ اب ہم سے مامون نہ رہیں، پھر طرفین کو اپنے اپنے فعل کا اختیار ہے اور بغیر اس نبذ عہد کے ایک قسم کا غدر ہے جو شریعت اسلامیہ میں کسی حال کسی کافر سے جائز نہیں، قبطی کا واقعہ بھی اسی قبیل سے تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السّلام مع اپنے متعلقین بنی اسرائیل کے اور قبطی کفار دونوں فرعونی سلطنت کے باشندے تھے اور ایک دوسرے سے باہم مامون تھے۔ اسی حالت میں قبطی کا ... ایک قتل کردینا عہد عملی کے خلاف تھا اس لئے اس پر عتاب ہوا اور استغفار و مغفرت کی نوبت آئی، رہا یہ سوال کہ جب یہ قتل بحکم غدر اور معصیت تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولو العزم رسول اور معصوم ہیں ان سے

کیسے صادر ہوا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قصداً قتل نہیں کیا معمولی ضرب اس کو ہٹانے کے لئے لگائی تھی اتفاقاً مر گیا اس لئے معصیت کا صدور اُن سے نہیں ہوا تاہم صورت معصیت کی تھی اس لئے پیغمبر خدا نے اسکو بھی اپنے حق میں معصیت ہی کی برابر سمجھ کر استغفار کیا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے اگر اس کا ثبوت کتاب و سنت میں یا علماء اہل حق کے کلام میں مل جائے تو اس کے حوالہ سے لکھا جائے ورنہ جس سے آپ نے سنا ہے اس کے حوالہ سے لکھ سکتے ہیں کیونکہ بظاہر قواعد اور اصول مسئلہ کے اسمیں کوئی بات خلاف نہیں معلوم ہوتی۔

احقر نے اس کو تلاش کر کے پیش کرنے کے لئے عرض کیا۔ یہ ارشاد یکم رجب ۱۳۶۲ھ کی مجلس میں فرمایا تھا جس کے پندرہ روز بعد دنیا سے سفر ہونے والا تھا۔ میں نے اسی روز تحقیق کی تو بحمد اللہ صحیح بخاری کی ایک حدیث بروایت مغیرہ ابن شعبہ میں اس کا ثبوت اور قسطلانی شرح بخاری میں اس کی تصریح نکل آئی۔ ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں پیش کروں لیکن ان دنوں اکثر وقت حضرت اقدس پر ایک قسم کی غنودگی یا ربودگی کی کیفیت رہتی تھی عرض کرنے کا موقع نہ پایا۔

۳ رجب کو احقر اپنے بعض اعزا کی شدید بیماری کی وجہ سے دیوبند آ گیا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔ اس آیت کی پوری تقریر بھی وفات کے بہت بعد جب کچھ دل و دماغ سنبھلنے لگے اس وقت لکھنے کی نوبت آئی جبکہ نہ اپنی غلطی پر کوئی متنبہ کرنے والا رہا اور نہ کوئی مفید بات دیکھ کر خوش ہونے والا۔ اقبال اکبر مرحوم ؎

اب کہاں نشو و نما پائے نہال معنی + کس زمیں پر دل پُر جوش کی بدلی برسے

اب حالت یہ ہے کہ جب کوئی اشکال پیش آتا ہے تو ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال + مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

کی مجلس روح افزا کی یاد پر یہ حال ہونا ضروری ہے کہ ع سو داغ دے گئے ہمیں دو دن بہار کے۔

لیکن اگر کسی وقت حضرت ہی کی جوتیوں کے طفیل میں کوئی اشکال حل ہو جاتا ہے اور اپنے نزدیک کوئی اچھی چیز لکھی جاتی ہے تو یہ رونا ہوتا ہے کہ اب یہ کس کو دکھلاؤں جو اس کو دیکھ کر خوش ہوں اور دعاؤں سے اس کی داد دیں۔

کل کی بات ہے کہ علامہ تقی الدین سبکی شافعی کی مشہور کتاب جمع الجوامع دیکھ رہا تھا جو اصول فقہ میں لکھی گئی ہے اور اس کا آخری باب تصوف میں منعقد کیا گیا ہے اس میں حضرت والا کا وہ زریں اصول جو تمام تصوف و سلوک کی جان ہے یعنی مسئلہ اختیاری و غیر اختیاری جس کی شرح حضرت کے کل خدام جانتے ہیں اس کتاب میں اس اصول کے اور اسی مسئلہ کو لیا گیا ہے اور مشکلات سالکین کو اس سے حل کیا گیا ہے یہ دیکھ کر ایک دفعہ تو یہ حالت ہوئی کہ جی میں آیا کہ ابھی کتاب اٹھا کر چلوں اور نقادِ معانی کی خدمت

Marfat.com

میں پیش کروں مگر جو اس درست ہوئے تو دل پکڑ کر رہ گیا کہ ؎

نہ قاصدے، نہ سفیرے، نہ مرغِ نامہ برے + کہ پیش حضرت اقدس برد ز من خبرے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ، انا للہ و انا الیہ راجعون ، انا للہ و انا الیہ راجعون

احکام القرآن کی تصنیف کے بارہ میں حضرت والا نے احقر کو چند نصیحتیں فرمائی تھیں جو اسی وقت احقر نے ضبط کرلی تھیں، یہ نصائح کیا ہیں عجیب و غریب اصول ہیں جو ہر تصنیف بلکہ ہر دینی و دنیاوی کام میں مشعل راہ ہیں اس لئے مناسب سمجھا کہ ان کو اس جگہ نقل کر دوں۔ اگرچہ یہ نصائح مختلف اوقات کے ارشادات ہیں ایک مجلس کی تقریر نہیں۔

علمی اور عملی معمولات کے متعلق چند زرّیں اصول

(۱) ارشاد فرمایا کہ جس قدر وقت اس کام کے لئے مقرر کیا ہے اس میں کام پابندی کے ساتھ کرنے کا التزام کیا جائے اگر کسی روز طبیعت نہ لگے تو اگر یہ صورت کام شروع کرنے سے پہلے واقع ہو تو پروا نہ کی جائے، طبیعت پر جبر کر کے کام کیا جاوے اور اگر وسط میں پیش آوے تو طبیعت کو زیادہ مقید نہ کیا جاوے بلکہ کام اس روز چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ عملی کاموں میں مقصود اصلی اجر ہے اور وہ ہر حال میں حاصل ہے خواہ دل لگے یا نہ لگے اور علمی کاموں میں اصل مقصود یہ ہے کہ کام مفید اور نافع صورت میں ہو جائے اور یہ بغیر دلچسپی کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن کام کے اوائل میں دلچسپی نہ ہونے کو عذر سمجھ لیا جاوے گا تو کام بھی نہ ہوگا۔

(۲) فرمایا کہ جو مضمون ضمناً و استطراداً آئے اس کو لکھا جائے تو نہایت مختصر لکھیں، بے محل تفصیل سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(۳) جس مسئلہ فقہیہ پر بحث ہو اس کا حوالہ کتب فقہیہ سے ضرور ہونا چاہئے یہ ضروری نہیں کہ خود امام ہی کا قول ہو بلکہ مشائخ مذہب کے اقوال بھی کافی ہیں۔

(۴) جس روز کسی ضرورت سے کام نہ کرنا ہو اس روز بھی تھوڑی دیر کام ضرور کر لیا جائے خواہ ایک ہی سطر لکھی جاوے تاکہ ناغہ کی بے برکتی سے نجات ہو۔ اور فرمایا کہ استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب کا درس میں یہی معمول تھا کہ اگر کسی دن سبق پڑھانا نہیں ہوتا تھا تو سب جماعتوں کے طلبہ کو ایک ہی وقت میں جمع کر کے ہر سبق کی ایک ایک سطر پڑھا دیا کرتے تھے۔ اس میں بڑی برکت ہے۔

احقر جامع عرض کرتا ہے کہ خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کا طرزِ عمل بھی ہمیشہ یہی رہا ہے جس کی برکت حضرت کے کاموں میں مشاہد ہے۔

Marfat.com

رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ کا ایک واقعہ جو میرے پاس قلمبند ہے یاد آیا کہ اطباء نے حضرت کو کچھ چلنے کا مشورہ دیا، چنانچہ بعد عصر جنگل تشریف لیجایا کرتے تھے احقر بھی ہمراہ ہوتا تھا اور وصل صاحب مرحوم اور بعض دوسرے حضرات بھی۔ معمول یہ تھا کہ تھانہ بھون میں ریلوے لائن کا پل جو نالہ پر ہے اس سے غربی جانب میں دوسرا پل جو بیل گاڑیوں کا ہے وہاں تک روزانہ تشریف لیجایا کرتے تھے۔ میں خیال کرتا تھا کہ کسی دن اس میں ایک قدم کم نہیں کیا۔ ایک روز ریلوے پل پر پہنچے تو راستہ گائے بیلوں سے گھرا ہوا تھا آگے نہ جاسکے تو واپس ہوئے مگر واپسی کا روزانہ کا راستہ چھوڑ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے ہم سب ساتھ ہوئے مگر خلاف عادت اسٹیشن کی طرف چلنے کی مصلحت معلوم نہ ہوئی پھر خود ارشاد فرمایا کہ میں نے وہ مسافت جو کم رہ گئی تھی اس طرف چل کر پوری کی ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ بعض زوائد کاموں میں پابندی کا یہ حال ہو تو مقاصد میں کس قدر پابندی ہوگی۔

ایک روز اسی سیر کے دوران میں فرمایا کہ جن معمولات کا تعلق کسی دوسرے سے ہوئیں ان کی بہت زیادہ پابندی کرتا ہوں لیکن جن معمولات کا تعلق میرے نفس سے ہو ان میں بہت آزاد ہوں چنانچہ دوپہر کا آرام کبھی کرتا ہوں کبھی نہیں۔

(۵) ۱۳؍ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ کا ایک ملفوظ اسی سلسلے کا میرے پاس لکھا ہوا ہے وہ بھی تصنیف وغیرہ علمی خدمات میں ایک بہترین فائدہ ہے اس لئے ذکر کرتا ہوں۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اشرف السوانح کی تصنیف میں مشغول تھے طویل رخصت اس کام کے لئے رکھی تھی مجلس میں ذکر آیا کہ رخصت ختم کے قریب ہے، اور کام بہت باقی ہے۔ تو فرمایا کہ:۔

میں ہمیشہ کہتا تھا کہ مختصر مختصر جو سامنے آوے اس کو لکھ ڈالو پھر جو یاد آتا رہیگا اضافے ساری عمر کرتے رہنا۔ کام اسی طرح ہوتا ہے مگر کوئی بڈھوں کی بات مانتا نہیں۔ اپنی جوانی کے جوش میں جب کام لیکر بیٹھتے ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں کہ سب ہی کچھ لکھ ڈالیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند + جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

اب اس کے بعد وہ ملفوظات تاریخوار لکھے جاتے ہیں جو مرض وفات میں احقر نے خود حضرت کی مجلس میں ضبط کئے

(تنبیہ) حضرت والا کا معمول تھا کہ بدون اپنی نظر ثانی کے ملفوظات چھاپنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور ایک شرط کے ساتھ اجازت بھی تھی۔ احقر نے اس شرط کی رعایت تابمقدور کرلی ہے اس کے باوجود اس میں کوئی کوتاہی رہی ہو تو وہ ناکارہ کی طرف منسوب سمجھی جاوے۔ وما ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

محمد شفیع دیوبندی عفا اللہ عنہ۔

Marfat.com

۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۱) بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنی بات کو غالب رکھنا چاہتے ہیں اس کی غلطی بھی واضح ہو جائے تو بھی اس کو نہیں چھوڑتے سمجھتے ہیں کہ اس میں عزت ہوگی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مخاطب اگر کسی وجہ سے خوش بھی ہو جائے تو اس کی حقارت اور جہالت قلب میں بیٹھ جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ مخاطب کیلئے ایذا کا سبب ہے اور گناہ بھی ہے۔

(۲) فرمایا کہ بزرگوں کی صحبت میں رہنے سے اصل مطلوب ان کا مذاق حاصل کرنا ہے جو محض موہبت سے عطا ہوتا ہے باقی رہے افعال تو وہ اختیاری ہیں ایک دم میں بدل سکتے ہیں مگر مذاق صحیح بعض اوقات پچاس برس میں بھی حاصل نہیں ہوتا

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۳) فرمایا کہ مولوی عبید اللہ سندھی کا ایک مقولہ مجھے بہت پسند ہے گو وہ اس محل میں درست نہ ہو جس کے لئے انھوں نے فرمایا تھا۔ وہ یہ کہ مولوی صاحب نے مثنوی کی شرح لکھنے کی مجھ سے فرمائش کی میں نے عذر کیا کہ اب تو مجھے اصطلاحات بھی یاد نہیں رہی انھوں نے فرمایا کہ علم کا تو وہی وقت ہے جب اصطلاحات سے ذہول ہو جائے فرمایا کہ ذہین آدمی ہیں یہ مضمون بالکل صحیح ہے کیونکہ جب تک اصطلاحات یاد رہیں الفاظ کا غلبہ رہتا ہے جب اصطلاحات محو ہو جاویں تو معانی کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

(۴) حدیث میں ہے کہ امت کے تہتر فرقے ہوں گے بہتر ناری ایک جنتی اس میں یہ اشکال ہے کہ اگر ناری ہونے سے خلود نار مراد ہے تو ان سب فرقوں کی تکفیر لازم آتی ہے جو اہل سنت کے مسلک کے خلاف ہیں اور اگر خلود فی النار مراد نہیں تو فرقہ ناجیہ اور ان بہتر فرقوں میں کوئی فرق نہیں رہتا کیونکہ فرقہ ناجیہ کے بدعمل لوگ بھی تا چندے جہنم میں رہیں گے حضرت نے فرمایا کہ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بہتر فرقوں کا معذب بالنار ہونا غلطی عقائد کی وجہ سے ہوگا اور تہتر ویں فرقے کو اگر عذاب ہوگا تو عقائد کی بنا پر نہیں بلکہ اعمال کی بنا پر اور خلود فی النار سے یہ سب فرق اسلامیہ محفوظ ہیں جن کی تکفیر اہلسنت نے نہیں کی۔

(۵) احقر نے سوال کیا کہ قرآن مجید میں وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ میں متبعین کی غوایت کو متبوعین کی غوایت کا کنایہ بنایا گیا ہے۔ تو کیا اس سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جس شخص کے اتباع کو گمراہ پایا جاوے اس کو بھی گمراہ سمجھا جاوے۔ فرمایا ہاں بشرطیکہ اس کے اتباع کو دخل ہو گمراہی میں۔ نہ یہ کہ اتباع کسی اور چیز میں ہو اور گمراہی کے دوسرے اسباب ہوں۔

(۶) فرمایا میرے ذوق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل نبوی میں سب سے بڑی دلیل بیساختگی ہے جو بغیر صدق کامل کے ممکن نہیں ہوتی کہ کسی چیز میں تکلف نہیں۔ ہر چیز بے کم و کاست ظاہر کر دی جاتی ہے۔

Marfat.com

(۷) فرمایا کہ میں دیوبند گیا تو پندرہ برس کی عمر تھی، بچوں میں شمار تھا مگر شوق تھا بزرگوں کی مجلس میں حاضر ہونے کا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا کہ بھائی پڑھنے سے گننے کی فکر کرنا اور فرمایا کہ ان دونوں میں فرق ہے، پھر اس فرق کو ایک حکایت سے واضح فرمایا کہ۔ دو طالب علم تھے ایک ہدایہ کے حافظ تھے دوسرے محض ناظرہ پڑھتی تھے۔ ناظرہ خواں نے ایک مسئلہ کے متعلق کہا کہ ہدایہ میں لکھا ہے، حافظ نے انکار کیا، پھر ناظرہ خواں نے ہدایہ دکھلایا کہ اس کی فلاں عبارت سے یہ مسئلہ سمجھا جاتا ہے۔ حافظ نے اقرار کیا۔ اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ ہدایہ تم نے ہی پڑھا ہے ہم نے فضول مشقت اٹھائی۔ ہمارے حضرات کا خاص وصف یہی تو تھا اور میں تہلاً ضہند رد کہتا ہوں کہ ہمارے حضرات غزالی اور رازی سے کسی طرح کم نہ تھے۔

(۸) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کو دو شخصوں پر فخر تھا باعتبار درایت مولانا محمد اسمٰعیل شہید پر اور باعتبار روایت مولانا اسحٰق صاحب پر۔ اور فرماتے تھے الحمد للہ الذی وھبنی علی الکبر اسمٰعیل و اسحٰق۔

(۹) مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی نے عرض کیا کہ شرح صدر میں تقویٰ کو دخل ہے فرمایا کہ تقویٰ کو تو دخل ہے ہی اس بارہ میں میری ایک اور تحقیق ہے وہ یہ کہ ادب کو بہت بڑا دخل ہے یعنی بزرگوں کے ادب کو بزرگوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے علوم کی بڑی وجہ یہی ادب اکابر قرار دی ہے۔

(۱۰) حضرت نانوتویؒ اور گنگوہیؒ کے رنگ کا اختلاف ذکر کر کے فرمایا کہ دونوں رنگوں کی خاصیتیں مختلف ہیں ایک کا نفع عام ہے تام نہیں اور دوسرا تام ہے عام نہیں۔ مجھے طبعاً عمل کے لئے تو وہ رنگ پسند ہے جو تام ہے اگرچہ عام نہیں لیکن دوسروں سے برتاؤ میں دوسرا رنگ پسند ہے یعنی دوسروں سے خشونت نہ کی جاوے۔

۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۱۱) ایک صاحب کا تذکرہ تھا فرمایا کہ دیندار آدمی تھے مگر ایک کمی تھی کہ اپنے کو دیندار سمجھتے تھے ضرورت اس کی تھی کہ اپنے کو مٹا دیں۔

(۱۲) فرمایا مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎ ہم ہنر بایم ہنر بایم دیں + امتحانے نیست ما را چنیں +

(۱۳) ہمارے حضرت حاجی صاحب حجۃ اللہ فی الارض اور ظل اللہ فی الارض تھے مگر بہت سے نا جاننے والے ہوں دعوٰی سمجھے کہ اس کو سمجھا سکتے نہیں۔ ہاں جن لوگوں کو انھوں نے سمجھانا چاہا حق تعالیٰ نے ان کی مدد پوری کرکے ان کو سمجھا دیا۔

(۱۴) فرمایا حضرت مجدد صاحب نے خوب فرمایا ہے کہ سالک کو اگر یہ دو چیزیں حاصل ہوں یعنی اتباع سنت اور صحبت شیخ تو اگرچہ وہ ہزاروں ظلمات میں بھی مبتلا نظر آئے درحقیقت وہ انوار میں ہے اور جس میں یہ دو نہیں وہ اگرچہ بظاہر انوار کا مشاہدہ

کرے مگر حقیقت میں ظلمات کے اندر گھرا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اور میرا مذاق یہ ہے کہ صحبت شیخ بھی اصل مقصود نہیں بلکہ وہ بھی ذریعہ ہے اتباع سنت کا۔

حقیقت یہ ہے کہ اصل چیز وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام لیکر آئے اور جس کو فرشتوں کے ذریعہ بھیجا گیا یعنی افعل ولا تفعل (امر و نہی) اس کا اتباع کرتے ہوئے غیر اختیاری طور پر کیسے ہی حالات و کیفیات پیش آجاویں ذرہ برابر مضر نہیں ؎ در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست ❊ بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست ❊

۲۱ ر جمادی الاولیٰ ۶۲ھ بعد ظہر

(۱۵) حضرت کی علالت کا سلسلہ جاری تھا ضعف روز بروز بڑھ رہا تھا مگر خداداد ہمت سے تمام کام اپنے اوقات پر پورے فرماتے تھے ظہر کے بعد زنانہ مکان کے قریب مولوی جمیل احمد صاحب کے مکان میں مجلس کا معمول تھا سخت لو اور گرمی کا زمانہ اور ایسے ضعف کی حالت میں یہانتک آنا کچھ آسان کام نہ تھا مگر روزانہ تشریف لاتے تھے۔ ایک روز تشریف لاتے ہی ایک صاحب نے کچھ خلاف طبع کلام کیا جس سے حضرت کو کچھ تغیر ہوا۔ فرمایا لوگ میرے ضعف کی حالت کو نہیں دیکھتے، حال یہ ہے کہ گھر سے دو قدم باہر تک یہاں آتا ہوں تو بیحد تکان ہو جاتا ہے اب یہاں سے واپس جاؤں گا تو چارپائی پر گر پڑوں گا، دیر تک اس قابل نہ ہوں گا کہ وضو کر سکوں یا نماز پڑھ سکوں، میری عادت کانی کی نہیں کہ اپنی حالت کو کہتا رہوں اور کیوں ہو ذکر کرنے کی چیز محض خدا کا نام ہے کسی شخص کے حالات بلا ضرورت ذکر کرنے سے کیا فائدہ، ہر چہ جز ذکر خدائی احسن است ❊ گر شکر خوا دی ست آں جاکندن است ❊

۲۲ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۱۶) احقر تھانہ بھون میں احکام القرآن کی تصنیف کا کام حضرت والا کے ارشاد کے موافق کر رہا تھا، جمعہ کے روز صبح کی مجلس میں دیر سے حاضر ہوا تو دریافت فرمایا کہ کیا آج بھی کام کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضرت آج بھی کیا ہے ناغہ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ فرمایا کام اسی طرح ہوتا ہے کہ لگ لپٹ کر کیا جاوے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کام تو ایسا تھا کہ مجھے اسکی جرات بھی نہ کرنی چاہئے تھی مگر حضرت والا کی خدمت میں ہوتے ہوئے یہ تصور بھی نہ آیا کہ یہ کوئی بڑا بوجھ اٹھا رہا ہوں فرمایا کہ پہلے لوگوں نے بھی سب نے یہی لکھا ہے کہ ہم اس کے اہل نہیں ہیں مگر حق تعالیٰ نے ان سے کام لے لیا۔ یہی حال کلید کامیابی ہے کہ ہم میں اہلیت نہیں حقیقت تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو جس سے چاہیں کام لے لیتے ہیں ؎

در فیض است منشیں از کشائش نا امیدی اینجا ❊ کہ مثل دانہ از ہر قفل می روید کلید اینجا

پھر فرمایا ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا۔ اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے

کھولدے مولانا نے خوب فرمایا ہے ؎ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید + خیرہ یوسف وار می باید دوید +

تفسیر کی روایت ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے بچ کر بھاگے تو ہر دروازہ پر قفل پڑا ہوا تھا مگر قفل اور دروازہ بند دیکھکر انھوں نے اپنی سعی میں کمی نہیں کی بلکہ دروازہ تک دوڑے تو حق تعالیٰ نے امداد کی جس دروازہ پر پہنچتے تھے قفل تڑ سے ٹوٹ کر گر جاتا اور دروازہ کھل جاتا تھا۔ اسی کو مولانا نے فرمایا "خیرہ یوسف وار می باید دوید +

علم مناظر کا قاعدہ ہے کہ دور پہنچکر بصری شعاعیں ملجاتی ہیں اس لئے طویل سڑک سامنے سے ایسی نظر آتی ہے کہ گویا دونوں طرف کے درخت ملے ہوئے ہیں راستہ نہیں اگر کوئی موٹر چلانے والا ناواقف ہو دور سے یہ منظر دیکھکر یہ سمجھے کہ آگے چلوں گا تو موٹر ٹکرا جائے گی اور وہیں ٹھیر جاوے تو کبھی مسافت طے نہ ہوگی۔ اور اگر چلتا رہے گا تو جوں جوں آگے بڑھے گا راستہ کھلتا نظر آوے گا۔ (بعد ظہر)

(۱۷) حضرت کے ہاتھ میں ایک پھانس لگ گئی تھی اس کو نکالا پھر فرمایا کہ یہ ایک عبرت کی چیز ہے۔ دیکھئے بدن کے اندر خارج کی ذرا سی اجنبی چیز داخل ہونے کو طبیعت گوارا نہیں کرتی تو قلب کے اندر کسی زائد چیز کو کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔ مگر بے حسی ہے جو قلب میں لایعنی خیالات سے تکلیف نہیں ہوتی۔ مگر اللہ والے پھانس لگنے سے زیادہ تکلیف اس کی محسوس کرتے ہیں۔ حدیث کے کیسے پاکیزہ الفاظ ہیں جو اس مضمون کی تعبیر ہیں۔ الاثم ما حاک فی صدرک۔

؎ ہر چہ جز ذکر خدائے احسن است + گر شکر خوار یست آں جاں کندن ست

(۱۸) فرمایا میں ایک منٹ کے لئے اس کو گوارا نہیں کرتا کہ اپنی مصالح پر کسی کی مصالح کو قربان کروں اگر ایثار کی بھی توفیق نہ ہو تو کم از کم دوسروں کو تکلیف تو نہ دے۔

۲۳ رجمادی الاولیٰ ۶۳ھ

(۱۹) ایک صاحب نے جو بعض دنیوی مصائب میں مبتلا تھے خط لکھا کہ اس سے مجھے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے اس کا دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں بلکہ مصائب و آلام حسن خاتمہ میں قوی معین ہوتے ہیں ان سے تو مقبولیت بڑھتی ہے بلکہ پہلے سے مقبولیت نہ ہو تو اس سے حاصل ہو جاتی ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فاما الانسان اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن واما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن۔ کلا۔ آیت میں اسی غلطی کو دفع کیا گیا ہے کہ نہ تنگی مردود ہونے کی علامت ہے اور نہ آرام وعیش مقبولیت کی علامت ہے

(۲۰) فرمایا لوگ تعویذ گنڈے کے پیچھے پڑ گئے ہیں دعا کی طرف توجہ نہیں نہ دعا کا اعتقاد ہے میں یہ تو نہیں کہتا

کہ ان کا عقیدہ یہ ہے مگر صورت معاملہ کی ایسی ہے کہ تعویذ گنڈہ کو یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے حق تعالیٰ ضرور ہی یہ کام کر دیں گے گویا معاذ اللہ اختیار نہ رہیگا بخلاف دعاء کے کہ وہ اپنے اختیار سے قبول کریں یا نہ کریں۔

(۲۱) فرمایا کہ بعض صوفیہ نے ایک لطیفہ کہا ہے کہ لغت اور عرف میں بالغ اُس کو کہتے ہیں جس سے منی خارج ہو اور صوفیہ کے نزدیک بالغ وہ ہے جو منی سے خارج ہو یعنی دعوے سے بری ہو جاوے ؎

خلق اطفال اند جز مرد خدا + نیست بالغ جز رسیده از ہوا

(۲۲) فرمایا کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ حضرت حق جل وعلیٰ کا خالق قبائح ہونا اُس کی تنزیہ کے خلاف ہے لیکن محققین یہ کہتے ہیں کہ قبائح کی خلق میں زیادہ دلالت علی القدرۃ الکاملہ ہے ؎

محقق ہماں بیند اندر ابل + کہ در خوبرویاں چین و چگل

ایک ماہر خوشنویس اگر حروف بھی عمدہ لکھے وہ اتنا کمال نہیں سمجھا جاتا جتنا یہ کہ وہ بگاڑ کر لکھے جس سے پہچانا نہ جاوے کہ یہ کسی ماہر کا لکھا ہوا ہے۔ انتہی کلامہ۔ احقر جامع کہتا ہے کہ سریع السیر سواریاں جیسے موٹر اور سائکل وغیرہ میں بڑا کمال اس شخص کا سمجھا جاتا ہے جو ان کو آہستہ سے آہستہ چلا سکے۔ محمد شفیع۔

۲۵ ر جمادی الاولیٰ ۶۲ھ

(۲۳) حدیث میں ہے لا تنظروا الی ذنوب العباد کانکم ارباب۔ یعنی ایسی طرح لوگوں کے گناہوں پر نظر کرو جیسے تم خود خدا ہو اور وہ تمہارا کوئی حق فوت کر رہا ہے۔ ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بے نمازی کو سلام کرنا جائز ہے یا نہیں، میں نے کہا تمہارے ذمہ واجب ہے کیونکہ میں نے یہ محسوس کیا کہ وہ اسکو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے کو بری سمجھنے کا ناز رکھتا ہے۔ گناہ گاروں پر رحم کرنا چاہئے جیسے بیمار پر۔ البتہ چونکہ اس نے باختیار خود گناہ کیا ہے اس لئے بغض عقلی کافی ہے یہ نہیں کہ ہر وقت ان پر غرّا یا ہی کرے ؎

گناہ آئینہ عفو و رحمت است ای شیخ + مبیں بچشم حقارت گناہ گاراں را

(۲۴) الرحمۃ المہداۃ میں ہے کہ ایک نبی علیہ السلام ایک مقبرہ پر گذرے جس میں نئی سی قبریں بنی ہوئی تھیں اور پاس گئے تو معلوم ہوا کہ اکثر معذب ہیں دعا کی اور گذر گئے کچھ عرصہ کے بعد پھر وہاں گذر ہوا جبکہ قبریں سب شکستہ ہو گئی تھیں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ سب مغفور اور راحت و ریحان میں ہیں حیرت ہوئی اور جناب باری میں عرض کیا کہ مرنے کے بعد ان کا کوئی عمل تو ہوا نہیں پھر مغفرت کا سبب کیا ہوا۔ فرمایا جب ان کی قبریں شکستہ ہو گئیں اور کوئی ان کا پوچھنے والا نہ رہا تو مجھے رحم آیا اور مغفرت کر دی۔ حضرت نے فرمایا دیکھو کچی قبر رکھنے میں ایک یہ بھی مصلحت ہے

(۲۵) یہ مشہور ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک بیوی حنفیہ تھی جس کے بطن سے محمد بن الحنفیہ پیدا ہوئے فرمایا کہ میں نے اس کے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے دریافت کیا فرمایا کہ عرب کی عادت ہے کہ ہر عجیب چیز کو جنات کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے عمدہ اور عجیب چیز کو عبقری کہتے ہیں کیونکہ عبقر نام ایک وادی کا ہے جس کے متعلق مشہور یہ ہے کہ اس میں جنات رہتے تھے۔ اسی طرح حضرت محمد بن الحنفیہ اور ان کے بھائیوں کے متعلق کسی نے بطور مدح کے کہا ہے ع بنو جنیۃ ولدت سیوفا اس سے کسی کو شبہ ہو گیا کہ وہ حنفیہ کی اولاد ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کو حیرت انگیز شجاعت کی وجہ سے شاعر نے بنو جنیہ کہا ہے۔

(۲۶) فرمایا کہ مرادآباد میں ایک مرتبہ مولانا انور شاہ صاحب نے ایک عجیب روایت بیان کی تھی کہ کسی نے ان سے سوال کیا کہ کیا جنات بھی زمین میں انسان کی طرح دفن کئے جاتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ وہ ہوا میں دفن ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ عقلاً تو کچھ مستبعد نہیں کیونکہ اصل دفن کی یہ ہے کہ جس جوہر سے وہ جسم بنا ہے مرنے کے بعد اسی میں اس کو پہنچا دیا جائے۔ انسان پر مٹی کا عنصر غالب ہے اس کو مٹی میں دفن کیا جاتا ہے۔ جنات میں کچھ بعید نہیں کہ نار یا ہوا کا عنصر غالب ہو اور اسی مرکز میں ان کو بعد الموت پہنچایا جاتا ہو۔

ہمارے ماموں صاحب ایک ذہین آدمی تھے فرمایا کرتے تھے کہ ہندوؤں میں مُردے جلانے کی رسم یوں معلوم ہوتا ہے کہ اپنے دیوتاؤں کے تعامل سے چلی ہے کیونکہ دیوتا اُن کے جنات ہیں اور ممکن ہے کہ ان میں بوجہ ناری ہونے کے جلانے کا دستور ہو ان کو دیکھ کر بے سمجھے ہندوؤں نے بھی ان کی تقلید کر لی حضرت نے فرمایا کہ یہ کوئی روایت تو نہیں مگر کچھ مستبعد بھی نہیں۔

۲۶ ربیع جمادی الاولی ۶۲ھ

(۲۷) فرمایا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید اور ان کے اصحاب جب جہاد کو نکلے ہیں تو اپنے آپ کو ایسا مٹا کر نکلے ہیں کہ کھانے کے لئے برتن ساتھ نہ ہوتے تھے مسجد کے فرش کو کسی کنارہ سے دھو کر اس پر ترکاری رکھ کر کھانا کھاتے تھے اور فارغ ہو کر پھر دھو دیتے تھے، حالانکہ اُن کے لشکر میں بڑے بڑے امراء اور شہزادے بھی تھے۔

(۲۸) فرمایا حضرت سید صاحبؒ کو جہاد میں ناکامی اس وجہ سے ہوئی کہ جن لوگوں پر اعتماد کیا تھا انہوں نے شدت کے وقت ساتھ نہ دیا۔

(۲۹) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حق تعالیٰ نے عجیب جامعیت عطا فرمائی تھی ہر کام میں رائے رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ سلطنت کی قابلیت عالمگیر سے زیادہ شاہجہاں میں تھی حالانکہ دیندار

Marfat.com

میں یقیناً عالمگیر بڑے ہو سکتے مگر کل فن رجال۔

۲۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

(۲۳۰) فرمایا کہ حضرت سلطان نظام الدین رح کی خدمت میں کسی نے حلوا پیش کیا حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا الهدایا مشترک اشارہ تھا کہ حدیث میں ہے من اهدی له هدیة فجلساؤه شرکاؤه حضرت نے فرمایا اے برادر بلکہ تنہا خوشترک۔ اس نے عرض کیا کہ آپ حدیث کا معارضہ کرتے ہیں فرمایا نہیں حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ مهدی له (جس کو ہدیہ دیا گیا ہے) تنہا نہ رکھے دوسرے جلساء کو بھی شریک کرے میں یہ تمام تمھیں دیتا ہوں خود کچھ نہیں رکھتا۔ اس میں سوال نہ کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس حدیث کی شرح حضرت امام ابو یوسف رح نے یہ فرمائی ہے کہ مراد اس سے وہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں جو عادةً مجلس میں تقسیم کرکے کھائی جاتی ہیں یا نقد یا کپڑا اس میں داخل نہیں پھر فرمایا کہ ماخذ حضرت امام ابو یوسف رح کے اس ارشاد کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل قاعدہ جو عقلی بھی ہے نقلی بھی یہ ہے کہ ہدیہ اس شخص کی ملکیت ہے جس کی نیت مهدی (ہدیہ پیش کنندہ) نے کی ہے۔ دوسرے لوگ اس میں شریک نہیں لیکن بعض مواضع میں عرف یہ ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی چیز بعض لوگ مجلس میں اسی نیت سے لاتے ہیں کہ سب شرکاء مجلس کو دے دی جائے۔ مگر اکرام مجلس کے سبب بزرگ کے سامنے رکھی جاتی ہے۔ اسی صورت میں حقیقةً سب شرکاء مجلس کا حق ہوتا ہے یہی مراد حدیث کی ہے تمام ہدایا مراد نہیں۔ واللہ اعلم۔

احقر جامع کہتا ہے کہ اول تو حضرت محدثین کو اس حدیث کے ثبوت ہی میں کلام ہے تذکرة الموضوعات میں علامہ طاہر مفتی رح نے اکثر حضرات سے اس پر جرح نقل کی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف رح کا اس کی توجیہ کرنا اس پر شاہد ہے کہ انھوں نے اس کو قابل احتجاج سمجھا ہے اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی توثیق کے حکم میں ہے کما تقرر فی الاصول۔ محمد شفیع۔

(۲۳۱) فرمایا کہ جو لوگ خلاف حق کسی کام میں مبتلا ہوں ان کا خلاف کرنا چاہیے لیکن بدگمانی اور بدزبانی سے احتراز لازم ہے کہ اس میں اپنا ضرر ہے۔

(۲۳۲) فرمایا کہ مبتدی کو چاہیے کہ اس فکر میں زیادہ نہ پڑے کہ فلاں کام جو میں نے کیا ہے گناہ تھا یا نہیں اور تھا تو کس درجہ کا گناہ تھا بلکہ جس کام میں معصیت کا شبہ ہو اس کو معصیت سمجھ کر تدارک اور استغفار کرے اور ایسا کام میں لگ جائے

(۲۳۳) فرمایا کہ علماء نے لکھا ہے کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی اور نہ کچھ زیادہ کمال کی چیز ہے بلکہ بعض اوقات جب کسی خاص جمال کے تحمل سے آدمی عاجز ہوتا ہے تو حق تعالیٰ بطور انعام کے اس پر استغراق مسلط کر دیتے ہیں تاکہ

لہ یعنی حاضرین مجلس اس ہدیہ میں برابر کے شریک ہیں فرمایا نہیں بلکہ تنہا خوش ترک یعنی اکیلے ہی لے لینے میں مزہ ہے ۱۲

Marfat.com

احساس مصیبت نہ ہو جیسے اپریشن میں کلوروفارم سنگھا دیا جاتا ہے۔

۱۱ر جمادی الثانیہ ۱۳۵۱ھ

(۳۴) ارشاد فرمایا کہ لوگ اپنے دل میں آپ حساب کتاب لگا لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ساری دنیا اس کے موافق چلے جب وہ پورا نہیں ہوتا تو مصیبت میں پڑتے ہیں۔ شریعت مقدسہ نے ہر چیز میں عجیب تعدیل فرمائی ہے جس میں کسی وقت پریشانی نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان امرتی لا ترد ید لامس یعنی میری بیوی کسی چھونے چھیڑنے والے کو روکتی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلقہا یعنی اس کو طلاق دیدو۔ صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے محبت ہے (یعنی اگر طلاق دیدوں گا تو پریشانی ہوگی اور ممکن ہے کہ پھر اس کے ساتھ گناہ میں مبتلا ہو جاؤں) فرمایا امسکہا پہلا حکم یعنی ترک تعلق اصل اور مقتضی غیرت کا تھا اور جب اس کا تحمل دشوار معلوم ہوا تو اس کی بھی اجازت دیدی کہ اس حال میں بھی اس کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ تھا کہ اس کی حفاظت وصیانت میں کوشش کی جاوے پھر بھی اگر وہ کچھ کرے تو تم بری ہو وہ خود اپنے کئے کو بھگتے گی۔ لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ انسان کو چاہئے کہ جس قدر انتظام اپنی قدرت میں ہو اس کو پورا کر لیا جاوے۔ پھر اس فکر میں نہ رہے کہ جو کچھ ہم نے حساب لگا رکھا ہے سب اسی کے موافق ہو جاویں۔

(۳۵) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مدرک کے لئے ایک حد مقرر فرمائی ہے آنکھ ایک حد تک دیکھتی ہے اس سے آگے نہیں دیکھتی۔ کان ایک حد تک سنتے ہیں اس سے آگے نہیں سنتے اسی طرح عقل کا ادراک اور رسائی بھی ایک حد تک محدود ہے اس سے آگے وہ عاجز ہے معلوم نہیں کہ لوگوں نے اس کے ادراک کو غیر محدود کیوں سمجھ رکھا ہے کہ جو چیز اپنی عقل میں نہ آوے اس کے انکار کے درپے ہو جاتے ہیں۔

(۳۶) ارشاد فرمایا کہ ہر کام میں آسان اور مختصر راستہ اختیار کرنا چاہئے بے وجہ تطویل و مشقت میں پڑنا عقل کے بھی خلاف ہے اور سنت کے بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے وہ قوت وہمت عطا فرمائی تھی کہ آپ اپنی ذات پر جس قدر چاہتے مشقت برداشت فرما سکتے تھے اور بالکل عزیمت پر عمل فرما سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود عادت شریفہ یہ تھی کہ جب آپ کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا ہمیشہ وہ کام اختیار فرمایا جو سہل و آسان ہو اس کی حکمت یہ تھی کہ امت متبع سنت ہو سکے اور ضعفاء امت اتباع سنت سے محروم نہ رہیں اور ان کو یہ غم نہ ہو کہ ہم محروم رہ گئے ظاہر ہے کہ توکل و زہد و قناعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بیبیوں کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے تاکہ امت کو تنگی نہ ہو۔

حافظ شیرازی جو تارک الدنیا اور رند مست مشہور ہیں ان کی تعلیم بھی یہ ہے ؎

گفت آساں گیر بر خود کارہا کز روی طبع + سخت می گوشد جہاں بر مرداں سخت کوش

یہ کلمات ارشاد فرمانے کے بعد خواجہ صاحب کو خطاب کر کے فرمایا کہ خواجہ صاحب یہ باتیں ہیں لکھنے کی جو شاید میرے بعد کہیں نہ ملیں گی۔ مگر یہ کہ ع مردے از غیب بروں آید و کارے بکند + مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی کہا کرتے تھے ع رانڈ ہو جائیں گے قانون و شفا میرے بعد +

اور مولوی عبد السمیع صاحب میرٹھی ایک مرتبہ کانپور آئے تو میں نے اُن سے وعظ کہلوایا۔ وہ اگرچہ بدعات مروجہ میں ہمارے اکابر کے خلاف تھے مگر وعظ میں گڑ بڑ نہ کرتے تھے اس لئے ان کے وعظ میں مضائقہ نہ سمجھا اس وعظ میں مولوی صاحب نے اپنی ایک نظم بھی پڑھی تھی جس کا ایک شعر یاد رہا ؎

بیدل خستہ کو یاد گے کہاں + کرلو اس کی مہمانی چند روز

احقر جامع کہتا ہے کہ حضرت والا کی زبان مبارک سے یہ جملہ سُنکر مجلس کا رنگ بدل گیا۔ میرے ایک دوست نے مجلس سے اُٹھتے ہی رو کر کہا کہ مولوی صاحب معلوم ہوتا ہے کہ اب حضرت کی صحبت بہت کم باقی ہے۔ مگر افسوس کہ اس وقت بھی کسی کو یہ اندازہ نہ تھا کہ ایک ماہ بعد ہی یہ دربار اُٹھ جائے گا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد + روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

اور حیف تو یہ ہے کہ مجلس کی صورت سے افادات و ارشادات تو غالباً اسی دن ختم ہو چکے تھے۔ یوں تو آخر وقت تک افادات کا سلسلہ رہا معمول اور مجلس کی صورت سے پھر ملفوظات کی نوبت نہیں آئی۔

(۴۷) فرمایا کہ حق جل وعلیٰ شانہ کی رحمت کا ہم کیا اندازہ کر سکتے ہیں اور کس کس نعمت کا شکر ادا کر سکتے ہیں قرآن مجید کے اسلوب بیان کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ سارا کلام انسانی جذبات اور انسان کے عقل و ادراک کے دائرہ میں ہے وہ ہی محاورات استعمال فرمائے ہیں جو انسان استعمال کرتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات اور اس کا کلام کہاں اور ہماری عقل و فہم کہاں؛ لیکن یہ رحمت عظیمہ ہے کہ انسان کے مدرک پر تنزل فرما کر کلام کیا ہے۔ بلا تشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بچوں سے بات کرتے وقت بڑے آدمی بچوں کی طرح تتلا کر کلام کرتے ہیں تاکہ بچہ اس سے مانوس ہو اور سمجھے۔ قرآن مجید کے متعدد مواضع میں لعلکم ترحمون وغیرہ کے الفاظ وارد ہیں جن میں بعض مفسرین کو کلام ہے کہ یہ لفظ لعل کا کیا موقع ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں شاید جو شک کا کلمہ ہے اور ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کو ہر چیز کا قطعی علم ہے اس کے کلام میں شک کے کوئی معنی نہیں اس لئے مختلف توجیہات

Marfat.com

ان حضرات نے لکھی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ لعل اس جگہ تحقیق کے لئے ہے شک کے معنی میں نہیں۔ لیکن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ یہ سب تکلف ہے حقیقت یہ ہے کہ انسانی مدارک پر تنزل فرمانے کے باعث یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اس موقع پر انسان کو ظن ہونا چاہئے اس لئے بصیغۂ ظن تعبیر کیا گیا ہے۔

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کو یہ علوم کچھ زیادہ مطالعہ سے حاصل نہیں ہوئے بلکہ حق تعالیٰ نے قلب میں ایک نور پیدا فرما دیا جس سے یہ چیزیں منکشف ہوئیں۔ کنوئیں میں پانی کوئی باہر سے نہیں ڈالتا۔ اندر سے اُبلتا ہے۔ اسی طرح اہل اللہ کے سب علوم خارج سے مکتسب نہیں ہوتے بلکہ محض موہوب ہوتے ہیں اس لئے بعض اکابر کا مقولہ ہے کہ بزرگوں کے ملفوظات جمع کرنے کی فکر میں زیادہ نہ رہو بلکہ بڑی فکر اس بات کی کرو کہ صاحب ملفوظ جیسے ہو تاکہ تمھاری زبان سے بھی وہی علوم نکلنے لگیں۔

(۳۸) فرمایا کہ حق تعالیٰ کو علم تھا کہ اُمت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو مغلوب النوم کسلمند ہوں گے اور ان کی نمازیں قضا ہوں گی اُن کی رعایت سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز قضا کرا دی تاکہ اس میں بھی ان کو اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو سکے۔ فسبحان من رؤف رحیم۔

۴ ار جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ

(۳۹) فرمایا کہ علماء کو اُمراء کے دروازوں پر جانا یہ تو میں نہیں کہتا کہ نہیں جانا چاہئے کیونکہ اضطرار الیسی چیز ہے جس میں آدمی مجبور ہو جاتا ہے ؎ آنکہ شیراں را کند روبہ مزاج + احتیاج است احتیاج است احتیاج +

مگر حکیم شیرازی کا قول ہے ؎ ہمتنائے گوشت مُردن بہ + کہ تقاضائے زشت قصاباں +

یہ ارشاد اس پر فرمایا کہ مجلس میں ایک متبحر عالم کے لئے ریاست حیدرآباد میں وظیفہ کی کوشش کا تذکرہ تھا جن کے لئے سفارشیں بہم پہنچانے کے بعد بھی کامیابی نہ ہوئی تھی۔

(۴۰) فرمایا کہ ذلت درحقیقت عرض حاجت ہے، پھٹے کپڑے، ٹوٹے جوتے، پیوند پوش ہونا ہرگز ذلت نہیں۔

فرمایا کہ آدمی کو آزاد رہنا چاہئے کسی خادم کا پابند نہ ہو، اپنا کام خود کرنے کی عادت سے میری ہمیشہ سے یہی عادت ہے اور میں نے تو جا حرف دین کے بڑے بھی نہیں اور صحبت ہی اٹھائی بھائی اکبر علی صاحب کا بھی یہی حال تھا۔ اور یہ سب برکت ان بزرگ کی ہے جن کی دعا سے ہم پیدا ہوئے +

Marfat.com

وہ فکرِ تفہیمِ معانی وہ علم کہاں وہ سخن وہ آرزو بیانی وہ قلم کہاں
وہ کہاں مجذوب کی یہ فکرِ سخن یہ طبیعت کی روانی وہ قلم کہاں

تعلیماتِ اشرفیہ منظوم

[illegible]

(از مجذوب محروم و مغموم)

قبض میں بھی بسط کا تو لطف لے — بے تسلی بھی تسلی چاہیے
ہے جلالی تو جمالی گو نہیں — چاہیے جیسی ہو ناتجلی چاہیے

اصلاح میں اپنی کر نہ سستی — ہمت پہ ہے منحصر درستی
فرما گئے ہیں حکیم الامت — سستی کا علاج بس ہے چستی

رکھ ہمیشہ نظر میں دو باتیں — اے دو عالم کی خیر کے طالب
طبع غالب نہ عقل پر ہو کبھی — اور نہ ہو عقل شرع پر غالب

چاہے اطمینان اگر مجذوب تو — کر نہ کیفیات کی ہرگز ہوس
عقل و ایماں ہیں رفیقِ دائمی — آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس

کر نفس کا مقابلہ ہاں بار بار تو — سو مرتبہ بھی ہار کے ہمت نہ ہار تو
اس کو پچھاڑ کے بھی نہ پچھڑا ہوا سمجھ — ہر وقت اس پچھیت سے رہ ہوشیار تو

نہ جیت کر سکے نفس کے پہلوان کو — تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی — کبھی وہ دبالے، کبھی تو دبالے

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی — بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے — جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

رہِ عشق میں ہے تگ و دو ضروری — کہ یوں تابمنزل رسائی نہ ہوگی
پہنچنے میں حد درجہ ہوگی مشقت — تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہوگی

کہاں تیری مجذوب ژولیدہ حالی — کہاں بار یابیِ درگاہِ عالی
مگر ہو نہ مایوس پھر بھی کرم سے — یہ حسرت بھی تیری نہ جائے گی خالی

تجھ کو جو چلنا طریقِ عشق میں دشوار ہے — تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے

ہر قدم پہ تو جو رہ رو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ تو خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

طلب تیری مجذوب اگر تام ہو
ابھی زیب پہلو دل آرام ہے
یہ کوشش جو تیری ہے کوشش نہیں
وہ کوشش ہی کب ہے جو ناکام ہے

یہ مجذوب وحشی کو مثل اپنے سالک
بٹھانا ہو حجرہ میں تو چاہتا ہے
سرشت اپنی اپنی ہے ظرف اپنا اپنا
مرا جذب میدان ہو چاہتا ہے

سختی رہ سے نہ ڈر ہاں اک ذرا ہمت تو کر
گامزن ہونا ہے مشکل راستہ مشکل نہیں
کام کو خود کام پہنچا دیتا ہے انجام تک
ابتدا کرنا ہے مشکل انتہا مشکل نہیں

شر سے ہے کونسا بشر خالی
ہاں مگر ہو نہ شر ہی شر خالی
کچھ تو سامان خیر ہو دل میں
اب تو ہے تیرا گھر کا گھر خالی

تو گناہوں کا خود ہے ذمہ دار
آڑ تقدیر کی نہ لے زنہار
تیرے اس عذر پر ہے یہ صادق
خوئے بدرا بہانۂ بسیار

دیکھ تو آتشیں رخوں کو نہ دیکھ
ان کی جانب نہ آنکھ اٹھا زنہار
دور ہی سے یہ کہہ الٰہی خیر
وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّار

میرے سب درد کھوئے دردِ دل نے
یہی درماں بھی ہے آزار بھی ہے
محبت کو جو دیکھے جس نظر سے
یہی پرخار بھی گلزار بھی ہے

جو کھیلوں میں تو نے لڑکپن گنوایا
تو بدمستیوں میں جوانی گنوائی
جو اب غفلتوں میں بڑھاپا گنوایا
تو پھر یہ سمجھ زندگانی گنوائی

مترس از بلائے کہ شب درمیان ست
یہ پڑھ کر نہ سو شب بھر آرام ہی سے
ارے کوچ گو صبح ہونے پہ ہوگا
مگر فکر توشہ تو کر شام ہی سے

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بنو
جب نہ ہو ہائے چپ ہو گائے جا ہائے گائے جا
کیوں نہ ہو سنے پاس کم ہاں غم آ ملا ہے غم
اے مطرب دافع الم نغمے ہوں یا نالے ہوں

مطرب خوشنوا ترا دونوں جہاں میں ہو بھلا
روز الست جو سنا نغمہ وہی سنائے جا
یہ تیری شان آب و گل تجھ کو ملک بھی ہیں خجل
جس نے دیا ہے درد دل گیت اسی کے گائے جا

Marfat.com

مری زیست کا حال کیا پوچھتے ہو
نہ پیری، نہ طفلی، نہ اس میں جوانی

جو کچھ ساعتیں یادِ دلبر میں گذریں
وہی ہیں وہی میری کُل زندگانی

قبولِ عشق میں مطلوب ہے وصول نہیں
وصول ہیچ ہے مجذوب اگر قبول نہیں

وصول اس کو نہ ہرگز سمجھ فضول ہے وہ
ہوا کہ ایسا وصول اس سے کچھ حصول نہیں

چار شرطیں لازمی ہیں استفادہ کیلئے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ مقفیٰ قول ہے رنگین بھی سنگین بھی
حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھنا عمر یاد

ترا آستاں اب کہاں چھوٹتا ہے
جدھر آ گئے ہم اُدھر آ گئے ہم

نہ اب بُت پرستی نہ اب مے پرستی
یہ سب چھوڑ کر تیرے گھر آ گئے ہم

غمِ عشق جا کر بھی غم کم نہ ہوگا
کہ پھر غم نہ ہونے کا کیا غم نہ ہوگا

نہ کر غم کے جانے کی ہرگز تمنا
گیا غم تو یہ دل کا عالم نہ ہوگا

فزوں اب تو ہر سانس پر دردِ دل ہے
سکوں چارہ گر ہوگا جب دم نہ ہوگا

عبث ہے عبث ہے مداوا عبث ہے
نہ ہوگا نہ ہوگا یہ اب کم نہ ہوگا

نظمِ جہاں میں ہر طرف اب اختلال ہے
عالم تمام مظہرِ شانِ جلال ہے

کچھ اس کا لطف اہلِ محبت سے پوچھئے
شانِ جلال بھی انھیں شانِ جمال ہے

وہ کتنا ہی شکستہ ہو وہ کیسا ہی نکما ہو
نظر بر لطفِ ساقی تو کئے جا پیش جام اپنا

پھر بکے گا یا نہیں کتنا بھرے گا اور بھرے گا کب
سروکار اس سے کیا تجھ کو کئے جا تو تو کام اپنا

یہ کس نے زمانہ سے پھیریں نگاہیں
یہ دنیا میں کیا انقلاب آ رہا ہے

جو رات آ رہی ہے بُری آ رہی ہے
جو دن آ رہا ہے خراب آ رہا ہے

سمجھتے ہیں اہلِ ممالک تو یہ
کہ بس بادشاہت بڑی چیز ہے

مگر جو ہیں اہلِ نظر، اہلِ دل
وہ کہتے ہیں چاہت بڑی چیز ہے

جو اک غلامی کا ہے زیب مسلم
کہ ہر چیز موزوں ہے اپنے محل میں

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

مرا نقشِ ہستی نہیں مٹنے والا
بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں ہے

Marfat.com

اسے مٹنے میں وہ مٹ جائیں گے خود
کہ یہ نقشِ سجدہ ہے قشقہ نہیں ہے

جائے۔ جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے
بھائے نہ جسے رند وہ پھر کیوں ادھر آئے
سو بار بگڑنا جسے منظور ہوا اپنا
وہ آئے یہاں اور بچشم و بسر آئے

احسان جتا کر نہ کوئی میرے گھر آئے
احسان مرا مان کر آئے اگر آئے
بیٹھا ہوں غنی ہو کے میں ہر شاہ و گدا سے
سو بار غرض جس کو پڑے وہ اِدھر آئے

کاشانۂ مجذوب ہے منزل گہِ مستاں
جو اہلِ خرد آئے یہاں سوچ کر آئے
فرزانہ جسے رہنا ہو جائے وہ کہیں اور
دیوانہ جسے بننا ہو بس وہ اِدھر آئے

اس سہ دریِ اشرفِ فردوس مکاں میں
جب آئے زیارت کو تو باچشمِ تر آئے
جو بزم بھری رہتی تھی مستانِ خدا سے
خالی وہ نظر آئے تو کیوں جی نہ بھر آئے

مجذوب ہے اور جلوۂ مستانہ کسی کا
وہ اب نہیں اپنا ہو کہ بیگانہ کسی کا
وہ بزم ہے اور اک نئی ہر سو ہے تجلی
شمعوں سے گھرا بیٹھا ہے پروانہ کسی کا

مجھے دوست چھوڑ دیں سب۔ کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی۔ مجھے کُل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

زِ چشمِ محوِ حیرت کیفِ صد پیمانہ میبرزم
من آں مستم کہ از جامِ تہی میخانہ میبرزم
چہ داند خلق رندیِ من درویش صورت را
مے صافی بزیرِ دلق در پیمانہ میبرزم

نیابی تا ابد زیں بعد ہرگز ایں چنیں وقتے
بصد کوشش عنانِ توسنِ عمرِ رواں درکش
بہ یادِ دوست اے مجذوب گم کن ہستیِ خود را
جو عمرِ جاوداں خواہی بجاں آ بجاں جاں درکش

سوچ ماضی کو نہ استقبال کو
ٹھیک رکھ تو تو بس اپنے حال کو
کیا ہوا کیا ہوگا اس غم میں نہ پڑ
تو عبث سر لے نہ اس جنجال کو

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں
اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر
تیرا تو ہے فرض دل لگانا

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری
نہ پڑ امرِ غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کے جامع اگر نہ آئے
نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

Marfat.com

جل گرد دائے دل جبلتی نہ گردد ۔۔۔ یہ مانا۔ درست اب جبلت نہ ہوگی
مگر فعلِ بد سے تو بچنا ہے ممکن ۔۔۔ تری طبع بد پر عقوبت نہ ہوگی

تو ہو کسی بھی حال میں ہو اسی کو لگائے جا ۔۔۔ قدرتِ ذوالجلال میں کیا نہیں گو گڑگڑائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر ۔۔۔ گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑپھڑائے جا

اشک یوں ہی بہائے جا، دل کی لگی بجھائے جا ۔۔۔ آہیں بھی کھینچ کھینچ کر، آتشِ غم بڑھائے جا
حُسنِ تماشہ دوست کو، عشق کرشمہ ساز تو ۔۔۔ کھیل یوہی نئے نئے شام و سحر دکھائے جا

ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یوں ہی لگائے جا ۔۔۔ گو نہ ملے جواب کچھ در یوں ہی کھٹکھٹائے جا
کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اس پہ ہو کیوں تری نظر ۔۔۔ تُو تو بس اپنا کام کر۔ یعنی صدا لگائے جا

تیری بلا سے کچھ ہو بس تو تو ادا دکھائے جا ۔۔۔ روتا ہے روئے کُل جہاں تو یوں ہی مسکرائے جا
غم سے کہاں فراغ ہے دل پہ تو وہ داغ ہے ۔۔۔ قبضہ میں تیرے باغ ہے نت نئے گل کھلائے جا

ہاں مجھے مثلِ کیمیا، خاک میں تو ملائے جا ۔۔۔ شانِ مری گھٹائے جا، رتبہ میرا بڑھائے جا
سب ہوں حجاب برطرف دیکھوں تجھی کو ہر طرف ۔۔۔ پردے یوں ہی اُٹھائے جا، جلوے یوں ہی دکھائے جا

جام پہ جام لائے جا، شانِ کرم دکھائے جا ۔۔۔ پیاس مری بڑھائے جا، روز نئی پلائے جا
پوری نہیں ہے بیخودی کرتا ہوں مستیاں ابھی ۔۔۔ ہوش مرے اُڑائے جا، اور ابھی چھکائے جا

دیکھ یہ راہِ عشق ہے، ہوتی ہے بس یوں ہی یہ طے ۔۔۔ سینہ پہ تیر کھائے جا، آگے قدم بڑھائے جا
یہ نہیں ظلم دشمناں، یہ ہے جفائے جانِ جاں ۔۔۔ صورتِ ابر تو بھی ہاں روتے میں مسکرائے جا

مطربِ خوشنوا ترا دونوں جہاں میں ہو بھلا ۔۔۔ روزِ الست جو سُنا نغمہ وہی سُنائے جا
یہ تری شانِ آب و گل، تجھ سے ملک بھی ہیں خجل ۔۔۔ جس نے دیا یہ دردِ دل گیت اسی کے گائے جا

رہنا نہ چاہے تو اگر مُعنت کی انتشار میں ۔۔۔ پیشِ نظر یہ گر رہے دیکھ تلاشِ یار میں
اپنے جو بس کی بات ہو۔ رہ بس اسی میں منہمک ۔۔۔ پیچھے نہ اس کے پڑ کبھی۔ جو نہ ہو اختیار میں

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں ۔۔۔ عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے ۔۔۔ وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

مالک ہے جو چاہے کر تصرف ۔۔۔ کیا وجہ کسی بھی فکر کی ہے

Marfat.com

بیٹھا ہوں میں مطمئن کہ یا رب — حاکم بھی ہے تو حکیم بھی ہے

کام کر دل لگا کے پھر بھی اگر — نہ لگے دل تو کچھ ملال نہ کر
حسبِ ارشادِ حضرتِ مرشد — فعل کر فکرِ انفعال نہ کر

بدلے نہ کہیں عالمِ ایجاد کا عالم — ای ٹوٹے ہوئے دل تری فریاد کا عالم (تضمین خسروی)
معمور تھا جلووں سے اور ارمانوں سے کیا کیا — اب تو ہے اور اک خانۂ برباد کا عالم (مجذوب)

وہ رنگ، نہ وہ ڈھنگ، نہ وہ لطف، نہ وہ کیف — کچھ اور ہے اب عالمِ ایجاد کا عالم
بیٹھا ہوں نظر نیچے کیے سر کو جھکائے — گلشن میں ہے اب خانۂ ایجاد کا عالم

شامِ شبِ فرقت میں بھی انوارِ سحر ہیں — اے نورِ مجسم یہ تری یاد کا عالم
دل نور، جگر نور، زباں نور، نظر نور — یہ کیا ہے مری خاطرِ ناشاد کا عالم

طرقِ عشق جو ہیں سب کا خلاصہ اے دل — بس یہ ہے دوست سے غافل نہ کسی آن رہے
اس کا اک گر تجھے تلقین کیے دیتا ہوں — ذکر اور فکر رہے، دھن رہے اور دھیان رہے

یہ بھی ہے اک ادائے حسنِ یار کی بےرخی نہیں — برہمیٔ مزاجِ دوست۔ ناز ہے برہمی نہیں
اٹھ بھی یہاں سے بوالہوس بیٹھ نہ عاشقوں میں تو — تاب اگر حسن تجھے یار کے ناز کی نہیں

کوئی مزا مزا نہیں، کوئی خوشی خوشی نہیں — تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں
سب کا غلط ہے یہ گماں زندہ ابھی ہوں میں کہاں — وہ جو ہے اپنا جانِ جاں پہلو میں جب وہی نہیں

لاکھ ہنسی کی بات ہو لب پہ مگر ہنسی نہیں — غنچۂ دل بس اب مرا بہرِ شگفتگی نہیں

بادِ صبا ہو، ابر ہو، موسمِ نو بہار ہو
کوئی شگفتہ کر سکے ہائے یہ وہ کلی نہیں

جانشینی

عام طور سے تحریراً و تقریراً یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کا جانشین کون ہے؟ تعجب ہوتا ہے کہ جو شیخ کمالِ علم، کمالِ تقویٰ، کمالِ معرفت، کمالِ عشق، کمالِ ارشاد غرض جملہ کمالات میں فرد ہو، اپنے وقت کا مجدد امام اور مرجع اہلِ علم و کمال و مشیخت ہو اس کا جانشین کہاں۔ رہی خدمتِ دین تو وہ حضرات مجازین کر رہے ہیں جنکی فہرست آگے آتی ہے۔ یہ حضرات تمام خدمات انجام دے رہے ہیں اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں اور اگر تھانہ بھون اور خاصکر خانقاہ میں کسی کا قیام ضروری ہو تو غالباً یہ خیال اُس سجادگی کی رسم پر مبنی ہے جو دوکانداروں نے جاری کر رکھی ہے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ضمیمۂ اصلاح الرسوم کی فصل دوم میں اس کی خرابیاں اور شرعی مفاسد بیان فرمائے ہیں اور ایک مستقل رسالہ بھی اس باب میں "رسالہ سجادہ نشینی" کے نام سے تحریر فرمایا ہے جو رسالہ تحفۃ الشیوخ کا ضمیمہ ہے ۱۳۲۷ھ میں تصنیف اور طبع ہوا ہے۔ اس رسالہ سے منتخب کر کے ضروری مضمون پیش ہے:-

سجادگی یا جانشینی کی تین صورتیں ہیں (۱) مریدین جمع ہو کر کسی بیٹے یا عزیز یا خادم کو سجادہ نشین کر دیں۔ (۲) دوسرے سجادہ نشین مشائخ ایسا کریں (۳) خود شیخ تنہا یا دوسرے مشائخ کی شرکت سے کر دے پھر ان تینوں صورتوں کی تین تین حالتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جس کو سجادہ نشین بنایا جاتا ہے اس میں تربیت و ارشاد کی اہلیت بھی نہ ہو اور خرافات میں بھی مبتلا ہو۔ دوسرے یہ کہ خرافات میں تو مبتلا نہیں مگر تربیت و ارشاد کی بھی اہلیت نہیں تیسرے یہ کہ تربیت و ارشاد کی اہلیت ہو۔ اب اگر وہ خرافات میں مبتلا ہے تب تو بہت ہی قبیح درجہ ہے اور اگر نااہل ہے تب بھی جو لوگ اس کو مقتدا، متبوع، شیخ اور بزرگ سمجھ کر اس کا اتباع کریں گے، بیعت ہوں گے ان سب کی گمراہی کا گناہ اور وبال ان سب کوشش کرنے والوں پر بھی تا بقائے سلسلہ ہوتا رہے گا۔

صورتِ اولیٰ میں تو ناواقف لوگوں کا فعل ہے جو محض جہالت ہے اور دوم و سوم میں یہ شہادت ہے اس کے کمال اور مقتدا و متبوع ہونے کی، شہادت جب جائز ہے کہ اس کا پورا علم ہو، یہاں اس کے اہل ہونے کا علم نہیں بلکہ نااہل ہونے کا علم ہے تو یہ فعل ناجائز اور دھوکہ اور مخلوقِ خدا کی گمراہی کا سبب ہے، اسی وجہ سے خود ان میں اور پھر ان کی وجہ سے سیکڑوں گناہ اور ہزاروں بدعات پھیلتی ہیں جو سب پر ظاہر ہیں۔

رہی تیسری حالت کہ تربیت و ارشاد کا اہل ہو اس میں بظاہر خرابی معلوم نہیں ہوتی لیکن نظرِ غائر سے اس میں بھی

Marfat.com

بہت خرابیاں ہیں مثلاً عموماً مریدین اس جانشین کو بالکل شیخ کی جگہ سمجھتے ہیں اور اس کے تمام خلفاء پر گو وہ اہلیت میں اس سے زیادہ ہوں اس جانشین کو ترجیح دیتے ہیں۔ معتقدین طالبین کو گھیر گھیر کر جس طرح بن پڑتا ہے اس کی طرف لاتے ہیں اور صرف اس جگہ پہنچنے کو سبب مرجح قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی وقت اہلیت نہ رہے یا بدل جائے تب بھی اس کے چھوڑنے کو اس جگہ کی اور پیر شیخ کی اہانت سمجھتے ہیں اور جس طرح ہوتا ہے اس کو نباہتے ہیں جس کا انجام وہی رسم پرستی ہوگئی۔ یہ خرابی تو اس وقت ہے اور آگے چل کر یہ پڑتا ہے کہ اس جگہ کو آباد رکھنا مقصود بالذات ہو جاتا ہے اور کبھی خود اس جانشین اہل کو کبھی دوسروں کو اس کے بعد کے لئے کسی کو تجویز کرنے کی فکر ہوتی ہے پھر کچھ اہل و نااہل کی بھی تمیز نہیں رہتی اور مالی ترکہ کی طرح اس میں بھی میراث جاری ہونے لگتی ہے اور جگہ کو مقصود بنانے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کو ایسا محترم سمجھنے لگتے ہیں کہ اس جگہ بیٹھنے والے پر کوئی اعتراض و احتساب کرنے کو اس جگہ یا اس شیخ کی اہانت سمجھتے ہیں حالانکہ بیت اللہ سے بڑھکر کوئی بقعہ نہیں مگر اس کے خدام پر بھی جبکہ وہ نااہل تھے حق تعالیٰ نے انکار فرمایا ہے وما کانوا اولیاءہ ان اولیاءہ الا المتقون ولکن اکثرھم لا یعلمون اس لئے اسلم یہ ہے کہ اہل کو تربیت وارشاد کی اجازت دیدے خواہ اس کو کوئی نسبی تعلق بھی نہ ہو لیکن اپنی جگہ آباد کرنے کی فکر نہ کرے اسی طرح وہ اہل اپنے خلیفہ کے ساتھ معاملہ کرے وھکذا الی ماشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جگہ کے اہمیت میں دخل نہ رکھنے کے باب میں کسی نے خوب کہا ہے ؎

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم + ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بو العجبی ست

انتہی بقدر الضرورت۔

الحمد للہ ہمارے سب بزرگوں کے یہاں یہی معمول رہا ہے کہ تربیت وارشاد کی اجازت دیدی پھر جہاں چاہیں رہ کر وہ خدمت دین کریں۔ حضرت میاں جی نور محمد صاحب لوہاری میں تھے خلفاء حضرت حاجی صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب و حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانہ بھون رہے۔ اگر ان میں سے کسی صاحب کے ذہن میں بھی جگہ کی ایسی اہمیت ہوتی جیسی اب عام طور سے لوگوں میں معلوم ہو رہی ہے تو تھانہ بھون سے تین میل کا فاصلہ ایسا نہ تھا کہ کوئی صاحب وہاں قیام نہ کر سکتے:

حضرت حاجی صاحب ۱۲۷۶ھ میں ہجرت کر کے تشریف لے گئے اور تھانہ بھون کو خالی چھوڑ گئے ہمارے حضرت تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے لیکن اگر حضرت حاجی صاحب کو یا خلفاء میں سے کسی صاحب کو تھانہ بھون اس جگہ کو ہی آباد کرنے کی اہمیت ہوتی تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب

وغیرہ حضرات میں سے کوئی صاحب تھانہ بھون قیام فرماتے۔ ادھر حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کے خلیفہ قاضی محمد اسمٰعیل صاحب نے ان کی جگہ قیام نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن منگلو رہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے خلفاء میں سے کسی صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپور، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپور، حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندؒ اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مالیر کوٹلہ یا انبھٹہ رہے۔ اور ایسے ہی ان حضرات کے اور دوسرے خلفاء کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جو لوگ رسموں کو نیست و نابود کر کے دین کو پاک صاف بنا گئے آج اُن کے سلسلہ کے لوگ اس رسم کے خیال میں مبتلا ہوں۔

غرض ایسا رسمی جانشین تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی نہیں بنایا گیا لیکن حضرتؒ کے فیوض آج بھی اسی طرح جاری ہیں اور حضرتؒ کے جانشینوں نے اپنے اپنے وطنوں میں بحمداللہ خانقاہیں جاری کر رکھی ہیں جن کے اسماء گرامی کی ایک فہرست ذیل میں دی جاتی ہے یہ وہ فہرست ہے جو حضرتؒ کے خلفاء ہمارے علم میں حضرت کی وفات کے وقت موجود تھے اور ان کو بیعت و تلقین کی اجازت تھی۔ رہی خانقاہ اشرفیہ تو اس کے انتظامات درس قرآن، عربی فارسی، تصنیف و تالیف، ذاکرین کے قیام کا انتظام سو وہ بحمداللہ آج بھی بحالہا موجود ہیں اور مولانا شبیر علی صاحب متولی و مہتمم خانقاہ کی زیر سرپرستی اسی طرح جاری ہیں۔ وقت مقدر پیش آنا تھا خانقاہ حضرتؒ کی ذات گرامی سے خالی ہو گئی جس کی تلافی کسی کے بھی امکان میں نہیں۔ باقی انتظامات سب بدستور اسی طرح ہیں، بحمداللہ کوئی فرق اس وقت تک نہیں ہے۔ ہاں اس کا افسوس ضرور ہے کہ حضرت کے خدام نے کچھ تعلق قطع سا کر لیا ہے کہ آنے جانے والوں کی بہت زیادہ کمی ہو گئی ہے اور لوگوں کو بلانا ظاہر ہے کہ یہاں والوں کے بس کی بات نہیں، اگر سب خدام اپنا یہ طریقہ رکھتے کہ جب کاموں سے فراغت ہوتی یا چند روز فراغت کے نکال کر صرف اس خیال سے کہ خانقاہ میں رہکر فراغ قلب کے ساتھ کچھ روز اللہ کی یاد کر لیا کریں تو اس خانقاہ کی رونق بھی بحال رہتی اور ان حضرات کو خانقاہ کے برکات بھی حاصل ہوتے۔

لہٰذا یہ کام سب خدام کا ہے کہ اس کو سمجھیں اور خانقاہ میں ہر شخص فرصت کا وقت نکال کر آیا کرے وارد و صادر کے راحت و قیام کے انتظامات بحمداللہ اسی طرح موجود ہیں وباللہ التوفیق۔

وہ فہرست حضرت کے خلفاء کی یہ ہے اور چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی دو قسمیں تھیں، ایک مجازین بالبیعت، دوسرے مجازین بالصحبت لہٰذا دونوں فہرستیں درج کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

فہرست مُجازِین

(نوٹ) :- یہ فہرست اشرف السوانح حصہ سوم اور اس کے شذرات کی اقساط دوم و سوم و چہارم و پنجم و ششم و ہفتم سے مرتب کی گئی ہے جن حضرات خلفاء کی حضرت رحمہ اللہ کی حیات میں وفات ہوگئی تھی یا جن حضرات کو حضرتؒ نے ممنوع الاجازت کر دیا تھا اور اُن کے اسماء مذکورہ اقساط شذرات میں خود شائع بھی فرما دیئے تھے ان کے نام اس فہرست میں لکھے ہی نہیں گئے۔ یہ فہرست اُن حضراتِ خلفاء کی ہے جو حضرت کی وفات کے وقت حیات بھی تھے اور حضرتؒ کے مجاز بھی تھے۔ پھر اس فہرست میں سے جن حضرات کی وفات کا ہم کو علم ہوگیا ہے ان کے نام پر حاشیہ دیکر تاریخ وفات لکھدی ہے، اس فہرست کے علاوہ جو صاحب بھی دعویٰ حضرتؒ کے مجاز ہونے کا کریں وہ غلط ہے۔

فہرست مُجازِینِ بیعت

(۱) مولوی محمد عیسیٰؒ صاحب محی الدین پوری پروفیسر عربی۔ مکان نمبر ۲۹۸ محلہ محتشم گنج الٰہ آباد

(۲) مولوی عبد الغنی صاحب مہتمم مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور۔ ضلع اعظمگڈھ۔

(۳) حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)۔

(۴) مولوی افضل علی صاحب تھلواڑہ، ڈاکخانہ کمیلا ضلع بارہ بنکی۔

(۵) مولوی عبد المجید صاحب بچھرایونی (بیتہ ڈاک) ریواڑی ضلع گوڑگانوہ متصل زنانہ اسپتال۔

(۶) خواجہ عزیز الحسنؒ صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس لکھنؤ۔

(۷) مولوی حبیب اللہ صاحب پنشن ٹیچر گورنمنٹ ہائی اسکول۔ اُورئی ضلع جالون۔

(۸) مولوی واحد بخش صاحب مدرس لعل خیر پور ٹامیوالی مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور

ے افسوس ہے کہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ کو ان کی وفات ہوگئی ۱۲ ملہ ے نہایت افسوس ہے کہ خاتمۃ السوانح ابھی شائع بھی نہ ہو سکا تھا مسودہ تیار ہوگیا تھا، صاف کیا جا رہا تھا بعد صفائی حضرت خواجہ صاحب کی نظر ثانی باقی تھی کہ ۲۷ شعبان ۱۳۶۳ھ کو خواجہ صاحب نے اپنے وطن اورئی ضلع جالون میں اس دار فانی کو الوداع کہا اور ملاء اعلیٰ میں پہنچ کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ شبیر علی +

Marfat.com

(۹) حاجی شمشاد علی صاحب کلانوری اشرف المطابع تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر۔

(۱۰) محمد عبد اللہ خاں صاحب بیرون امامی دروازہ ریاست بھوپال۔

(۱۱) سید فخر الدین شاہ صاحب گھوٹکی ضلع سکھر (سندھ)۔

(۱۲) مولوی صغیر محمد صاحب مدرسہ عزیزیہ مغلٹولی شہر کمرلہ بنگال۔

(۱۳) مولوی عبد الحمید صاحب وزیرستان شمالی مقام ہرمز ڈاکخانہ عیدک ضلع ڈور۔

(۱۴) مولوی اطہر علی صاحب حویلی بارہ آنی ہیبت نگر ڈاکخانہ کشور گنج ضلع میمن سنگھ۔

(۱۵) مولوی عبد الوہاب صاحب ڈاکخانہ باٹ ہزاری موضع روح اللہ پور ضلع چاٹگام۔

(۱۶) ابو البرکات صاحب مسجد محلہ نالہ ضلع سلطانپور (عوام کے لئے)۔

(۱۷) مولوی نذیر احمد صاحب نیسنگ، ضلع کرنال۔

(۱۸) مولوی رفیع الدین صاحب محلہ سبزی منڈی متصل مسجد سوداگر۔ الہ آباد۔

(۱۹) مولوی عبد السلام صاحب موضع زیارت کاکا صاحب مسجد کلاں، تحصیل نوشہرہ، ضلع پشاور۔

(۲۰) مولوی محمد موسیٰ صاحب مدرس حرم نبوی باب النساء مدینہ منورہ (مہاجر مدنی)

(۲۱) مولوی محمد سعید صاحب مقام کیپرنور، تعلقہ پلنی ضلع مدھرا، ملک مدراس۔

(۲۲) مولوی نذیر احمد صاحب (دیگر) متوطن کیرانہ ضلع مظفر نگر، متصل مسجد قصاباں، مقیم حال خانجہاں پور ڈاکخانہ پھتولی، ضلع مظفر نگر

(۲۳) مولوی معصوم اللہ صاحب مدرسہ امدادیہ خانقاہ اشرفیہ موضع تلگاسیہ ڈاکخانہ ادرابونیہ ضلع بریسال

(۲۴) مولوی وصی اللہ صاحب ڈاکخانہ ندواسرائے موضع فتحپور تال نرجا ضلع اعظم گڑھ۔

(۲۵) مولوی محمد حسن صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر۔

(۲۶) مولوی سراج احمد خاں صاحب امروہی محلہ چلہ امروہہ ضلع مرادآباد۔

(۲۷) مولوی ممتاز احمد صاحب ڈاکخانہ باراچٹی موضع سونڈھیا گیا۔

(۲۸) منشی حقدادخاں صاحب پنشن یافتہ محلہ مولوی گنج شہر لکھنؤ۔

(۲۹) مولوی عبد الجبار صاحب موضع ڈربی ڈاکخانہ سوجان ضلع حصار مقیم حال ابوہر منڈی ضلع فیروزپور۔

ف افسوس ہے کہ ۱۹ ار جمادی الثانیہ ۲۳ھ کو بعد مغرب مولوی صاحب کا بمقام الہ آباد وصال ہوگیا ۱۲ + ۶ ۶ ۶ ۶ ۶ ۶ ۶

Marfat.com

(۳۰) مولوی ولی احمد صاحب۔ قصبہ برہان ضلع کیمل پور حال مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد۔

(۳۱) مولوی خیر محمد صاحب ناظم مدرسہ خیر المدارس شہر جالندھر

(۳۲) مولوی عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۳۳) مولوی محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

(۳۴) مولوی محمد شفیع صاحب دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور۔

(۳۵) مولوی محمد نبیہ صاحب ٹانڈہ بادلی ضلع مراد آباد۔

(۳۶) مولوی محمد صابر صاحب محلہ گھیر مناف امروہہ ضلع مراد آباد

(۳۷) نواب احمد علی خاں صاحب محلہ قلعہ نوابان سہارنپور۔

(۳۸) حکیم کرم حسین صاحب سیتاپور (اودھ)

(۳۹) مولوی عبدالرحمٰن صاحب مئو ائمہ ضلع الہ آباد۔

(۴۰) حاجی محمد عثمان خاں صاحب تاجر کتب کتبخانہ اشرفیہ متصل جامع مسجد دہلی۔

(۴۱) ماسٹر قبول احمد صاحب اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول سیتاپور۔

(۴۲) مولوی جلیل احمد صاحب سرائے حکیم علی گڈھ (حال مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر۔

(۴۳) شہاب الدین صاحب خیاط کٹھور، ضلع میرٹھ۔

(۴۴) مولوی مسیح اللہ خاں صاحب مدرس مدرسہ عربی جلال آباد ضلع مظفرنگر۔

(۴۵) مولوی مرتضیٰ حسن صاحب چاندپور، ضلع بجنور۔

(۴۶) حکیم عبدالخالق صاحب ساکن ٹانڈہ، ڈاکخانہ اڑمڑ ضلع ہوشیارپور پنجاب مقیم حال امرتسر چوک فرید

(۴۷) ماسٹر ضامن علی صاحب سندیلوی گورنمنٹ ہائی اسکول للت پور ضلع جھانسی۔

(۴۸) حافظ عنایت علی صاحب امام مسجد باجڑان لدھیانہ (للعوام)

(۴۹) مولوی ولی محمد صاحب گورداسپوری بٹالہ ضلع گورداسپور۔

(۵۰) مولوی نور بخش صاحب توکلی مدرسہ صوفیہ پورت بھیر دار ہانٹ ضلع جالندھر۔

ع۵ افسوس ہے کہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ کو ان کی وفات ہوگئی ۱۲ ع۵ افسوس ہے کہ ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کو انکی بھی وفات ہوگئی ۱۲

(۵۱) مولوی عبدالودود صاحب آخون زادہ مقام دوبیاں پوسٹ کالوخاں ضلع پشاور۔

(۵۲) مولوی اسعد اللہ صاحب رامپوری مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۵۳) مولوی حکیم الٰہی بخش صاحب اعوان محلہ ہزاری دروازہ شہر شکارپور ضلع سکھر، ملک سندھ۔

(۵۴) ماسٹر محمد شریف صاحب مدرس ڈسٹرکٹ بورڈ اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیارپور دیہات

(۵۵) ماسٹر شیر محمد صاحب مدرس مڈل اسکول میانی افغانان ضلع ہوشیارپور۔

(۵۶) حافظ ولی محمد صاحب قنوج ضلع فرخ آباد محلہ کاغذیان۔

(۵۷) مولوی کفایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سعیدیہ مہند ہدف شاہجہانپور۔

(۵۸) مولوی حامد حسن صاحب امروہی صدر بازار میرٹھ۔

(۵۹) حکیم فضل اللہ صاحب شکارپور سندھ۔

(۶۰) بابو عبدالعزیز صاحب ریٹائرڈ شیڈ کلرک متصل مسجد ملک لال خاں گوجرانوالہ

(۶۱) مولوی رسول خاں صاحب مدرس اورنٹیل کالج لاہور، متوطن ضلع ہزارہ، تحصیل مانسہرہ، ڈاکخانہ شنکیاری مقام اچھڑیاں

(۶۲) مولوی محمد اللہ صاحب نواکھالوی مدرس مدرسہ اشرف العلوم بڑا کٹرہ ڈھاکہ۔

(۶۳) حکیم مولوی عبدالحق خاں صاحب ساکن کورٹ ضلع فتحپور ہسوہ۔

(۶۴) حکیم خلیل احمد صاحب کھالہ پار، محلہ تیلی خمران، سہارنپور۔

(۶۵) محمود الغنی صاحب سہارنپوری ترپ بازار شفاخانہ رحمانی، حیدرآباد دکن۔

(۶۶) منشی عبدالحی صاحب سابق وکیل وحال ہومیو پیتھک ڈاکٹر جونپور۔

(۶۷) مولانا سید سلیمان صاحب دار المصنفین اعظم گڑھ۔

(۶۸) مولانا عبدالباری صاحب جامعہ عثمانیہ لالہ گوڑا حیدرآباد دکن۔

(۶۹) مولوی ابرارالحق صاحب مدرسہ اسلامیہ ہردوئی۔

(۷۰) مولوی فقیر محمد صاحب معرفت حاجی محمد شریف صاحب صحاف دوکاندار موضع توتی قوم مہمندیہ سرحد

مُجازینِ صُحبت

(۱) سعید احمد خاں صاحب بہرہ ڈاکخانہ بلرام ضلع ایٹہ۔

(۲) حافظ علی نظر بیگ صاحب سفاپورہ کہنہ مراد آباد۔

(۳) شیخ محمد حسن صاحب انوار بکڈپو۔ لکھنو۔

(۴) مولوی محمود الحق صاحب وکیل۔ ہردوئی۔

(۵) منشی عبد الولی صاحب نائب ناظم ریاست کپورتھلہ۔ بہرائچ اودھ۔

(۶) شیخ محمد عبد الکریم صاحب بیشنر سشن جج کراچی۔

(۷) محمد جلیل صاحب سب جج سہارنپور۔

(۸) مولوی انوار الحسن صاحب آنریری مجسٹریٹ کاکوری ضلع لکھنو۔

(۹) منشی عسلی شاکر صاحب قانون گوے گولا ضلع کھیری لکھیم پور۔

(۱۰) محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاپ گڈھ۔

(۱۱) مولوی منفعت علی صاحب۔ وکیل۔ سہارنپور۔

(۱۲) منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر۔ جونپور۔ حال مقیم تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

(۱۳) مظہر احمد صاحب ماسٹر محلہ فتح گڈھ۔ بھوپال۔

(۱۴) حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور۔

(۱۵) خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ کٹرہ مہاں سنگھ امرتسر۔

(۱۶) منشی عبد الصبور صاحب نائب منشی حصہ اول ڈویژن دفتر نہر سارد ہ شاہجہانپور۔

(۱۷) بخشش احمد صاحب مدرسہ سعیدیہ قاضی پور خرد گورکھپور۔

(۱۸) حافظ لقاء اللہ صاحب پانی پتی مقیم حال حیدرآباد دکن۔

(۱۹) مولوی ظہور الحسن صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

(۲۰) مولوی اشفاق الرحمٰن صاحب۔ کاندھلوی مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی۔

(۲۱) مولوی سلطان محمود صاحب مدرس اول فتحپوری دہلی۔

(۲۲) حافظ محمد اسمٰعیل صاحب ولد حاجی جیون بخش صاحب محلہ بلیماران حویلی حسام الدین حیدر دہلی۔

(۲۳) منشی محمد یعقوب صاحب کلانوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم رہتک۔

(۲۴) مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کرنیل گنج۔ کانپور۔

(۲۵) مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیرکوٹلہ۔

(۲۶) مولوی ریاض الحسن صاحب امام جامع مسجد باغپت ضلع میرٹھ۔

(۲۷) حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی سرائے پیرزادگان محلہ چوک گنگوہ ضلع سہارنپور۔

(۲۸) منشی عبدالحمید صاحب تحصیلدار پنشنر محلہ مقبول گنج۔ لکھنؤ۔

(۲۹) عبدالغفور صاحب ٹھیکدار اشرف منزل جودھپور ہالی روڈ۔

(۳۰) حکیم فیاض علی صاحب مقیم نصر اللہ گنج گورنمنٹ بھوپال۔

(۳۱) مولوی محمود داؤد یوسف محلہ تائی واڑہ، راندیر ضلع سورت۔

(۳۲) میر امام الدین صاحب محاسب صدارت العالیہ مکان ۱۸۹ جدید ملک پیٹھ حیدر آباد دکن۔

(۳۳) مولوی عبدالمجید صاحب مدرس مدرسہ ناصر العلوم گھوسی ضلع اعظم گڈھ۔ محلہ پورہ۔

(۳۴) مولوی محمد میاں صاحب نبیرۂ مولانا محمد حسین صاحب دائرہ شاہ حجۃ اللہ۔ الٰہ آباد۔

(۳۵) مولوی محمد یوسف صاحب بنوری مجلس علمی ڈابھیل ضلع سورت۔

(۳۶) علی ساجد صاحب ڈاکٹر ہاشمی ہومیو پیتھک مولوی گنج لکھنؤ۔

(۳۷) مولوی سعید احمد صاحب لکھنوی صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم احاطہ کمال خان کانپور۔

(۳۸) سید مولوی عبدالکریم صاحب بمقام طوطہ کان ڈاکخانہ ہٹ خیل مالاکنڈ ایجنسی براستہ مردان صوبہ سرحد

(۳۹) شیخ عبدالغفار صاحب رئیس گھوسی ضلع اعظم گڈھ۔

(۴۰) مولوی محمد نعیم صاحب بخاری ضلع بدخشاں، قصبہ ترگنی، ملک کابل۔

(۴۱) مولوی سخاوت حسین صاحب مقام گوہاٹی پور، ڈاکخانہ سونگڑہ۔ ضلع کٹک (ملک) اڑیسہ

(۴۲) منشی عرفان احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ تارگھر سہارنپور۔

(۴۳) عزیز الرحمٰن صاحب نبیرۂ مولوی عبدالاحد صاحب مرحوم خلیق منزل گلی چوڑی والان۔ دہلی۔

Marfat.com

(۴۴) شفیق احمد صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ سلیمانیہ ہوامحل بھوپال۔

(۴۵) شاہ محمد صاحب ملوطہ کان، ڈاکخانہ بٹ خیل، مالاکنڈ ایجنسی، صوبہ سرحد ضلع مردان۔

(۴۶) خواجہ وحید اللہ صاحب پنشنر تارگھر سرکاری گڈھ باران ریاست کوٹہ راجپوتانہ۔

(۴۷) مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی مدرسہ حقانیہ شاہ آباد، ضلع کرنال۔

(۴۸) حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر پنشنر سید واڑہ نگرام ضلع لکھنؤ۔

(۴۹) مولوی سید حسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند۔

(۵۰) مولوی مسعود علی صاحب شبلی منزل اعظم گڑھ۔

(۵۱) مولوی حکیم عبدالرشید محمود صاحب انصاری، گنگوہ ضلع سہارنپور سرائے پیرزادگان۔ نبیرہ
حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(۵۲) مولوی حکیم محمد مسعود صاحب گنگوہی معروف بہ حکیم اجمیری، بمبئی محلہ کھڑک۔

(۵۳) ماسٹر منظور احمد صاحب تحصیلی اسکول روڑکی۔ ضلع سہارنپور۔

(۵۴) حکیم بہاؤالدین صاحب ہردوئی محلہ بورڈنگ ہوس

(۵۵) ظفر احمد صاحب تھانوی۔ ملازم ریکٹر ہادس مجگاؤں۔ بمبئی۔

(۵۶) مولوی عبدالغنی صاحب رسولوی۔ ضلع بارہ بنکی۔ مدرس جامع العلوم کانپور۔

(۵۷) انوار احمد صاحب وکیل ڈاکخانہ قدم کنواں پٹنہ۔

(۵۸) قریشی شفیع محمد صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول، ٹنڈہ باگو ضلع حیدرآباد سندھ۔

(۵۹) شاہ محمد حلیم صاحب فیض اللہ پور، ڈاکخانہ محمد پور، ضلع اعظم گڈھ۔

تمام شد فہرست مجازین

عرضِ حال یا دل کے آنسو

آج دل سے ضبطِ غم کا حوصلہ جاتا رہا ۔۔۔ آج دل ہم سے گیا گذرا ہوا جاتا رہا
الفراق اے فرصتِ عشق و محبت الفراق ۔۔۔ وہ اُمنگیں مٹ گئیں وہ ولولہ جاتا رہا
الوداع اے آرزوئے چشمِ الفت الوداع ۔۔۔ وہ طبیعت مرگئی وہ حوصلہ جاتا رہا
آج تا حدِ نظر خوش رنگ منظر ہیں تو ہوں ۔۔۔ جس سے دلچسپی تھی وہ رنگِ فضا جاتا رہا
آج سو سامانِ عشرت جلوہ گستر ہیں تو ہوں ۔۔۔ اک خوشی تھی چل بسی۔ اک لطف تھا جاتا رہا
عالمِ حسرت ہے کیا مسرور ہوں کیا شاد ہوں ۔۔۔ جو بنائے شوق تھا وہ سلسلہ جاتا رہا
وحشتِ دل ہی نہ گھبراؤں تو آخر کیا کروں ۔۔۔ جس سے لطفِ زیست تھا وہ مشغلہ جاتا رہا
ایک خوش وقتی کی صورت کیا مٹی دل مرگیا ۔۔۔ ایک دل کیا مرگیا ہر حوصلہ جاتا رہا
کام کیا بگڑا کہ جانِ زار صرفِ یاس ہے ۔۔۔ آس کیا ٹوٹی کہ جینے کا مزا جاتا رہا
یا نشاطِ وصل تھی سو عیش تھی سو لطف تھے ۔۔۔ یا باستثنائے حسرت ہر مزا جاتا رہا

ننگِ خدامِ اشرفی احقر محمد شبیر علی خادم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بخدمت برادرانِ طریقت عرض پرداز ہے کہ قبلہ وکعبہ سیدی وسندی حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہٗ کی وفات حسرت آیات سارے ہی خدام کے لئے باعث ہزار حسرت تھی۔ کہ اُن کا طریقت کا مربی، شریعت کا معلّم، ہادی جس کی آج دنیا میں ہمارے علم میں کوئی نظیر نہیں دنیا سے اُٹھ گیا۔ مگر میرے لئے وہ ذاتِ گرامی علاوہ ان مذکورہ صفات کے سرپرست ظاہر بھی تھی۔ میری عمر کا زیادہ حصہ حضرتؒ کی جوتیوں میں ہی بسر ہوا۔ اور حضرتؒ نے اپنے بھائی اور میرے والد ماجد منشی اکبر علی صاحب مرحوم سے جو یہ فرما کر مجھے لیا تھا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے لہذا شبیر کو مجھے دیدو میں اس کو اپنی اولاد کر کے رکھوں گا۔ بس میں یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اگر حضرتؒ کے صُلبی اولاد ہوتی تو شاید اتنے ناز حضرتؒ اُن کے بھی نہ اٹھاتے جتنے اس خادم کے اُٹھائے ہیں۔ اور حقیقت ہے کہ حضرتؒ کی شفقتوں کے سامنے میں اپنے والدین کی شفقتوں کو بھی بھول گیا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخر وقت تک حضرتؒ ہی کی جوتیں

Marfat.com

میں میری عمر گذری لہذا میرا تو ظاہری اور باطنی ہر دو قسم کا مربی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس لئے آج غم بھی مجھے دہرا ہے:

ع للناس ھم ولی الیوم ھمان۔

غرض ایک وہ دن تھے کہ حضرتؒ کی سرپرستی میں زندگی گذار رہا تھا، اور افسوس صد افسوس کہ آج خاتمۃ السوانح پر نظر ثانی کی خدمت انجام دے رہا ہوں۔ حضرتؒ کے سوانح حضرتؒ کی حیات میں حضرتؒ کے خلیفۂ خاص مخدومی مکرمی جناب حاجی خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری نے مکمل کر دی تھی۔ اب اس غم نامہ کی تکمیل کے لئے بھی جناب خواجہ صاحب سے ہی عرض کیا گیا چنانچہ جناب خواجہ صاحب نے اس آخری خدمت کو بھی بصد رنج و غم بھی اور بصد ذوق و شوق بھی انجام دیا۔ مگر کچھ ایسے واقعات اور حالات پیش آتے چلے گئے کہ باوجود کوشش کے اس کی تکمیل میں دیری ہوتی چلی گئی۔ جو حضرات جناب خواجہ صاحب سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کے ہر کام میں جذب کا رنگ غالب رہتا تھا۔ چنانچہ اس میں بھی وہی کارفرما رہا۔ اور اول تو مسودہ ہی مکمل نہ ہو سکا اور جب اس کی کچھ تکمیل ہوئی تو وہ اس قابل نہ رہا کہ اس پر کوئی نظر ثانی کر سکے یا کاتب ہی اس سے لکھ سکے۔ لہذا اُس کو صاف کرنے کو دیدیا گیا۔

جولائی ۱۹۴۳ء کے شروع میں خواجہ صاحب خانقاہ میں تشریف لائے۔ مسودہ کی صفائی ہو رہی تھی مگر مکمل نہ ہوئی تھی لہذا یہ طے پا گیا کہ بعد تکمیل مبیضہ اور مسودہ دونوں خواجہ صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیئے جاویں تاکہ وہ نظر ثانی فرما لیں۔

۲۱ جولائی ۱۹۴۳ء کو خواجہ صاحب مع دیگر احباب کے جالندھر اور امرتسر کے سفر کے لئے خانقاہ سے روانہ ہوئے تاکہ وہاں اپنے پنجابی پیر بھائیوں سے ملاقات فرمائیں خصوصاً مولانا خیر محمد صاحب اور مولانا محمد حسن صاحب دام ظلہم سے۔ کس کو خبر تھی کہ حضرتؒ کا یہ سچا عاشق اس دفعہ خانقاہ سے آخری مرتبہ رخصت ہو رہا ہے۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد سے خواجہ صاحب کا کیا حال تھا اُس کو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے۔ الفاظ میں اُس کو بس اس طرح تعبیر کیا جا سکتا ہے ؎

بیاد یار و دیار آنچناں بگریم زار + کہ از جہاں رہ و رسم سفر براندازم

من از دیار حبیبم نہ از بلاد رقیب + مہیمنا برفیقان خود رساں بازم

خواجہ صاحب تھے اور شوق لقائے محبوب میں دربدر کو بکو پھرتے تھے۔ محبوب کا پیام یعنی حضرتؒ کے ملفوظات جو اُن کو ازبر یاد تھے ہر شخص کو سناتے پھرتے تھے۔ بقول اُن ہی کے ؎

آشنا سمجھا وہ یا نا آشنا + ہم کو مطلب اپنی سوز و سازت

حضرتؒ کی وفات کے بعد خواجہ صاحب کو کہیں قرار نہ تھا۔ آج تھانہ بھون میں تو کل لکھنؤ میں تو پرسوں الہ آباد میں تو معلوم ہوا کہ سیتاپور پہنچ گئے۔ غرض ؎ چو گل رفت و گلستاں شد خراب + بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب + ویر

یوں عمل تھا کہ حضرتؒ کے بعد حضرت کے خلفاء اور خدام خاص کے پاس جا جا کر غم کو ہلکا کرتے پھرتے تھے۔ اسی سلسلہ میں یہ سفر پنجاب بھی اختیار فرمایا تھا۔

۱۹ر جولائی ۱۹۴۸ء کو امرتسر میں بخار ہوا۔ اور سینہ میں درد ہوا۔ اول یونانی پھر ڈاکٹری علاج شروع ہوا۔ نمونیہ تجویز ہوا ضعف کی کوئی انتہا نہ رہی خدا خدا کر کے کچھ افاقہ شروع ہوا۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرتسری نے حق تیمارداری ادا کر دیا۔ غرض مرض میں اور ضعف میں تخفیف ہوئی افاقہ کلی نہ ہوا تھا کہ ۵ر اگست ۱۹۴۸ء کو خواجہ صاحب نے وطن کی واپسی کا قصد فرمایا۔ مولانا محمد حسن صاحب نے اپنے بھتیجے مولوی محمد عرفان صاحب کو ہمراہ کر دیا کہ راستہ میں کوئی تکلیف نہ ہو چنانچہ ۸ر اگست ۱۹۴۸ء کو خواجہ صاحب اپنے وطن اوری پہنچ گئے۔ وہاں پہنچکر کچھ تو راستہ کا تکان کچھ مرض کا بقیہ پہلے سے موجود تھا ہی۔ اوری پہنچکر بخار بھی عود کر آیا اور سینہ کا درد بھی۔ وہاں بھی علاج ہوتا رہا آخر، ار اگست ۱۹۴۸ء کو صبح ۸ بجے یہ چہکتا ہوا بلبل چمنستانِ اشرفی اور خسرو اشرفی اس دار فانی سے رخصت ہو کر اپنے محبوب شیخ سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آج خاتمۃ السوانح پر نظر ثانی کے ساتھ خواجہ صاحب کے حالات مرض و وفات کو بھی اس کا تتمہ بعد حسرت و یاس بنا رہا ہوں۔ خواجہ صاحب نے اپنے تمام حالات طفلی و جوانی کے اور حضرتؒ سے فیوض حاصل کرنے کے نسب و خاندان وغیرہ غرض اپنے کل حالات بھی اشرف السوانح میں ضمناً مفصل لکھ دیئے ہیں اسی لئے اُن کے دُھرانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اشرف السوانح کا مطالعہ کرنے والا شیخ و مرید دونوں کے حالات یکجا دیکھ لے گا۔ تو خاتمۃ السوانح کی ساتھ ہی خواجہ صاحب کی وفات کے حالات بھی معلوم کرے گا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بعد تکمیل مبیضہ اُس کو نظر ثانی کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں روانہ کرنے کا قصد تھا مگر وقت موعود نے اس کی مہلت ہی نہ دی آخر مجبوراً مبیضہ کے تیار ہونے پر میں نے نظر ثانی کے لئے جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے اُس کو سپرد کر دیا مفتی صاحب نے اُس کو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمایا۔ مفتی صاحب کی نظر اصلاحی کے بعد احقر نے نہایت غور سے حرفاً حرفاً اس کو دیکھا اور بحمد اللہ واقعات و حالات کو بالکل درست اور صحیح طور پر نہایت احتیاط سے درج پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب سوانح کے طفیل میں ہم سب کو بھی حسن خاتمہ نصیب فرمائے ویرحم اللہ عبداً قال امینا۔

خستہ جگر احقر شبیر علی عفی عنہ

خادم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۷ر محرم ۱۳۶۸ھ

Marfat.com

جناب خواجہ صاحب کی وفات پر میرے برادر محترم جناب قاضی محمد مکرم صاحب پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال نے دو قطعۂ تاریخ لکھے ہیں اور ایک مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے تحریر فرمایا ہے جنکو ذیل میں درج کرتا ہوں

قطعہ تاریخی بر وفات حسرت آیات جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب عزیزؔ

(از قاضی محمد مکرم صاحب مائل تھانوی)

آں عزیزیکہ حسن نامند و خواجش خوانند — رخت ازیں سوئے کشیدہ بدیار محبوب
آہ از دردِ جدائی و غم فرقت او — اختیاریکہ بدل بود ہمہ شد مسلوب
آں چناں گم نہ شدہ یوسفِ مصر یار کہ — کس تدارک بتواں کرد باشکِ یعقوب
آنچہ پیش آمدہ بگذشت و گذشت — شکر داؤد بہ مدت آرم و صبر ایوب
مرگ ما ناست بدار وے کہ تلخ ست و مفید — ناگوار است بہ تکلف بہ حقیقت مرغوب
خود توئی پردۂ حائل برخ حسن ازل — بگذر از خویش کہ ایں جلوہ نما محبوب
فرخ آں راہروِ منزلِ مقصود کہ او — سفرِ خویش بسر پردہ بحسن اسلوب
شاد آں بندہ کہ او را طلبد صاحب او — خرم آں طالب فرخندہ کہ گردد مطلوب
رفتہ مجذوب بہ فردوس برین و مائل — باہم آمیختہ فردوس برین و مجذوب

۷۵۱ ۶۱۲

۱۳۶۳ھ

ولہ ایضاً

خواجہ حسن ہم پیوستہ با حق — رضوان ربی مبذول حالش
آں دُرِ یکتا از سلکِ اشرف — نیساں نبارد زیں پس مثالش
اللہ اللہ مجذوب خوش گو — زور کلام و لطف مقالش
رفت او ز بزم ولیکن نہ رفتہ — از قلب یاراں حزن و ملالش
ہر دل پریشاں از رحلت او — ہر دیدہ گریاں بر انتقالش
مبذول حالش رضوان ربی — مجذوب الاشرف سال وصالش

۱۳۶۳ھ

قطعہ تاریخ وفات مخدومی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری نوراللہ مرقدہ

از بندۂ خستہ و مہجور محمد شفیع دیوبندی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مارا سرے بگلشن و سیر چمن نماند | در دل ہوائے گلشن و سرو و سمن نماند

فریاد زیں غمے دل کہ بہ بستان ما رسید | نے در گلے و برگ گلے در چمن نماند

صبر از دلم رمیدہ و دل از من حزیں | گفتار در زبان و زبان در دہن نماند

فریاد اے کریم ز غمہائے پے بہ پے | در جان خستہ طاقت رنج و محن نماند

دانی کہ زخم فرقت اشرف ہنوز تازہ | زخم دگر رسید و سر جان و تن نماند

یارب بخواب می‌شنوم یا حقیقت است | ایں ماشنیدمی کہ عزیز الحسن نماند

آں یادگار اشرف ما ہم ز ما برفت | گم کردہ ایم یوسف و ہم پیرہن نماند

زیں زخمہائے تازہ کہ بر زخمہا رسید | اشکے بچشم و قطرۂ خوں در بدن نماند

جز نالہائے نیم شب و گریۂ سحر | انجم انیس وحشت بیت الحزن نماند

جز یاس و حسرت و غم و آہ و بکا مگر | چیزے بخانقاہ و بہ تھانہ بھون نماند

ہر روز بر یگانۂ اشرف چو سال بود | بعدش فزوں ز سال دم زیستن نماند

ایامِ سالِ فرقتِ اشرف فزودہ گو

۳۶۰

سالِ وفاتِ خواجہ عزیز الحسن نماند

	۱	۰	۰	۳
		۳	۶	۰
ھ	۱	۳	۶	۳

اب آگے حضرتؒ کی وفات پر تمام بارگاہِ اشرفی نے جو قطعات تاریخیہ اور نظمیں تحریر فرمائی ہیں وہ درج کی جاتی ہیں

ک؎ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کی وفات ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ میں ہوئی اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۰ رشعبان ۱۳۶۳ھ میں تقریباً ایک ہی سال کا فاصلہ درمیان میں رہا۔ ایک سال کے تین سو ساٹھ دن کا عدد شامل کرکے خواجہ عزیز الحسن نماند مادہ تاریخ ہو جاتا ہے ۱۳۶۳ھ +

منظوماتِ تاریخیہ و غیر تاریخیہ

عربی، فارسی، اردو

بر وفات حسرت آیات مجدد الملۃ حکیم الامۃ قطب العالم

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ العزیز تھانوی

قطعہ تاریخ عربی از جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

شملُ الهدیٰ والدین عمّ شتاتُہٗ
دین و ہدایت کا شیرازہ بالکل پراگندہ ہو گیا
والدہرُ ساءَ وقلّت حسناتُہٗ
زمانہ بدحال ہو گیا اور اس کی نیکیاں بیخ و بن سے غائب ہو گئیں

اَفلتْ نجومُ للهدیٰ وشموسُہٗ
ہدایت کے آفتاب و کواکب غروب ہو گئے
والجہل شاعَ واَحدقت ظلماتہ
جہل عام اور اس کی تاریکیاں محیط ہو گئیں

لم یبق منہا الیوم الا رسمُہٗ
آج ان کے صرف مٹے سے نشان رہ گئے
دُرُس تدور محوہا نکباتہٗ
جن کے محو کرنے کے لئے حوادث کا دور ہو رہا ہے

والخطب طمّ ولا یزال کما ترٰی (قطعہ)
اور مصیبت اور بھی سخت ہو گئی اور جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو
تنعی الی آمد المدیٰ حسراتہٗ
ہمیشہ کے لئے اس کی حسرتیں باقی رہیں گی

بوفات اشرف عہدہٖ مجدد وقتہٖ
بسبب وفات اشرف زمانہ مجدد وقت کے
ظہرت علی افق العلی آیاتہٗ
جن کی کرامتیں افق مراتب عالیہ پر تاباں ہیں

لحمایۃ الدین القویم قیامُہٗ
جن کا مشغلہ دین مستقیم کی حمایت تھا
تشیید ارکان الہدیٰ مسعاتُہٗ
جن کی کوشش ارکان ہدایت کو مستحکم کرنا تھی

Marfat.com

فی ذروۃ الشرف الشریف محلہ — فی صفۃ الفقراء بعد بیاتہ

شرف عالی کے منتہا پر جن کا مقام تھا — اور اب تک جماعت فقراء میں جن کی شب گذاری تھی

فکر المعاد مقیلہ و مبیتہ — ذکر الالٰہ مساءہ وغداتہ

فکر معاد جن کا دن اور رات تھا — ذکر الٰہی جن کی شام و صبح تھی

آسفاً علی عہد الحبی وعہادہ — او ہل تعود لمدنف نسماتہ

افسوس ہے زمانہ حی اور اس کی بہار پر — اور کیا پھر بھی مریض عشق کے لئے وہ فیض عود کرینگے

اسفاً علی عہدی بحضرۃ اشرف — کہ میض برق انقضت ساعاتہ
شرفت بطیب کلامہ ساعاتہ

بارگاہ اشرفیہ کی مجلس پر افسوس ہے — جس کی گھڑیاں آپ کے پاکیزہ کلام سے معطر تھیں

لوکان قد رأت الدموع نغاثہ — تجدی لسال النفس لادمعاتہ

اگر کسی جانے والے پر آنسو بہانا — نتیجہ خیز ہوتا تو آنسو نہیں روح بہہ نکلتی

وکن الزمان تدیر فی ابنائہ — کاس المنایا والبلاء بناتہ
مفعول مقدم ۱۲

اور زمانہ کے حوادث ابنائے زمان میں — اسی طرح جام مرگ کا دور جاری رکھتے ہیں

لا ترکنن الی زہاہ وزہرہ — بشع المذاقۃ مرۃ ثمراتہ

تم زمانہ کی ظاہری رونق اور پھولوں کی طرف ہرگز التفات کرنا — اس کے ثمرات بڑے بدذائقہ اور تلخ ہیں

دمن الخبائث والاذی خضراتہ — مغشوشۃ مسمومۃ لذاتہ

اس کی سبزیاں خباثتوں اور نجاستوں کی کوڑیاں ہیں — اس کی لذتیں کھوٹی اور زہر آلود ہیں

ونعوا ابا شرف قیل کلا لم یمت — ہذی تلوح علی الزمان صفاتہ

لوگوں نے خبر وفات اشرف العلماء سنائی تو کہدیا گیا کہ نہیں وہ تو نہیں فوت ہوئے — ان کے کارنامے زمانہ پر نقش واضح ہیں

ما مات من ابقی الخلیفۃ بعدہ — روضا اریضا تجتنی ثمراتہ

وہ شخص مرتا نہیں جو اپنے بعد اپنی یادگار — ایک شاداب چمن چھوڑ جائے جس کے ثمرات کا فیض جاری ہے

ما مات من ابقی الخلائف بعدہ — تبقی بہم آثارہ وسماتہ

وہ شخص مرتا نہیں جو اپنے بعد اپنے ایسے قائم مقام چھوڑ جائے — جن کی وجہ سے اس کی صفات اور خصوصیات باقی رہتی ہیں

ف۱ مات الدہر حادثہ وہو فاعل تدبیر یعنی در کا عادۃ الزمان تدبیر حادثہ کاس المنایا بین بنی ابناء الزمان ۱۲

مامات من ابقی کالف مصنّف
وہ وفات نہیں کرتا جو قریب ایک ہزار کے تصانیف چھوڑے

تزھو علی افق العلی صفحاتہ
جن کے صفحات افق معالی پر روشن ہیں

فی الحی والقیوم قام مشمّرا
چونکہ حی وقیوم کے دین کی کوشش میں انہماک رہا ہے

خلدت الی خلد الزمان حیاتہ
تو بقائے زمانہ تک ان کی حیاۃ کا بقا ہے

۱۲۸۰ھ
کرم عظیم للالٰہ حیاتہ
حیات مبارک حق تعالٰی کا کرم عظیم تھا

فرغ المجدد عمرہ ووفاتہ
فرغ المجدد (یعنی مجدد فارغ ہو چکے) سے اُن کی عمر کا سال اور سال وفات معلوم ہوتا ہے
۱۳۶۲ھ

ولہ ایضاً

قفا نبک من ذکر الندی والعوارف
بقبر علوم فالتقی فالمعارف
میرے دوستو ٹھیرو کہ ہم رو لیں جود و سخاوت کی یاد میں۔ علوم و تقوی اور معارف کی قبر کے پاس

اُحِسُّ بطرف روضہ ریح یوسف
فدا لا تلیدی ثم ذلک طارفی
میں اُس کے باغ کے اطراف میں ایک یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔ جس پر میرے نئے پرانے سب سامان قربان ہیں

واشرف قبر ضم اعظم اشرف
مجدد دین اللہ ھل من مشارف
اور سب قبروں میں اشرف وہ قبر ہے جو حضرت اشرف کی نعش کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جو دین الٰہی کے مجدد تھے کیا کوئی انکا ہمسر ہے

ونادت بی الاشواق مھلا فھذہ
منازل من تھوی وروضۃ عارف
۱۳۶۲ھ
مجھے شوق نے آواز دی کہ ٹھیر جا یہی تیرے محبوب کا گھر ہے اور ایک عارف کا باغ ہے۔

قطعہ تاریخ عربی از مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی

ایطفی لوعتی دمع البکاء
کیا میری سوزش کو یہ اشکہائے گریہ بجھا سکتے ہیں

ایروی غلتی سکب الدماء
کیا میری پیاس کو یہ خونوں کی تراوش بجھا سکتی ہیں

ایکفی بعد شیخی ان تقولوا
کیا میرے شیخ کے بعد آپ لوگوں کا یہ کہنا کفایت کر سکتا ہے

عزاءً یا کئیب علی العزاء
کہ اے غمزدہ صبر کر، صبر کر

اسلو ساقیا ما زال یسقی
وتعریف مل قطع السقاء
کیا ہم ایسے ساقی سے سکون پا سکتے ہیں جس نے مسلسل سقایت کی ہو۔ اور کبھی اس سقایت سے اکتایا نہ ہو۔

(۱) [illegible] ۱۳۶۲ھ

Marfat.com

كانّ الربّ لم يخلقه إلّا
گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو فقط اسی لئے پیدا کیا تھا
وما هذا انسجام القطر إلّا
اور یہ بارش کا برسنا سوائے اس کے اور کیا ہے
رزيّة فقده عنّا رزايا
آپ کے نہ ہونے کی مصیبت تو بہت مصیبتوں کا مجموعہ ہے
فأين طبيب أرواح البرايا
کہاں ہیں وہ مخلوقات کی روحوں کے طبیب
وأين حكيم امّتنا فانّا
اور کہاں ہیں وہ ہمارے حکیم الامت کیونکہ
اذا ما شبهة وردت بقلب
جب کسی دل میں کوئی شبہ آتا تھا
تلفظ لنا نفثات عيسى
حضرت کا ہمسے ملفوظ فرمانا گویا دم عیسیٰ تھا
وقد كان التصوف في خمول
اور علم تصوف تو گمنامی میں تھا
حيارى لا نرى للشيخ مثلًا
اب ہم حیران ہیں نہ شیخ کا کوئی مثل دیکھتے ہیں
وكان العين من انسان فضل
آپ فضل وفیض کے انسان کی آنکھ تھے
اذا جازى الاله هداة قوم
جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے رہنماؤں کو جزا دینے لگیں
ولد ده امعرم حب امام
پیدائش ... اور زندگی میں امام العشاق

لسقي سقيمنا كاس الشفاء
کہ ہم ہی کے علیلوں کو جام شفا پلایا کریں
بكاءٌ في نواه من السماء
کہ ان کی جدائی میں آسمان رو رہا ہے
دهتنا فالدّهاء على الدّهاء
جو آفت بنکر آ پڑیں۔ تو اب تو آفت پر آفت ہے
فقد اعيى الأطبّة كلّ داء
کہ اب ہر مرض نے سب طبیبوں کو عاجز کر رکھا ہے
نرى فينا عيوب الاشقياء
ہم اپنے اندر شقیوں کے سے عیوب دیکھ رہے ہیں
فمنه دفاعها محض اللقاء
تو حضرت کی محض ملاقات اس کا دفعیہ تھی
ولحظ العين عين الكيمياء
اور گوشۂ چشم سے دیکھ لینا تو بس کیمیا ہی تھا
فاعطاه السناء مع الثناء
حضرت نے اس کو رفعت اور ثنا و شہرت عطا فرمادی
ولا لكلومنا بعض الدواء
نہ اپنے زخموں کی کوئی دوا
بل انسان العيون بلا امتراء
بلکہ بلاشبہ آنکھوں کی بھی پتلی تھے
جزى عنا له خيرا لجزاء
تو ہماری طرف سے حضرت کو بہترین جزا عطا فرمائیں
وذو الوصفين حين الانقضاء
اور وفات $\frac{۱۲}{۱۳۶۲}$ کے وقت دونوں وصفوں کے جامع

ھ: یعنی تاریخ ولادت حضرت (۱۲۸۰) ہے اور ... (۱۳۶۲ھ) ہے اور تاریخ وفات امام معظم (۱۳۶۲ھ) ہے

فَاِنْ سَاَلُوْكَ عَنْ عَامِ ارْتِحَالٍ

اگر تم سے لوگ سال رحلت عظیمہ پوچھیں

فَقُلْ لَارَیْبَ خَتْمُ الْاَوْلِیَاءِ

۱۳۶۲

تو کہہ دینا بیشک خاتم الاولیاء ہیں

نظم عربی از جناب مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی

(پروفیسر دینیات ڈھاکہ یونیورسٹی)

بکت عینی وزادنی العویل ۔۔۔ وَھَلْ بِدٌّ مِّنْ عَمِّ النفوس العلیل

میری آنکھ رو رہی ہے اور میرا گریہ بڑھ رہا ہے ۔۔۔ اور کیا اس کے آنسوؤں بجز کوئی چارہ ہے

لقد ضاق الفضاء بنا ومالت ۔۔۔ جبال الارض او کادت تزول

ہم پر عالم کی فضا تنگ ہوگئی اور زمین کے پہاڑ ۔۔۔ جھک پڑے قریب ہے کہ جگہ سے ہٹ جائیں

وَاَوْحَشَتِ الْبِلَادُ بِنَا وَاَمْسَتْ ۔۔۔ یَبَابًا مَا یُرٰی فِیْھَا خلیل

شہر ہمارے لئے وحشتناک ہو گئے اور ۔۔۔ ویرانہ بن گئے کہ کوئی دوست نظر نہیں آتا

واظلمت الدیار وما علیھا ۔۔۔ فھل لضیاءھا یوما سبیل؟

اور آبادیاں اور ان کے باشندے اندھیرے میں رہ گئے ۔۔۔ تو کیا کسی دن ان کی روشنی کا کوئی راستہ ہے

تصدعت القلوب بما دھاھا ۔۔۔ وحل الخطب واندھلت عقول

جو مصیبت واقع ہوئی اس سے دل شق ہوگئے ۔۔۔ اور مصیبت بھی زبردست آئی اور عقلیں ضبط ہوگئیں

وقُلّبت الامورُ غداۃ ولّٰی ۔۔۔ حکیم الامۃ الفذ الجلیل

سب حال منقلب ہوگئے جس صبح کو حضرت حکیم الامت ۔۔۔ علم و عرفاں کے بڑے پہاڑ انتقال کر گئے

مجدد مِلّۃِ الاسلام حقا ۔۔۔ فنعم دلیلنا ذاک الدلیل

آپ یقیناً ملت اسلام کے مجدد تھے ۔۔۔ اور ہمارے بہترین رہنما آپ ہی تھے

مفسر عصرہ من غیر خلف ۔۔۔ فقیہ الوقت لیس لہ عدیل

مفسر عصر تھے بلا اختلاف ۔۔۔ بے مثل فقیہ وقت تھے

Marfat.com

خبیر بالحدیث وکل علم

حدیث اور ہر علم پر نظر رکھنے والے تھے

تضلّع بالعلوم فکان فردًا

علوم سے لبریز تھے یکتائے عہد تھے

ولیٌّ زمانہ عدلٌ تقی

ولی زمانہ، عادل، تقوی شعار

رؤف راحم برٌّ کریم

مہربان، رحم دل، خیرخواہ، شریف النفس

لقد قطع الحبائل عن فئام

ان لوگوں سے شیطانی جال کاٹ ڈالے

یحض بنا علی طلب المعالی

ہم لوگوں کو تحصیل مراتب پر آمادہ فرماتے

له فینا صحائف معلمات

ہم میں ان کی کتابیں موجود ہیں جو ممتاز ہیں

اقر بفضله من قد راٰه

آپ کو جس نے بھی دیکھ لیا آپ کے فضل کا اعتراف کرے گا

یُعادی الله من عادی ولیا

جو اللہ کے ولی سے عداوت کرتا ہے اللہ اس سے عداوت کرتا ہے

وکاد القلب ان ینشق لما

اور دل شق ہونے لگا جب میں نے دیکھا

یبکیك السماء ونیّراها

آپ کو آسمان اور چاند سورج رو رہے ہیں

یبکیك البحار وما حوتها

آپ کو دریا اور جو کچھ اس میں ہے رو رہا ہے

وبالاسرار ینطق اذ یقول

اور اسرارِ الٰہیہ ظاہر فرماتے تھے جب کلام کرتے تھے

الیه کل مکرمة تؤول

کہ ہر بزرگی انہی کی طرف رجوع کرتی ہے

امام الدهر لیس له مثیل

امامِ وقت جن کی نظیر نہیں

وفی عنق الهوی سیف صقیل

اور بدعت کی گردن پر تیز تلوار

بوادی السالکین لهم نزول

جو سالکین کی وادیوں میں اترنے والے تھے

ویهدینا لما قال الرسول

اور ارشاداتِ نبویہ کی طرف ہدایت کرتے تھے

کثیر ثنائنا منا قلیل

جن کی بہت تعریف بھی کم ہے

ولم یکفر به الا الجهول

اور سوائے جاہل کوئی آپ کا منکر نہیں رہا

له وعدوه ابدا ذلیل

اور اللہ کا دشمن ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے

رأیتك فی التراب لك المقیل

کہ آپ کی آرامگاہ مٹی میں ہو گئی

وهذی الارض هامدة تمیل

اور یہ زمین جو جھک رہی ہے

وتبکیك الحزونة والسهول

اور سہل اور جبل رو رہے ہیں

Marfat.com

یبکیک البیوت وساکنوھا	وتبکیک المعالم والطلول
آپ کو گھر اور ان کے رہنے والے رو رہے ہیں	اور پہاڑ اور ٹیلے رو رہے ہیں
یبکیک العلوم ودارسوھا	ویبکیک الضوابط والاصول
آپ کو علوم اور ان کے پڑھنے والے رو رہے ہیں	اور ضوابط اور اصول رو رہے ہیں
یبکیک المنابر موحشات	وتبکیک المواعظ والقبول[۵]
آپ کو یہ وحشت ناک منبر رو رہے ہیں	وعظ اور ان کی قبولیت رو رہی ہے
یبکیک المدارس مظلمات	علیھا الیوم دائلۃ[عہ] تدول
آپ کو مدرسے جو تاریک ہو گئے اور ان پر آج انقلاب کی یورش ہے	رو رہے ہیں
یبکیک الطریق[سہ] وسالکوھا	ویبکیک التصوف والوصول
آپ کو طریقت اور سالکین رو رہے ہیں	تصوف اور وصول الی اللہ رو رہا ہے
یبکیک الحقائق والمعانی	وتبکیک الصحائف والنقول
آپ کو حقائق ومعانی	اور کتابیں ونقلیات رو رہے ہیں
یبکیک التہجد باللیالی	ومجلس یومک الحسن الجمیل
آپ کو راتوں کا تہجد	اور آپ کی حسین وجمیل مجلس رو رہی ہے
یبکیک الاقاصی والادانی	ویبکیک الاجانب والقبیل
آپ کو دور اور قریب کے لوگ	اور اجانب واقارب رو رہے ہیں
ویبکیک الزمان نفقد خیر[للعہ]	بفقدک ایھا البر الوصول
اے بزرگ واصل آپ کو زمانہ رو رہا ہے	کہ آپ کے جانے سے خیر عظیم جاتی رہی
فلا ننساک اشرف ما بقینا	وانک بین اعیننا تجول
لہذا اے اشرف زمانہ جب تک ہم زندہ ہیں	آپ کو نہ بھولیں گے اور آپ تو ہماری نگاہوں میں
تذکرنا ک اثار کرام	ترکت لنا وایام حجول
ہم کو آپ کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں یہ آثار کریمہ	جن کو آپ نے چھوڑا ہے اور یہ نورانی ایام

۵ ہی صفۃ القبول لہا ۱۲ منہ عہ الانقلاب ۱۲ منہ سہ طریق القوم ۱۲ للعہ التنکیر للتعظیم ۱۲ منہ +

Marfat.com

اذا نسی الانام حدیث قوم
فذکرک فی مجالسنا یطولُ

لوگ کسی قوم کی باتوں کو بھول جائیں تو بھول جائیں
آپ کا ذکر تو ہماری مجلسوں میں طویل رہے گا

الایا عینُ جودی و استهلی
بدمع بعد ذلک لا یسیلُ

اے آنکھ سخاوت کر اور وہ آنسو بہا
جو اس کے بعد کبھی نہ بہیں گے

فانی لن اصاب بمثل هذا
وان رحیلہ[1] لهو الرحیلُ

کیونکہ مجھ کو ایسی مصیبت کبھی پیش نہ آئے گی
اور کوچ درحقیقت اسی کا کوچ ہے

فدتہ نفوسنا لو کان یبقی
لکان لنا بہ ظل ظلیلُ

ان پر ہماری جانیں فدا ہوں اگر آپ زندہ رہتے
تو ہمارے لئے اُن کا یہ عجیب سایہ رہتا

لیهنئك سیدی فی کل یوم
سلام[2] اللہ والاجر الجزیلُ

اے ہمارے آقا آپ کو مبارک ہو روز
اللہ کا سلام اور اجر جزیل

وصلت الی[3] مقام شهود صدق
یحف بہ نعیم لا یزولُ

آپ حقیقی مقام شہود پر پہنچے
جس کو ابدی نعمتیں محیط ہیں

فانت لدی الالہ بخیر عیش
وانت لخیلنا[4] سلف رحیلُ

آپ اللہ تعالیٰ کے پاس عمدہ عیش میں ہیں
اور آپ ہماری جماعت کے مایۂ ناز فرد تھے

وما مات الذی احیا قلوبا[5]
بنور ما لہ ابدا افولُ

اور جس نے ہزاروں قلوب کو غیر فانی نوری حیات بخشی ہو
وہ وفات نہیں پاتا

بنفسی روضۃ فی ارض قدس
بها جدث لہ شرف نبیلُ

میری روح اس چمن پر فدا ہو جو پاک زمین میں ہے
جس میں شرف و بزرگی والی قبر شریف ہے

زیارتہ الحیاۃ لکل قلب
وتربتہ بها یشفی العلیلُ

کہ جس کی زیارت ہر قلب کی حیات ہے
جس کی مٹی مریض قلب کی شفا ہے

علیہ من المهیمن کل حین
اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر گھڑی رحم و کرم کی
شآبیب الکرامۃ والطلول
تراوشیں اور بارشیں نازل ہوں

[1] رحیل سے مراد فراق ہے ۱۲ منہ [2] اشارہ ہے قول باری تعالیٰ لہم فیہا فاکہۃ ولہم ما یدعون سلام قولا من رب رحیم ۱۲ منہ [3] اشارہ ہے قول الٰہی ... بعض صلحاء ۱۲ منہ [4] ای الجماعۃ ۱۲ منہ [5] التنکیر للتکثیر ۱۲ منہ

Marfat.com

نظم عربی از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

مدرس دار العلوم دیوبند

لقد قبضت روح العلیٰ والمکارم — بموت حکیم الهند اشرف عالم

آج حکیم الامۃ اشرف العلماء مولانا اشرف علی تھانوی — کی وفات سے معالی و مکارم کی روح قبض ہو گئی

وقد قبضت روح الفضائل والهدیٰ — بموت امام الهند راس الاکارم

اور فضائل و کمالات اور علوم ہدایت کی آج روح نکل گئی — ہندوستان کا دینی اور علمی امام اور پیشوا وفات پا گیا

تقی نقی عالم ای عالم — وموتہ واللہ موتۃ عالم

جو کہ متقی اور پاک وصاف اور کیا عجیب عالم تھا — خدا کی قسم ایسے ہی عالم کی موت عالم کی موت ہے

وکان جنید الوقت نعمان عصرہ — وفی البحث کالرازی عند التخاصم

تصوف میں جنید وقت تھا اور فقہ میں ابو حنیفہ عصر — اور بحث و تدقیق میں رازی دوراں تھا

وکان خطیبا مصقعا ای مصقع — مواعظہ مشهورۃ فی العوالم

اور واعظ اور خطیب بھی عجیب تھے — ان کے مواعظ تمام بلاد میں مشہور ہیں

لقد جمع العلمین ظهرا وبطنہ — لقد مرج البحرین منہ لشائم

علم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع تھے — مرج البحرین کی شان نمایاں تھی

وقد کان فی التفسیر آیۃ ربہ — همی علمہ مثل الحیا المتراکم

علم تفسیر میں خدا کی ایک نشانی تھے — بارش کی طرح علم برستا تھا (ای مثل المطر المتتابع القطر)

واحییٰ علوم الدین مدۃ عمرہ — وما خاف فی مولاہ لومۃ لائم

احیاء علوم دینیہ میں ساری عمر گذاری — اور خدا کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت

تصانیفہ سارت لشرق ومغرب — وقد بلغت الالف من مصنفہ

ان کی تصانیف مشرق اور مغرب میں سب جگہ پہنچیں — جنکی تعداد ایک ہزار تک پہنچی ہو گی یا ان تعداد منقبت میں کوئی انکا

وصنفها للہ یبغی بها الرضیٰ — وما باع تصنیفا لہ بالدراهم

اللہ کی خوشنودی کیلئے تصانیف کیں اور اپنی کسی تصنیف کو کبھی فروخت نہیں کیا نہ حق تصنیف لیا اور نہ انکی تجارت کی فقط آخرت کی تجارت مقصود

Marfat.com

بکت بلاد الهند حقا جمیعها   وقد بدلت اعراسها بالمآتم

آج تمام بلادِ ہند اس کو رو رہے ہیں اور درحقیقت اُس کی تمام مجالس شادی ماتم سے بدل گئیں

وحق علی الاسلام والعلم والتقی   لتفقد اثہ تذراف الدموع السواجم

اور اسلام اور علم اور تقوی سب پر حق ہے کہ وہ آپ کی وفات پر آنسو بہائیں

تزعزع بنیان الشریعۃ والتقی   وصار بناء الدین واھی الدعائم

آج شریعت اور تقوی کی بنیادیں ہل گئیں   اور دین کی عمارت کے ستون کمزور پڑ گئے

وقد مال طود الفضل من بعد مارسا   وقد غاض بحر العلم بعد التلاطم

آج فضل وکمال کا پہاڑ بعد استحکام کے ہل گیا   اور علم کا دریا ایک طویل تلاطم کے بعد دفعۃً زمین کی تہ میں

وقد کورت شمس المعارف والتقی   وقد غاب بدر العلم تحت الغمائم

علم اور تقوی کا آفتاب آج غروب ہو گیا   اور ماہتاب علم بادلوں کے نیچے جا چھپا

ومن لم یشاهد موت علم وحکمۃ   الا فلیشاهد عکس اعیر حالم

جس کسی نے علم اور حکمت کی موت کا مشاہدہ نہ کیا ہو   وہ اب کسی بیداری پر خواب نہیں علم وحکمت کی موت اس

فمن للفتاوی والمعارف بعده   وتلقین اذکار وایقاظ نائم

اب آپ کے بعد فتاوی اور علوم ومعارف اور تلقین اذکار کا کون ہے کہ جو سرپرست ہو اور کون ہے جو سوتوں ہوؤں کو جگا دے

فقدناکم من شاء بعدك فلیمت   فرزءك رزءٌ جلّ عن وهم واهم

ہم تیرے وجود سے محروم ہو گئے اب تیرے بعد جس کا جی چاہے مر جائے۔ تیری وفات کا حادثہ وہم وگمان سے بالا ہے

ولم یبق للعینین بعدك مدمعا   وصغّر لی کل الرزایا العظائم

آپ کی وفات نے کسی اور کے لئے   آنکھوں میں آنسوؤں کی گنجائش نہیں چھوڑی اور ہر بڑی مصیبت

فقدناك مثل الارض تفقد بلها   وکیف حیاۃ الارض من دون ساجم

ہم تیرے وجود سے ایسے ہی محروم ہو گئے جیسے زمین بارش سے محروم ہو جائے اور زمین بغیر بارش کے کیسے زندہ رہ سکتی ہے

کفانی حزنا ان تخلفت بعده   ابکّی مع الباکین مثل الحمائم

میرے غم کے لئے یہ کافی ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہا   اور رونے والوں کے ساتھ مثل کبوتروں کے روتا ہوں

عفاء علی الدنیا اذا غاب نورها   وغارت عیون العلم تحت التهائم

خاک ہے دنیا پر جب اس کا نور غائب ہو جائے   اور علم کے چشمے زمین میں اُتر جائیں

وفینا عزاء والملائک تنشد — علی الطائر المیمون یا خیر قادم

ادھر ہم میں تو تعزیتوں کا سلسلہ ہے — اور ادھر فرشتوں میں بزبانِ حال یہ پڑھا جا رہا ہے

علی الطائر المیمون یا خیر قادم — بخت مبارک پر آنے بہترین آنیوالے

وقد جدد الاحزان رزء وفاته — وجدد لی رسم الجروح الطواسم

آپ کے حادثۂ وفات نے تمام گذشتہ غموں کی تجدید کر دی اور میرا نے زخموں کو تازہ کر دیا

وذکرنی رزء الخلیل وانورٍ — ورزء عزیزٍ قائم اللیل صائم

اور مولانا خلیل احمد صاحبؒ اور مولانا انور شاہؒ — اور مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ کے صدموں کو پھر یاد دلا دیا

ولا غرو فی هذا فکان مجددًا — لملة خیر الناس من آل هاشم

اور اس میں کوئی تعجب نہیں آپ کا لقب ہی — مجدد الملۃ تھا، غموں کی بھی تجدید کر دی

کما جددت الاسلام بعد دروسہ

وجدد رسم الدین بعد دروسہ — وکان اماماً للوری لم یزاحم

جیسے دین کے نشانات کی مٹجانے کے بعد تجدید کی تھی — اور بلا اختلاف آپ لوگوں کے امام

فیا لمصاب قد اعاد مصائبا — رُزءنا بها فی عهدنا المتقادم

اللہ اکبر کیسی سخت مصیبت ہے جس نے تمام گزشتہ مصائب کو پھر دوبارہ واپس کر دیا

ولو قبل الموت الفداء لکنته — وعادت حیاة العلم عیشة ناعم

کاش اگر موت آپ کا فدیہ قبول کرتی تو میں ہی وہ فدیہ بن جاتا، تو پھر ایک بار علم کی زندگی لوٹ آتی

وایتمت اهل العلم یا علم الهدی — فمن ذا الذی ندعو لرغم المخاصم

اور آپ تمام اہل علم کو یتیم بنا گئے — تبلائیے اب کس کو پکاریں،

واورثتنا علمًا واورثتنا الرثی — وفی منهما حظ نصیب المقاسم

زندگی میں آپ نے ہم کو علم کا وارث بنایا اور مرتے وقت غم کا وارث بنایا اور اس ناچیز کو حسب مقدور دونوں سے حصہ ملا ہے

علیک سلام اللہ یا قبر اشرفٍ — ورحمتہ تتری کجود الغمائم

اے قبر اشرف تجھ پر اللہ کا سلام — اور بارش کی طرح مسلسل رحمتیں تجھ پر نازل ہوں

وبوّاک الرحمٰن خیر مبوّاءٍ — وارضاک رب العرش ارحم راحم

اور اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں بہترین ٹھکانا دے — اور اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائے

Marfat.com

واُهدِیك یانجم الهدیٰ احسن الدعا
اور میں بہترین دعا، اور سلام کا محبانہ ہدیہ

وتسلیم مشتاق الفؤاد وهائم
آپ کو پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ

جزاك الٰه العرش خیر جزائه
اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے

فقد کنت للاسلام احسن خادم
آپ اسلام کے بہترین خادم تھے

نظم عربی از مولوی سراج الحق صاحب مچھلی شہری
پروفیسر گورنمنٹ کالج الہ آباد

خلیلیّ هل تجری من العین ادمع
اے میرے دوستو کیا آنکھ سے آنسو بہے جا رہے ہیں

ام الدم ام روحی وقلبی المفجع
یا خون یا روح، یا غمزدہ دل

یقولون ما بال السراج فانه
لوگ کہتے ہیں سراج کو کیا ہوا کہ

ینوح ویبکی هائما یتوجع
نوحہ کرتا ہے، روتا ہے، حیران ہے، دردمند ہے

فقلت لهٗ خلوا سبیلی فاننی
میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو

مُصابٌ وما الا الی الله مفزع
میں مصیبت زدہ ہوں اور اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں

ائن مات هل یدری سوی الله خالد
اگر حضرت کی وفات ہوگئی تو کیا خدا کے سوا کوئی ہمیشہ رہتا ہے

الیس قضاء الله مالیس یدفع
کیا اللہ کا فیصلہ ہی وہ فیصلہ نہیں جو اٹل ہوتا ہے

جزعنا وما زال اللغوب یمسنا
ہم رو رہے ہیں ہم کو تعب ہو رہا ہے

فزعنا وندری انهٗ لیس ینفع
پریشان ہیں اور جانتے ہیں کہ ان امور سے کچھ فائدہ نہیں

بکینا ونبکی ما حیینا کصبیة
ہم روتے ہیں اور جب تک زندہ ہیں روئیں گے جیسے بچے

یموت ابوهم ما لهم عنه مضجع
کہ ان کا باپ مرجائے اور ان کا کوئی ٹھکانا نہ رہے

ففقدناك یا من لیتنی ما فقدته
ہم سے آپ جاتے رہے اے وہ کہ کاش آپ نہ جاتے

فمثلك فی الاحقاب لا یتوقع
کیونکہ آپ جیسے کی تو صدیوں میں امید نہیں

Marfat.com

ملاذی الکیدُ النفس قوی وانـنی
ضعیف افمن لی حین عنّی ترجعُ

اے میری پناہ گاہ نفس کے مکر بہت قوی ہیں
اور میں ضعیف، تو میرا کون کفیل ہوگا جب آپ تشریف لے گئے

وبعدك قد صرنا بوادی عمایة
نتیهٌ واسباب السماء ستقطعُ

اور آپ کے بعد ہم تو گمراہی کے گڑھے میں پہنچ گئے
حیران و پریشان ہیں اور وہ آسمانی اسباب منقطع ہو گئے

فجازك ربُّ الخلقِ عنّا بخیرها
یجازی به شیخا كذا التوقـعُ

رب المخلوق آپ کو ہماری طرف سے وہ بہترین جزا دے
جو کسی شیخ کو دے اور مجھے یہی امید ہے

وكنت امیر المسلمین تسوسهم
سیاسة حداس والتهور تمنـعُ

آپ امیر المسلمین تھے جوان کی قیادت
الفائے ہوش کے ساتھ فرماتے تھے، جوش سے روکتے تھے

اخذت من الفاروق فی الله شدة
ورثت علیا زهده یا سُمَیدَعُ

ای بزرگ آپ نے اپنے دادا حضرت فاروق اعظم سے شدۃ فی امر اللہ حاصل کی
اور نانا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زہد کی وراثت لی

تشرفت فینا خؤولة وعمومة
ونلت طریف المجد والمجد یرفعُ

آپ ننیال اور ددھیال دونوں کے اعتبار سے اشرف تھے
آپ نے بہترین بزرگی پائی اور یہ بزرگی ہی بلند ہے

وفقت علی الاقران علما وحكمة
فقالوا حكیمٌ عارفٌ متورّعُ

اور آپ علم و حکمت میں ہمعصروں سے فائق تھے اس لئے لوگ کہتے تھے، کہ آپ حکیم ہیں، عارف ہیں، صاحب ورع ہیں

اشد علی الشیطان من الف عابد
احب الی الرحمٰن للسنة اتبعُ

جو شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہیں
محبوب رحمٰن ہیں تابع سنتِ نبویہ ہیں

وفیٌّ وصدّیق امام مفسّرٌ
ولیٌّ ونسّیكٌ الی الخیر مسرعُ

وفا کیش، صدیق، امام، مفسّر
ولی، زاہد، خیر کی طرف جلدی جانے والے

سنیٌّ وفاروق وللعصر مفخرٌ
غنی وتارك وللخلق مرجعُ

رفیع المرتبہ، حق و باطل کے فارق، فخر عصر
صاحب استغنا، تارک دنیا، مرجع خلق

ادیب خطیب لوذعی حلاحل
حسیب، نسیب، باذل، متضرعُ

ادیب، واعظ، صاحب فراست، ذی وجاہت
شریف الطبع، عالی نسب، سخی، دریادل

حمید شهید، متق ومبجـل
فقیه لبیب، مقتدیٰ ثم اورعُ

محمود الخصال، صاحب مشاہدہ، تقوی شعار، عظیم المرتبت
فقیہ، زیرک، مقتدائے عالم، نہایت صاحب ورع

مجدد دین اللہ فی مئۃ ہجرت
اس صدی کے مجدد
وافضل اہل الارض طرا اوادرع
کل اہل ارض سے افضل متقی

کریم سعی للدین حامیۃ محسن
شریف النفس، ساعی دین، حامی ملت، محسن قوم
ومرشد اہل العلم للہ یخشع
مرشد علماء، صاحب خشوع و خضوع ہیں

لـ قد طوی اللہ الزمان فصنف
آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت میں برکت دی تھی
الصحائف نحو الالف واللہ موسع
کہ ایک ہزار کے قریب تصانیف فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بندوں کو

وقد جمع اللہ العوالم فی الذی
اور اللہ تعالیٰ نے سارے عالموں کو اس ایک شیٔ میں جمع فرمادیا تھا
فقدناہ وھو للمکارم منبع
جو اب ہم میں نہیں اور آپ ساری بھلائیوں کے منبع تھے

وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشا
اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں
واللہ ذو الفضل العظیم الموسع
اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کے مالک اور صاحب وسعت ہیں

وسیلتنا فی الیوم والغد فانتظر
اے ہمارے دنیا و آخرت میں وسیلۂ نجات ہم سب کا خیال فرمائیے
ولا ترض بالفردوس وحدک تقنع
اور فردوس میں تنہا قناعت فرماکر راضی نہ ہو جائیے

غداۃ غد نلقاک ان شاء ربنا
صبح قیامت انشاء اللہ ہم سب آپ سے ملاقات کریں گے
بذالک ندعوا وھو بالشمل یجمع
یہی ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ متفرقوں کو جمع فرمانے والا ہے

ایا اھل بدعات؛ فویل بفعلکم
اے اہل بدعات تمہارے افعال کو ہلاکت ہو
شتمتم ولیا وھو فی الدین مولع
تم نے ایک ایسے ولی کو برا کہا جو دین کا بالکل فریفتہ ہے

وما اللہ عما تعملون بغافل
اور اللہ تعالیٰ تمہاری حرکتوں سے غافل نہیں ہیں
ویعلم ما قلتم شنیعا ویسمع
اور تم نے جو کچھ برا کہا ہے وہ اسے جانتے اور سنتے ہیں

سراج تجلد واسئال اللہ رحمۃ
اے سراج صبر کر اور اللہ تعالیٰ سے انکی روح پر
علی روحہ واعمل عسی فیک یشفع
رحمت کی دعا کر اور نیک عمل کر تاکہ وہ تیری شفاعت فرمائیں

وصل وسلم یا ودود علی النبی
اے رب درود اپنے نبی اور ان کے اصحاب کرام
واصحابہ الغر ومن ھو یتبع
اور متبعین پر صلوۃ وسلام نازل فرما

قطعات تاریخیہ از حکیم محمد سمیع اللہ خاں صاحب لکھنوی

(ملقب بہ اشک عقیدت)

مصیبتوں سے کچھ ایسے ہوئے ہیں ہم آغوش | کہ سر کو ہوش نہ تن کا نہ تن کو سر کا ہوش
یہ کہہ رہا ہے پرستار بادہ عرفاں | کہ شمع انجمن میکشاں ہوئی خاموش

١٩ [illegible] ١٣

ولہ ایضاً

ہوگیا تاریک عالم وہ سموم غم چلی | آہ [illegible] کھلا گئی دل کی کلی
کس سے جا ہیں غمگساری کون ہو اب چارہ ساز | وائے دنیا میں نہیں ہیں آج شاہ شرف علی

١٣ ہجری [illegible]

ولہ ایضاً بہ صنعت [illegible]

کہ از مادہ تاریخ حروف منقوطہ را بہ شمار آرند [illegible] را ترک نمانند

عارف و سالک و فقیہ و امام | راشد و مرشد و عزیز انام
از مے کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَان | آہ [illegible] نوشیدہ جام
گفتم از بہر سال [illegible] منقوط | [illegible] اسلام

١٣ ہجری [illegible]

ولہ ایضاً بصنعت [illegible]

رفت سوئے جناں ز باغ جہاں | اے دریغا [illegible] اکمل
گفت ہاتف معمہ سالش | [illegible] نائب مرسل

١٣ [illegible]

ولہ ایضاً بصنعت تخرجہ

خوبی بخت نارسا ہم کو [illegible] | سوز دروں سے جل [illegible] مبتلا
حیف کہ بے سراج ہیں [illegible] | علم و ہنر عطا [illegible] صفا و لا

١٩

ولہ ایضاً بصنعت تخرجہ

مسلم خوابیدہ پہ تھے جس کے احسان تھا | آج محو خواب ہے [illegible] زیر مزار

Marfat.com

دہر کے دست جفا سے بے سروپا ہوگئے ۔۔۔ زہد ورشد وفضل وتقویٰ ہمت وفیض وعطا

۱۳ ۶۲

ولہ ایضاً بہ صنعت متحرک

کہ از مادہ تاریخ (مصرعہ چہارم) حروف متحرکہ را گرفتہ شمار کنند وسواکن را ترک کنند

جن پہ تکیہ تھا ہم غریبوں کا ۔۔۔ حیف وہ ہو گئے جدا ہم سے
متحرک میں ہے یہ سال وفات ۔۔۔ سینہ سوزاں ہے آتش غم سے

۱۹ ۴۳

ولہ ایضاً بہ صنعت ساکن

کہ ضد متحرک است یعنی از مادہ تاریخ حروف ساکنہ رابہ شمار آرند وحروف متحرکہ را ترک کنند

ای دریغا ظل آں مرد خدا رفت از سرم ۔۔۔ خون دل از دیدہ ریزاں جیب داماں میدرم
از حروف ساکنہ تاریخ آں کامل بخواں ۔۔۔ نیر رشد وہدایت مخزن لطف وکرم

۱۳ ۶۲

ولہ ایضاً بہ صنعت بینات

کہ از مادہ تاریخ حروف ملفوظی را نگیرند وحروف مکتوبی را ترک نمائند چوں حرف "ش" "ک" "ی" "ن"
را نگیرند انچہ در تلفظ می آید "شہ" کہ در کتابت نمی آید ترک شود وقس علی ذلک۔

شکوے لبوں پہ آتے ہیں ہم غم کا فسانہ نوک زباں ہے ۔۔۔ غوث مجدد عارف اکرم قطب زمانہ آج کہاں ہے
سوز دروں کو پوچھ نہ ہمدم چشم ہے پرنم سینہ پرغم ۔۔۔ خلق مجسم مصلح اعظم وائے ستم آنکہ ول نہاں ہے

۱۳ ۵ ۶۲

ولہ ایضاً بہ صنعت زبر وبینات

کہ از مادہ تاریخ حروف مکتوبی وملفوظی ہر دو را بہ شمار آرند چوں از حرف "ک" "ا" "ف" را جمع نمائند

دریغا کہ صدر دیوان دیں ۔۔۔ ز دنیا گذشت وبہ خانہ خفت
چناں ہاتفے در زبر بینہ ۔۔۔ لقد فاز فوزاً عظیماً بگفت

۱۹ ۴۳

ولہ ایضاً بہ صنعت زبر وبینات

شد ز دنیائے دنی قطب ولی ۔۔۔ مظہر آیات فاروق وعلی[1]
چوں نمودم فکر تاریخ وفات ۔۔۔ پس ز زبر وبینہ شد منجلی
از سر حزن ایں چنیں آمد ندا ۔۔۔ حیف مولانا شاہ اشرف علی

۱۵ ۲ ۴۳

[1] ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ حضرت دبدبۂ فاروقی وولایت علی کے مظہر ہیں لیکن اس میں ایک لطیف اشارہ ہے آنحضرت کے نسب مبارک کی طرف کہ آپ فاروقی تھے اور ننہالی علوی۔

Marfat.com

وَلَہٗ ایضاً بہ صنعت ہم صوری وہم معنوی

یعنی مادہ تاریخ لفظاً دال است بر سنہ ہجری وچوں بقاعدہ زبر و بینات شمار کنند سنہ عیسوی بر می آید

بخفت زیر زمیں آں حکیم امت حیف
که فخر عالم و رشک جنید و شبلی بود

بہ زبر و بینہ گفتم چوں بزم بیدل شد
ہزار و سہ صد و ہم شصت و دو ز ہجری بود

۶۲ — ۱۳
۱۹ — ۴۳

قطعہ تاریخ از مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی

آں اشرف اشرفانِ دوراں
اعلیٰ ز اعاظم و اعالی

آں ساقیٔ بادۂ عرفاں
آں قاسم خیر لایزالی

آں رحمت و رافت الٰہی
آں شاہ مکارم و معالی

آں مظہر خاص ہر تجلی
از نوع جمالی و جلالی

آں کُنہ کمال و کنہ وصفش
بالا ز تصوّر خیالی

یک لحظۂ چشم نیم وایش
داروئے مریض بیکمالی

ہر حرف کہ از لبش چکیدہ
مرہم بہ ریش خستہ حالی

دربارگہش بفیض تاثیر
خالی ہمہ گفتگوئے قالی

در بزم جہانیاں ہمہ وقت
وز جملہ خلق لاابالی

محروم ز درگہش ندیدم
مقسوم گرفت ہر سوالی

از عالمیاں نہفت چوں رخ
کر واست جہاں ز ورخ خالی

یارب بجمیل ہم عطا کن
تا بے ز تجلی جمالی

تاریخ اگر کسے بپرسد
گو رحلت اشرف الاعالی

۶۲ (۵) ۱۳

قطعہ تاریخ از مولوی سعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

من جانب مولوی شبیر علی صاحب برادر زادہ حضرت مولانا

چوں ز دنیا رفت آں عم محترم | شاہ اشرف و لقب سر طریق
گفتمش از بہر تاریخ وفات | دفن شد زیر زمیں عم شفیق

١٣ ٦٢

قطعہ تاریخ از قاضی محمد اکرم صاحب تھانوی پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال

حکیم امت حبر الانامے | طبیب مصلح دنیا و دینے
جہان شرع را ماہ منیرے | زمین ورع را ماہ مبینے
بذیل اولیا سلک گہر ہائے | ببزم اتقیا بالا نشینے
چو کار خود بانجامے رسانید | نمودہ قصد فردوس برینے
سپہر از غمش بشکستہ و جملہ حیران | کہ گنجے شد آسمانے در زمینے

اکرم گفت سال رحلت او
وفات پاک شمس العارفینے

١٣ ٦٢

ولہ ایضاً

اے تو شہر یکسال من باتلاذی رنج و غم | مہرت از من حزیں بذ اشرف و وصال او
نہ پرسش تو بہ محل از گفتگوے من بجا | جو لطف حق از رشش جہت دہد نشان سال او

٢٢٧
١٣٦٢

قطعہ تاریخ از دیوان منظور احسن صاحب تھانوی

آہ واویلا دریغا حسرتا | در خسوف افتادہ ماہ کاملین
رہ نمائے جادۂ ہیمایان حق | سالک راہ شریعت خضر دیں
شمع بزم نور را زیب انجمن | مشعل طور ہدایت بالیقین

آں حکیمِ اُمّتِ خیر الانام — شانِ ملّت حامیِ دینِ متیں
عارفِ حق حضرت اشرف علی — آفتابِ روشن و ماہِ مبیں
رفت بازُ رشد و ہدایت در حجاب — افتخارِ کائناتِ آن و ایں
رونقِ کاشانۂ امدادیہ — اقتدارِ اولین و آخریں
حاجیٔ امداد اللہ را نشاں — خاتمِ نورِ محمد را نگیں
کارسازِ خانقاہِ مرشدی — یادگارِ شیخ و سجادہ نشیں
شاہبازِ اوج پروازِ فلک — نیّرِ رخشندۂ چرخِ بریں
مادرِ گیتی نہ زائد عالمے — با شریعت در حقیقت اینچنیں
رخت ہستی در نوردہ شد رواں — زیں خرابہ جانبِ خلدِ بریں
در جہاں از رفتنش غوغا فتاد — ماتمی شد آسمان و ہم زمیں
آں چراغِ نور چوں گشتہ خموش — یکجہانے شد ازاں ظلمت گزیں
جسمِ خاکی را سپردہ زیرِ خاک — روحِ پاکش رفت بر عرشِ بریں
گشتہ شد مدفون و از غم بر نہاد — زخم بر قلبِ ہزاراں مُسلمیں
برگزیدہ ذاتِ اقدس بود آں — رفت از دنیا و شد جنت مکیں
جانِ پاکش از صفِ مردانِ حق — روحِ پاکش از گروہِ واصلیں
وائے اے سلطان زہد و اتقا — حیف ای سرکردۂ اہلِ یقیں
مثلِ تو خواہیم فرما از کجا — مثلِ تو یابیم فرما از چنیں
از کجا جوئیم فرما علم و فضل — از کجا آریم خضرِ راہِ دیں
از کجا می باشد ایں حلم و وقار — جز شما اے تاجدارِ عارفیں
بر سریرِ ہفت کشور جا گرفت — از فیوضِ علم و از ابلاغِ دیں
از کلامِ حق نوائے حق پژوہ — بہرہ ور بودند گوشِ سامعیں
در مشامِ قدسیاں اکثر رسید — نکہتِ فیضت بافلاکِ بریں
جنت الماوی بود آرام گاہ — از جنابِ پاک ربّ العٰلمیں

رفت از دنیا سراج اولیاء — تاجدار حال و صدر سابقیں
در غم او خاک بر سر ریختہ — شد جہاں اندر جہاں اندوہ گیں
عالمے تاریک شد از رحلتش — ماتمے افتاد در دنیائے دیں
گیتی اسلام شد سینہ فگار — آہ بر لب نالہ در جان حزیں
چشم پرنم خوں بدل شد خلقتے — آں ودیعت را نہفتم در زمیں
مرقد والا پُر از انوار باد — از طفیل رحمۃ للعالمیں
رحم کن اے نقش بند کاف و نون — بر عزیز و اقربا و خادمیں
ملہم غیبی مرا تلقین کرد — مصرعۂ سال وفاتش ایں چنیں
غم مخور احسن پئے سال وفات — فکر تر دارد زما ہاتف ہمیں

دست بردار و دعائے کن ز دل
جا دہد خالق بفردوس بریں
۱۳ ۶۲

قطعہ تاریخ از جناب عزیز الدین صاحب عظامی

۵
در د احکیم اُمّت مرحوم شہ اشرف علی — آں ساقی میخانۂ عقل آفریں من عرف
بربست محمل زیں جہاں رفت و بباغ جناں — از گوہر جانِ خویش پرداختہ تن را صدف
ہاتف بگوشِ من عظامی گفت تاریخے بگو — زیں واقعہ کز وے بلاہا آمدستی بستہ صف

گفتم کہ از دست اجل چوں سر و پا شد ہمیں
حلم و حیا لطف و عطا ارشاد ہدیٰ فضل و ہنر
۲۰۰+۸۰۰+۴۰+۳۰۰ +۹+۹+۱۰+۳۰

۱۳ ہجری ۶۲

ولہ ایضاً

ندانم آہ در آفاق ایں چہ صبح دمید — کہ ہست شور قیامت ز ذرہ ذرہ پدید
ندانم از چہ شفق غرق شد بموجۂ خوں — ندانم از چہ سحر جامہ تار تار درید
چہ شد کہ چنبر افلاک حلقہ حلقہ گسست — چہ شد کزو ہمہ گہوارۂ زمیں لرزید

Marfat.com

کدام گل شده تاراج از جفائے خزاں
که خار غم به رگ جان ما هزار خلید

زمانه آه نوردید فرش عیش و طرب
فلک لباس خودش را به خم نیل کشید

فغان اہل زمیں شد بلند تا کیواں
ز چشم ماه و ستاره چو خون ناب چکید

چه گویمت که چه پیش آمده ست عالم را
کراست طاقت گفتن کراست تاب شنید

بباغ حضرت امداد تند باد اجل
چناں وزید عطامی که پیش زیں نوزید

ز فوت حضرت اشرف که نیست ثانی او
چه گویمت بخدائے بجان ما چه رسید

ز دلگدازی ایں واقعه مپرس کہ ایں
بجاں گدازی محشر چه خط نسخ کشید

گسیخت صبر عناں و شکیب رم کرده
دلم ز دیده خونبار قطره قطره چکید

کدام حضرت اشرف مگر نمیدانی؟
حکیم امت مرحوم از قریب و بعید

زمیں بسر زده خاکے بسوگواری دے
فلک بماتم آں پیرہن بجسم درید

کلاه زد بزمیں آفتاب زیں ماتم
زگریه دیده انجم سپید گشت سپید

شکست کاکل سنبل خجست چہره گل
گرفته شد دل غنچه ازیں غمے که رسید

چناں فقیه و محدث چناں مجدد وقت
ندیده است کسے و کسے نخواہد دید

جنید وقت اگر گویمش مبالغه نیست
ہم است راست اگر خوانمش شبلی فرید

خلاف سنت خیر البشر به عمر گہے
بسہو ہم عملے زو نیامده است پدید

زپا نگاه علومش چه گویمت که حدش
کسے ندیده و نے ہیچ کس تو اند دید

ز پا فگنده عمارات شرک و بدعت را
بنای شوکت غرّا از و بماه رسید

بحق است مرحوم آں مسیحا بود
که از دمے به تن مرده کالبش روح دمید

سزد نه نوحه عطامی بزندگاں خاموش
که ہست نزد خرد کار تو ز عقل بعید

تراز حضرت اشرف که گفت مرد که او
شہید گشت و شہید است زنده جاوید

بیا وصال وصالش شنو ز من که منم
الف کشیده بگفتم شہید گشته شہید

آ

۱۳۶۳ - ۱ = ۱۳۶۲ھ

Marfat.com

قطعہ تاریخ از جناب فضل کریم صاحب

دریغ حضرت اشرف علی ولی نقی ۔ کہ بود چہرہ پاکش زنور حق چوں ورد

سفر گزید ازیں وا رسوئے جنت رفت ۔ بشوق وصل خدا کرده دل ز دنیا سرد

ندا ز فضل کریم آمده ز سال وفات

حکیم امت احمد مکاں بجنت کرد

۱۳ ھ ۶۲

فرد تاریخی از جناب محمد غوث صاحب شیخوپورہ (پنجاب)

اے ہمائے عزت و اقبال و جاہ

آشیانت گلشن قدس آکہ

۱۳ ھ ۶۲

نظم از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

من خستہ دریں محفل مثال شمع سوزانم ۔ کہ جاں آب رواں گشتہ ہمی ریزد ز مژگانم

بروای بوئے گل عشوہ گری با دیگراں فرما ۔ کہ من بیزارم از جان و دل افگار و پریشانم

ندل می خیزد و بر دل ہمی ریزد سحاب غم ۔ دمید از اندرون کشتی من موج طوفانم

ندارم ذوق با صحرا گزینی صورت مجنوں ۔ کہ از فیض جنوں کاشانہ ام آمد بیابانم

فضائے گلشن و ابر و بہار و مطرب و مینا ۔ ہمہ شد بعد آں ساقی بہوش دشمن جانم

مبر نام گل و گلزار و ذکر جام و مے بگذار ۔ کہ ہست اینہا ہمہ گلدستہ یک طاق نسیانم

مپرس افسانۂ ما و حدیث درد ما مشنو ۔ کہ ای چارہ گر بیمار ناتوانی و نتوانم

حکیم امت و سطے سراج ملت بیضا ۔ امامے حجت کبریٰ پناه دین و ایمانم

امام فقہ و تفسیر و حدیث و معرفت بنگر ۔ عیاں بر صفحۂ ہستی فیوض شاہ شاہانم

جنید دہر و شیبانی عصر و حبر و قتش خواں ۔ کہ شد تجدید جملہ شعبہائے دین ز سلطانم

فغاں از دست بیداد زماں کان جان عالم را ۔ نمی بینم نمی یابم بسے جویا و حیرانم

حکیم امم رفت و من وارفتہ حیرانم ۔ کہ نتواں پیشِ کس بُردن چنیں حالِ پریشانم
مریضم مبتلائے دل کجا جویم دوائے دِل ۔ کجا یابم شفائے دل زعلتہائے پنہانم
کجا آں شمعِ ہر محفل کجا آں رہبرِ منزل ۔ کجا آں حلِّ ہر مشکل برائے فکرِ حیرانم
کجا آں اشرفِ عیسیٰ نفس خضرِ طریق ابدل ۔ کجا آں سایۂ رحمت سحاب گوہر افشانم
مریضِ مبتلا اکنوں کجا یابد دوائے دل ۔ کجا گیرد قرارِ قلب مضطر چشم گریانم
من تنگ آمدہ از رزم و بزم دشمن و یاراں ۔ کجا باشم کجا میرم کرا بینم کرا خوانم
نہ با بزمِ طرب شوقے نہ با احباب خود ذوقے ۔ نہ در صحرا گذر دارم نہ گنجائش بعمرانم
غمش ہم غیرتے دارد ز دستِ چارہ گر شاکی ۔ نہ شد منت پذیرِ بخیہ سازاں چاکِ ابانم
بحمد اللہ غبار کوئے جاناں است در چشم من ۔ چہ آید در نظر ای ہمنشیں کحل صفاہانم
بیاد اروئے ہر درد ست و حل جملہ مشکلہا ۔ بامدادِ الٰہی روئے نورانی جانانم
دلے دارم جواہرخانہ عشق است تحویلش ۔ غلامیِ درِ اشرف چو گشتہ میر سامانم
دریں درد و الم با صد ہزاراں غم بحمد اللہ ۔ زفیض او صبائے ہست کز حالست پر سالم
ہنوز آں ابرِ رحمت در فشاں بر من چنانچہ ہم ۔ فغاں از ہمتہ فریاد از تنگی دامانم
تعجب چیست از ترتیب در شعرم نمی بینی ۔ پریشان است سلکِ نظم چوں حالِ پریشانم

بخواں اے ابنِ یاسین سالِ وصل از سورہ یٰسٓ
سلام حضرت رب رحیم از قلب قرآنم

نظم از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدرس دار العلوم دیوبند

بشنو از نے چوں حکایت می کند ۔ و ز جدائیہا شکایت می کند
روحِ عرفاں و معارف قبض شد ۔ روحِ اسرار و تصوف قبض شد
علم رفت و نورِ ایمانی نماند ۔ زہد رفت و دعا ربانی نماند
آفتابِ علم و حکمت شد غروب ۔ نکتہا و رمزہا شد در غیوب
آں جنیدِ وقت شبلی زماں ۔ کرد رحلت سوئے فردوسِ جناں

رفت ثانی مولوی معنوی | مولوی اشرف علی تھانوی

در شریعت بود ما را مقتدیٰ | در طریقت بود او نجم الہدیٰ

آنکہ تصنیفش گذشت از یک ہزار | رفت در آفاق وامصار و دیار

رہنما لیم چوں شدی از من جدا | بے نوایم گرچہ دارم صد نوا

سینہ سینہ شرحہ شرحہ از فراق | من چہ گویم شرح درد اشتیاق

درسہا گیریم ما از وعظ تو | گرچہ مردی می نمیرد فیض تو

سید ہر تفسیر و درس قرآں | در مدارس در مساجد بیگماں

علم تو شمع است در راہ سلوک | شافی و وافی و حلال شکوک

رفت علمت در دیار و کو بکو | آفریں صد آفریں بر جان تو

اے حکیم امت خیر البشر | بے رفیقاں شد نشاید ایں سفر

سرو سیمینا بصحرا مے روی | سخت بے مہری کہ بے ما مے روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو | تو کجا بہر تماشا مے روی

اے خدائے مالک جود و کرم | رحم فرما بر روانش دم بدم

اے خدائے پاک رب لم یزل | از تو می خواہیم توفیق عمل

استقامت بر طریق مصطفیٰ | مشرب ارباب اخلاص و وفا

تا کجے ایں ابتلا لطفت بنہ | از شراب عشق خود جامے بدہ

تا روم شادان و فرحاں از جہاں | شائق دیدار دارائے جہاں

عاشقانہ والہانہ مے روم | طائرانہ سوئے مولیٰ مے پرم

انت مقصودی الیک وجہتی | انت محبوبی الیک رحلتی

وقت رفتن من بخوانم ایں سبق
لا الٰہ لا الٰہ غیر حق

Marfat.com

نظم از جناب محمد غوث صاحب شیخوپورہ (پنجاب)

بہ ہر بہار گل از زیر گل بر آرد سر | گلے برفت کہ ناید بصد بہار دگر
گلے برفت کز امروز تا بدامن حشر | گلاب اوست کہ جاری بود ز دیدۂ تر
برفت از صدف خاک گوہرے بیروں | کہ خلق را صدف دیدہ گشت پُر گوہر
شبیہ شمس و قمر بود در ہدایت خلق | چو او بمرد نگفتی بمرد شمس و قمر
مدار عقل و ہنر بود در فصاحت و نطق | چو او بمرد بگفتی بمرد عقل و ہنر
گماں برم کہ جہاں را خدا عقوبت کرد | چرا کہ ہجر وے از ہر عقوبت است بتر
بباغ خلد خرامید و از شمائل خویش | بباغِ خلد بیفزود باغ خلد دگر

ز رفتن تو اگر رفتگان خوشند چہ سود
کہ ماندگان ترا ماند داغہا بجگر

نظم تاریخی از جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب خلیفہ حضرت والا رح

ہو گئے ہم سے آہ رخصت آہ | شاہ اشرف علی حق آگاہ
روح مجروح ہے تو دل بسمل | کس قدر ہے یہ حادثہ جانکاہ
آپ ہی تو حکیم الامت تھے | اب کہیں کس سے جا کے حالِ تباہ
جس کو سمجھے تھے دائمی دولت | ہائے وہ ہم سے چھن گئی ناگاہ
قدر نعمت ہوئی ہے بعد زوال | مرتبے سے ہوئے ہم اب آگاہ
باتیں سننے کو اب ترستے ہیں کان | روئے انور کو ڈھونڈھتی ہے نگاہ
چین پاتے نہ تھے جو بے دیکھے | کیسے اب وہ جئیں گے اے اللہ
دل میں ہے سیکڑوں کے یہ حسرت | کیوں ہمیں بھی نہ لے گئے ہمراہ
قطب الارشاد تھے مجدد تھے | بات بات آپ کی ہے اس پہ گواہ
رہنماؤں کے بھی تھے راہنما | قبلہ گاہوں کے بھی تھے قبلہ گاہ

Marfat.com

تھے مکمل طبیب روحانی — تھے سب امراضِ نفس سے آگاہ
نہ چھپا حالِ دل خفی سے خفی — تھے وہ باریک بین و تیز نگاہ
عامی و عالم و ضعیف و قوی — سب کو جو سہل تھی خدا کی راہ
اس کو بھی کر دیا تھا پیروں نے — کتنا مشکل ارے معاذ اللہ
آپ نے دیں سہولتیں ساری — ہاں پھٹکنے دیا نہ نزدِ گناہ
کر دیں حل ساری مشکلاتِ طریق — کر دئے دور سب موانعِ راہ
قلزموں کو بھی کر دیا پایاب — اور کوہوں کو کر دکھایا کاہ
تحتِ امکان ہر بشر کر دی — باریابیِ بارگاہِ الٰہ
ناامید اس کو بھی نہ لوٹایا — کوئی کیسا ہی آیا نامہ سیاہ
غرض اچھا بُرا امیر و فقیر — جو بھی پہنچا ہوا وہ حق آگاہ
ایک دنیا کو کر دیا ذاکر — چار سُو ہے صدائے اِلّا اللہ
تھے بافراط مال و جاہ مگر — پاس پھٹکی نہ حبِّ مال و جاہ
یوں رہے اس سرائے فانی میں — جیسے منزل کرے کوئی سرِ راہ
منّتِ خلق سے تھے مستغنی — کی جو خدمت وہ حسبۃً لِلّٰہ
شانِ تفویض واہ کیا کہنا — سب سپردِ خدا سپید و سیاہ
باہمہ بھی تھے بے ہمہ بھی تھے — کیا عجب شان آپ کی تھی واہ
ایسی تفرید سے ہو واقف کون — ایسی تجرید سے ہو کون آگاہ
فطرت اتنی سلیم تھی کہ ہوئی — بات کوئی نہ بے محل بے گاہ
دوستی کی تو کی خدا کے لئے — دشمنی کی تو وہ بھی کی لِلّٰہ
ہر محل پر مناسب اُس کے تھا رنگ — گاہ تو کچھ تھے اور کچھ تھے گاہ
دل کشی وہ خدا نے بخشی تھی — قلب کھنچتے تھے سب کے خواہ مخواہ
ہیبتِ حق کا کیا کہوں عالم — فقر میں تھے بہ ہیبتِ صد شاہ
سرنگوں تھے بڑے بڑے سرکش — دم بخود تھے بڑے بڑے ذی جاہ

Marfat.com

تھا نہ سامانِ رعب پھر بھی تھا رعب — تھے عجب شاہ بے سریر و کلاہ
اہلِ باطل کی کچھ نہ چلتی تھی — اہلِ حق کے تھے آپ پشت و پناہ
نہ پھرے حق سے گو زمانہ نے — کروٹیں لیں ہزار شام و پگاہ
زور مارے بہت حریفوں نے — سب پہ غالب رہے بعون اللہ
مرکزِ حق سے عمر بھر نہ ہٹے — واہ کیسی تھی استقامت واہ
رات دن دین ہی کی بس دھن تھی — شغل بس ایک ہی تھا شام و پگاہ
استقامت جو ہو تو ایسی ہو — کوئی آساں ہے عمر بھر کا نباہ
ایں سعادت بزور بازو نیست — یہ عطا ہوتی ہے بفضلِ الٰہ
نزع میں بھی تھا اہتمام حقوق — موت کیا ہے یہ بس فنا فی اللہ
سرِ میت کوئی ہوا نالاں — کوئی رویا کسی نے کھینچی آہ
بولا میں چوم کر جبینِ نیاز — واہ وا مرحبا جزاک اللہ
اس کو کہتے ہیں پختہ کاریٔ دیں — ایسے ہوتے ہیں شیر مردِ الٰہ
علمِ دیں کا تھا مشغلہ شب و روز — اہتمامِ عمل تھا شام و بگاہ
تھے شریعت کے آپ مہرِ منیر — تھے طریقت کے آپ مشعلِ راہ
چھا رہی ہے جہاں میں تاریکی — جس طرف دیکھئے اُٹھا کے نگاہ
آپ سے روشنی قلوب میں تھی — اہلِ دل پاتے ہیں دل اپنے سیاہ

کہیے یہ احسان نے کہا مجذوب
بجھ گیا ہے چراغ اہلُ اللہ
۱۳ ۶۲

ولہ ایضاً

یہ رحلت ہے کس آفتابِ ہدیٰ کی — یہ ہر سمت ظلمت ہے کیوں کس بلا کی
یہ کس قطب الارشاد نے منہ چھپایا — کہ دنیا ہے تاریک صدق و صفا کی
اُٹھا کون عالم سے محبوبِ عالم — صدا کیوں ہے ہر سمت آہ و بکا کی
یہ کس کا ہے سوگ آج گھر گھر جہاں میں — احبا کی قید اور نہ قید اقربا کی

یہ رہ رہ کے اُف کس کی یاد آ رہی ہے
یہ کیوں دل میں ٹیسیں ہیں دُوری اس بلا کی

کلیجے ہیں کیوں آج شق اہلِ دل کے
جدائی ہے یہ آج کس دلربا کی

یہ کس نے جہاں سے گذر کر جہاں میں
قیامت سے پہلے قیامت بپا کی

یہ دنیائے دیں میں ہے کیوں آج ہلچل
ہوئی ہے وفات آج کس رہنما کی

بھٹکتے جو پھرتے ہیں افرادِ اُمّت
ضرورت ہے امت کو کس مقتدا کی

یہ بحرِ حوادث میں کشتیِ مُسلم
طلبگار ہے آج کس ناخدا کی

یہ کس خضر نے آج لی راہِ جنّت
یہ سالک ہیں کیوں نارسائی کِشا کی

طلب آج ہے طالبانِ خدا کو
بصد حسرت و یاس کس باخدا کی

بقا کے ہیں آثار اہلِ فنا میں
ضرورت ہے پھر کس کے درسِ فنا کی

بیاں آج ہے کس کے کس کس شرف کا
ثنا آج ہے کس کی کس کس ادا کی

صدا ہے یہ کیوں اللہ اللہ کی ہر سُو
ندا ہے یہ کیوں مرحبا مرحبا کی

کسے کہتے ہیں سب کہ تھے سب سے اشرف
قسم ہے خدا کی قسم ہے خدا کی

یہ گذرا ہے کون ایسا رہبر جہاں سے
کہ تقلید ہے جس کے ہر نقشِ پا کی

کہاں ہے کہاں آج وہ ذاتِ اشرف
نیابت ملی جس کو خیر الوریٰ کی

کہاں ہے جو تھا اس صدی کا مجدّد
ہوئی جس سے تجدید دینِ خدا کی

وہ فخرِ حکیمانِ امت کہاں ہے
تسلّی جو کرتا تھا ہر مُبتلا کی

مریضانِ اُمت کو یاد آ رہی ہیں
شفا بخشیاں کس کے دستِ شفا کی

یہ مثلِ صدف چشم جوہر شناساں
تلاشی ہے کس گوہرِ بے بہا کی

مفسّر، محدث، مربی، مدرّس
کسے آج حسرت نہیں انتہا کی

معارف، حقائق، معانی، دقائق
تلاش ان کو ہے کس کے ذہنِ رسا کی

یہ خود پارسائی کو بھی جستجو ہے
بصد رنج و غم آج کس پارسا کی

تکلف سے گھبرا کے سادہ بزرگی
طلب میں ہے کس بے عبا بے قبا کی

اجابت درِ حق پہ ٹھٹکی کھڑی ہے
یہ ہے منتظر کس کے دستِ دعا کی

ہے طالب کرم کس کے دستِ کرم کا — سہے جویاں عطا کس کے دستِ عطا کی
یہ پہلو سے رخصت ہوا کون دلبر — جفا بھی تھی جس کی حقیقت وفا کی
یہ رُخ کس مسیحا نے مجذوب پھیرا — جو ہے غیر حالت دلِ مبتلا کی
یہ برسات کا بھی مزا کس نے کھویا — گھٹا کی خبر کچھ نہ بادِ صبا کی
یہ کس جانِ عالم کا ہے وقتِ آخر — کہ حالت دگر گوں ہے ارض و سما کی
یہ حیرت میں ہے کیوں فرشتہ اجل کا — یہ نوری سے بھی بڑھ گیا کون خاکی
ہوا آج مُخلد آشیاں کون طوطی — اجل نے یہ کس کی زباں بے صدا کی
بنی حیرتِ گوشش باغِ جہاں میں — نوا آج کس بلبلِ خوشنوا کی
ہوئی بند وہ چشمِ بیمار کس کی — دوا تھی جو ہر علتِ لادوا کی
رکیں کس مسیحا نفس کی وہ سانسیں — صفت جن کے اندر تھی آبِ بقا کی
یہ مر کر بھی ہے کون زندہ جہاں میں — یہ جاں کس نے کس جانِ جاں پر فدا کی
فیض آج بھی اہلِ دل پا رہے ہیں — یہ کس کی فنا بھی ہے مظہر بقا کی
سوادِ عدم سے بھی جو پھوٹ نکلی — یہ کس روحِ انور کی ہے تابناکی
یہ کس جسمِ اطہر کا ہے غسلِ میت — کہ خود پاک تر ہوگئی آج پاکی
کفن پوش کون آج فانی حق ہے — کہ دل کو نہیں اب تمنا بقا کی
یہ عشاق سے پردہ فرمایا کس نے — یہ اُف اوڑھ لی کس نے چادر فنا کی
ہوئی کیا وہ صورت کہ جب اسکو دیکھا — تو غافل کو بھی یاد آئی خدا کی
ملائک نے بھی آسماں سے اتر کر — یہ کس کی نمازِ جنازہ ادا کی
یہ اس دھوم سے کس کا نکلا جنازہ — یہ کیوں ٹوٹی پڑتی ہے خلقت خدا کی
فرشتے بچھاتے ہیں پر حور آنکھیں — یہ میت اٹھی کس شہیدِ وفا کی
اُترنے کو ہے کس کا لاشہ لحد میں — جو آغوش کھولے ہے رحمت خدا کی
جو عرشِ معلی ہے ضوبار ہر دم — یہ ہے قبر کس عبدِ رب العلی کی
میں حیران ہی تھا کہ ہاتف پکارا — یہ رحلت ہے آج اشرف الاولیا کی

۱۳   ۲۲

قطعہ تاریخی از جناب مولانا عبدالسمیع صاحب کشتیؒ مدرس دارالعلوم دیوبند

ہیں کہاں وہ حامیٔ دینِ متین	جن کے پیرو سالکِ سنت ہوئے
ہیں کہاں وہ واعظِ شیریں بیاں	جن کے خادم ناصرِ ملت ہوئے
عالم و عابد فقیہ و پارسا	حق کے طالب طالبِ خلوت ہوئے
شیخِ اعظم ہادیٔ بزمِ سلوک	شاہ اشرف زینتِ جنت ہوئے
تھے جو باقی محفلِ اسلاف کے	آہ وہ بھی ہم سے اب رخصت ہوئے
اُٹھ گئی محفل ہی ان کے ساتھ ساتھ	وہ بھری محفل سے کیا رخصت ہوئے
کس سے پوچھیں گے حقائق دین کے	وہ محقق وقت کے رخصت ہوئے

ہے سرِ ایماں سے یہ سالِ وفات

قطبِ عالم داخلِ جنت ہوئے

۱۳ ۶۲

قطعہ تاریخی از جناب قاضی محمد مکرم صاحب تھانوی پنشنر تحصیلدار ریاست بھوپال

اشرف الاولیاء نے رحلت کی	اُٹھ گیا سر سے آہ کیسا شفیق
ناخدا تھے جو اک زمانے کے	بحرِ رحمت میں ہو گئے وہ غریق
بزمِ دیں کو تھی اُن سے یوں رونق	جیسے ہو زینتِ نگینہ عقیق
کہیں صدیوں میں جا کے آتے ہیں	ایسے افراد کامل و صدیق
سہل و آسان جن کو علم و عمل	جن کو یکساں تصور و تصدیق
وہ تصانیف جن کو دیکھے تو	راہ پر آ ہی جائے ہر زندیق
زندگی بھر جنھوں نے سائل کی	حلِ اشکال میں نہ کی تعویق
عین فطرت ہر ایک استدلال	عقل پر منطبق ہر اک تحقیق
بات میں بات نکتہ میں نکتہ	اللہ اللہ اُن کی فکرِ عمیق
نہ تکلف، نہ کچھ ریا و نمود	سارے اسلاف کے سے طور طریق

Marfat.com

نہ رئیس و وجیہ سے بچنا — نہ امیر و غریب میں تفریق
دیکھ کر اُن کو یاد آتے تھے — سلفِ صالحین عہدِ عتیق
گو تصوّف کو کر گئے پانی — پھر بھی ہیں اس کے واردات دقیق
جب یہ پیش آئیں ہو ہی جاتے ہیں — عقلا گنگ، بے زبان لعیق
دیکھتا ہوں وفات سے اُن کی — ہیں پریشان ان کے یار و رفیق
فکر تاریخ میں بھی دھن ہے وہی — ہے خیال ایک سب کا بے تفریق

جس سے سُنئے وہی یہ کہتا ہے
حل ہوں اب کس سے مشکلاتِ طریق
۱۳۶۲

ولہ ایضاً

اے مکرم وفاتِ اشرف سے — ہیں تہ و بالا اسفل و اعلیٰ
جن سے گلزار بزمِ امکاں تھی — وہ ہیں آج اور جنّت الماویٰ
نہیں چون و چرا کی گنجائش — ہے اسی طرح مرضیٔ مولیٰ
ہے بہر حال خم سرِ تسلیم — مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ
اس کمی کا قلق ہے البتّہ — ہوگئی خالی مسندِ تقویٰ
۱۳۶۲ ھ

نظمِ تاریخی از جناب منشی رشید احمد صاحب رشیدؔ تھانوی

آہ کیا دہر کی ہوا بگڑی — اُٹھ گئی انبساطِ دورانی
شادمانی بدل گئی غم سے — امن و راحت پہ پھر گیا پانی
اب تو جینا بھی ہوگیا دوبھر — زندگی ہوگئی گرانجانی
غمکدہ بن گئی ہے دنیا آج — ہر طرف چھا گئی پریشانی
لُٹ گیا ہائے ہائے تھانہ بھون — چار سو چھا گئی ہے ویرانی
شاہ اشرف علی ولی اللہ — قطب الاقطاب قطبِ ربانی
مفتی و مولوی و شیخِ اجل — اشرف الاولیا سرِ ربانی

Marfat.com

قاری و حافظِ کلامِ مجید — فردِ آلِ خلیفۂ ثانی

دست پرور دِ مجد یعقوبیؒ — موردِ لطف فضلِ رحمانی

اعلیٰ حضرت کے مولوی یحییٰؒ — فیضیابِ خدیو جیلانی

نور نورِ محمد و امداد — فردِ ابدال غوثِ صمدانی

صاحبِ صدق نائبِ اوّل — معدنِ علم حلمِ عثمانی

حامیِ سنّتِ رسول اللہ — ماحیِ رسمہائے نفسانی

بحرِ عرفان و علم جاری تھا — بٹ رہے تھے فیوضِ یزدانی

طالبیں ہو رہے تھے مالامال — سالکیں بن رہے تھے نورانی

ذکر اللہ ہی کا چرچا تھا — کھل رہے تھے رموزِ فرقانی

تذکرہ تھا حدیثِ نبوی کا — نعت احمد کی تھی غزل خوانی

آنکھیں کھلتی تھیں سننے والوں کی — سن کے اسرارِ علمِ قرآنی

آپ بیشک حکیم الامت تھے — کرتے امت کی تھے نگہبانی

مشکلیں سالکانِ حیراں کی — حل ہوا کرتی تھیں بآسانی

رات دن طالبانِ مولیٰ کی — مل رہی تھیں مرادیں من مانی

لٹتے تھے رات دن خزائنِ فیض — تھی متاعِ گراں کی ارزانی

بزمِ قدسی تھی آپ کی مجلس — چل نہ سکتا تھا مکرِ شیطانی

حق نے بخشا تھا ملکۂ تشخیص — کھول دیتے تھے کیدِ نفسانی

آپ کو سہل تھا دلائل سے — دشمنوں سے بھی بات منوانی

کس قدر رعب داب تھا واللہ — وقت کے تھے خلیفۂ ثانی

شرک و بدعات کے معالجہ میں — آپ شیخ الرئیس تھے ثانی

آپ سب کا علاج کرتے تھے — جتنی بیماریاں ہیں نفسانی

بہرِ اثباتِ حق شواہد کی — حق نے بخشی تھی کیا فراوانی

فاضلانِ علوم منقولی — آ کے لیتے تھے درسِ ایمانی

؎ مراد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب استاذ حضرت مغفور ۱۲ منہ

یعنی شیخ الرئیس بو علی سینا

یاں شفایاب ہوتے تھے آکر — سرفراز ان طب یونانی
طالبیں کا ہجوم رہتا تھا — کوئی روسی تھا، کوئی افغانی
حاضریں خانقاہ و مجلس کے — تھے ملائک بشکلِ انسانی
شاہ اشرف علی طاب ثراہ — ساری دنیا تھی جس سے نورانی
چل بسے آہ حضرتِ اقدس — بن گئے مہمان رضوانی
جوشِ شوقِ لقائے خالق میں — سفرِ آخرت کی ہے ٹھانی
اشرف الاولیا سدھار گئے — جا بسائی ہے خلدِ رضوانی
آج خالی ہے خانقاہ شریف — حوریاں کر رہی ہیں مہمانی
باغِ راحت اُجڑ گیا ہے ہے — ہُو کا عالم ہے صحن بستانی
بجھ گئی آہ مشعلِ انوار — ہو گیا گُل چراغِ عرفانی
کوہِ غم ہائے سر پہ ٹوٹ پڑا — چھا گئی دہر میں پریشانی
مہرِ توحید ہو گیا ہے غروب — چھپ گیا ماہتاب عرفانی
ہائے یہ غم سہا نہیں جاتا — جان جائے گی جان ہے جانی
رو رہا ہے الم سے پیرِ فلک — اشک میں قطرہ ہائے بارانی
صبر لازم ہے ای رشید حزیں — ہے یہ دنیا گذشتنی فانی
روحِ پاکِ حضور والا کو — ہو خدا قربِ خاص ارزانی
مجھ کو تو غم نے کر دیا بے خود — نہ رہی طاقتِ سخن رانی
خوب لکھے جمیل صاحب نے — مادے حادثے کے لاثانی

اشرف آہ ہائے اہل خرد
خاتم اولیائے ربانی

نظم از جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی

وہ حکیم امت خیر الوریٰ قطب ہدیٰ — وہ دوائے امت کے ہر بیمار و ناشاد کی

صدق صدیقی تھا جسمیں حزم فاروقی کیساتھ
اک درخشاں یادگار اسلاف اور امجاد کی

مشعلِ راہِ ہدیٰ نورِ محمد کی ضیا
آہ۔ وہ زندہ نشانی حضرتِ امداد کی

حضرتِ اشرف علی تھانوی روحی فداہ
جن سے قائم تھیں ہزاروں مسندیں ارشاد کی

ہیں سبھی اہلِ کمال و اہلِ دل مصروفِ کار
دیکھلو خالی پڑی ہے پر جگہ استاد کی

کیوں نہ ہوں چشمِ فلک سے خون کے آنسو رواں
کیوں نہ ہو روئے زمیں صفِ ماتم و فریاد کی

خستہ حالوں کے لئے اب ہے نہیں جائے پناہ
آسماں تانبے کا ہے آج اور زمیں فولاد کی

وائے ناکامی کہ ہم جیسے تباہ و خستہ دل
اور چھائی ہیں گھٹائیں ہر طرف الحاد کی

ناخدا گم کردہ ہے کشتیِ اُمت لے کریم
ہے زبوں حالت ہمارے مجمعِ افراد کی

المدد بہرِ حبیبِ خود الٰہی المدد
اُمتِ مرحوم پھر محتاج ہے امداد کی

قطعہ تاریخی از جناب حافظ احسان الحق صاحب احسان تھانوی

بیٹھتی ہے سرِ وطن کی سرزمیں
رو رہے ہیں ہر مکان و ہر مکیں

تیرہ و تاریک دنیا ہو گئی
سارا عالم آج ہے اندوہ گیں

کیوں بپا یہ حشر کا عالم ہوا
ہے خبر بھی تجھ کو اس کی یا نہیں

حاجی امداد اللہ کے جو تھے
درحقیقت اور سچے جانشیں

یعنی حضرت مولوی اشرف علی
یادگارِ کاملانِ سابقیں

عارفِ حق دیں کے روح اور تن
سالکِ راہِ شریعت بالیقیں

یادگارِ قصبۂ تھانہ بھون
افتخارِ اولین و آخریں

شرق سے تا غرب یہ شہرت ہوئی
ہو گئے فضلِ خدا سے ہمقریں

نام نامی جب سنا ممدوح کا
ہل گئی بارِ الم سے سب زمیں

چھوڑ کر دنیائے فانی چلدیئے
زیرِ دامانِ آلہ العٰلمیں

یہ دعا دن رات کرنی چاہیئے
یا الٰہی بخش فردوسِ بریں

واقفِ اسرارِ فخرِ کائنات ۔۔۔ واقعی تھے حامیٔ دینِ مبیں

سالِ رحلت اس طرح احسان لکھ

مردِ کامل ساکنِ خلدِ بریں

۱۳ ۶۲

نوٹ:- ہر مصرعۂ اول وثانی کے پہلے حرف کے اعداد شمار کرنے سے بھی سال ۱۳۶۲ھ برآمد ہوتا ہے

قطعہ تاریخی از جناب نواب حسین صاحب سفیر فتحپوری

یوم دوشنبہ رجب کی پندرہ تاریخ کو
دارِ فانی سے گئے صد حیف اک حق کے ولی

ہائے کیسا عالمِ جید جہاں سے اٹھ گیا
اس کی فرقت میں نہ کیوں ہو اہلِ دل کو بیکلی

چھا گئی کیسی اداسی ہر در و دیوار پر
بن گئی ماتم کدہ تھانہ بھون کی ہر گلی

حامیٔ دینِ متیں تھے اور امت کے حکیم
سالکِ راہِ طریقت بھی تھے وہ حق کے ولی

فیضِ روحانی تھا جاری ان کا ہر دم چار سو
مثل ان کا دہر میں کوئی نہ تھا ایسا ولی

عمر بھر راہِ شریعت پر قدم ان کا رہا
ہر گھڑی رسمِ طریقت گو رہیں ان کی چلی

باعمل عالم بھی تھے وہ مرشدِ کامل بھی تھے
ان کی صحبت میں رہا جو بن گیا وہ بھی ولی

وعظ ان کا سن لیا جس نے وہ گرویدہ ہوا
دی تھی اللہ نے طبیعت بھی انھیں کیا منچلی

گلشنِ صحبت میں ان کے جس نے جا کر سیر کی
بیگماں اس شخص کی بھی کھل گئی دل کی کلی

اللہ اللہ کیا کریم النفس ان کی ذات تھی
نام تھا مشہور جن کا دہر میں اشرف علی

پاک طینت تھی برائی سے وہ کوسوں دور تھے
بات جو نکلی زباں سے ان کے تو نکلی بھلی

خالقِ اکبر نے دنیا میں بنایا تھا انھیں
صوفی و درویش و حاجی حافظ و عالم ولی

ذات سے ان کی شجر اسلام کا سرسبز تھا
ان کے دم سے شاخ تھی نخلِ شریعت کی پھلی

تھا عمل ان کا حدیثِ پاک پر قرآن پر
ملحدوں کی ان کے آگے بات کب کوئی چلی

ان کی محفل میں رہا روشن شریعت کا چراغ
بزم میں ان کی شمع ہر دم طریقت کی جلی

فی الحقیقت ملت بیضا کے تھے وہ آئینہ
شکل ان کی نور کے سانچے میں تھی گویا ڈھلی

ان سے اچھا تھا کبھی بھی کیا کوئی شیریں کلام
بات ان کی تھی کہ جیسے ایک مصری کی ڈلی

Marfat.com

آپ نے احکام قرآنی کی وہ تبلیغ کی — جس سے قلبِ اہلِ بدعت میں ہوا کچھ کھلبلی
قلب ان کا ہر گھڑی یادِ الٰہی میں رہا — دم بدم لب پر تھا اُن کے یا کبیر و یا علی
آج اُن کو بھی قضا نے کر دیا واصل بحق — ان کی روح پاک کو باصد ادب لیکر چلی
اور انھوں نے اپنی جاں جانِ آفریں کو سونپ دی — ہو کے راضی بر رضا دار البقا کی راہ لی

ای سفیر ان کا تو لکھ یوں مصرع سالِ وصال
چل دیئے اب سوئے جنت مولوی اشرف علی
۱۳ ۶۲

رباعیات

ازجناب مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی

واحسرتا کہ شیخِ زمانہ نہیں رہا — اُمت کا وہ حکیم یگانہ نہیں رہا
جائیں جہاں ازالۂ شبہات کیلئے — اب کوئی اپنا ایسا ٹھکانا نہیں رہا

قلب و جگر فگار رہیں فریاد کیا کریں — ہمدم بیانِ گلشنِ برباد کیا کریں
غم بھی وہ غم پڑا ہے کہ اللہ کی پناہ — درمانِ راحتِ دلِ ناشاد کیا کریں

امدادِ حق نظر کا نظارہ کدھر گیا — یعقوب کی نگاہ کا تارا کدھر گیا
فیضِ رشید و قاسم و محمودؒ شیخِ ہند — ہم بیکسوں کا یعنی سہارا کدھر گیا

تھا اشتیاقِ دیدِ خدا دل میں موجزن — روحِ رواں نے چھوڑ دیا اتصالِ تن
آخر وطن بنا ہی لیا باغِ خلد کو — واصل بحق ہوئے بہ طفیلِ شہِ زمن

رحلت سے اُنکی قلب و جگر سب کے شق ہوئے — ارکانِ جامعہ بھی غریقِ قلق ہوئے
لیکن سوائے صبر کے چارہ نہیں ہے کچھ — مومن وہ ہیں جو تابعِ فرمانِ حق ہوئے

۱؎ مدرسہ جامعہ حسینیہ راندیر جس کے جلسہ میں مولانا نے یہ رباعیات پڑھی تھیں ۱۲ منہ

Marfat.com

نظم ملقب بہ سفیرِ غیب

از جناب ابوالاسرار رمزی اٹاوی

نہ جانے کیا اچانک موج آئی اس کی رحمت کو
اسی ماحول میں گم ہو گیا ہنستا ہوا تارہ
وہ تارہ جو رہا ملفوف احرامِ قیادت میں
بڑھاپے کا تو کیا کہنا مجسّم آرزو ہو کر
یہ تیری خانقاہِ پاک نورِ حق کا مینارہ
اُبلتا دیکھتا ہوں کوثرِ عرفاں کا فوارہ
یہ تیری سہ دری ہے جس کو طاقِ معرفت کہیے
حکیمِ ایشیا کہیے تجھے یا عارفِ مشرق
تری تقریر کیا ہوتی تھی کشفِ سامعہ کہیے
وہ دولت لیکے اُٹھتے تھے جو تیرا وعظ سنتے تھے
اُجالا اس طرح کرتا تھا پیدا ذہنِ فاسق میں
اس امت کے قدم نارفتنی راہوں سے روکے ہیں
دماغِ جہل سے خارج کیا بیہودہ رسموں کو
اٹھادی یک قلم ملت کی وہ رسمی رواداری
ممیز کر دیا ناموسِ اکبر سے زوائد کو
اُجاگر کر دکھایا دینِ فطرت کا پس منظر
رُخِ اسلام کو حقانیت کی دھوپ میں دیکھا
سبق تو نے دیا ہم کو محمد کی اطاعت کا
(صلی اللہ علیہ وسلم)

اُٹھا کر لے گئی آغوش میں جبریل طلعت کو
سوادِ اعظمِ اسلام کا رخشندہ سہ پارہ
گذاری جس نے اپنی زندگی اصلاحِ اُمت میں
خدا سے ہو گیا واصل خدا کی جستجو ہو کر
حقیقت جس میں روشن ہے تجلی جس میں آوارہ
نظر کو بخشتا ہے دولتِ انوارِ نظارہ
یقیناً تربیت گاہِ مذاقِ معرفت کہیے
عجم سے تا حرم ہر سو ہے تیرا شہرۂ ناطق
تجھے اسلام کا ایک چلتا پھرتا جامعہ کہیے
بغیرِ ساز و نغمہ وجد میں سر اپنا دھنتے تھے
سپیدہ جیسے اُگتا ہو رہا ہو صبحِ صادق میں
کہ جن راہوں میں پوشیدہ ہزاروں ہوتے ہیں
کچل ڈالا تمدن کے شر انگیز جلووں کو
سمجھ رکھا تھا دنیا نے جسے رازِ وفاداری
روایاتی عناصر، اجنبی باطل عقائد کو
مکدر ہو چکا تھا رُوئے غنِ اوہام سے یکسر
اسے تیری بدولت آسمانی روپ میں دیکھا
خلوص آمیز عظمت اور سنجیدہ محبت کا

دلِ تاریک روشن کر دیے تیری نگاہوں نے
درِ توبہ پہ رکھدی اپنی پیشانی گناہوں نے

سکھائے فقر کے آداب تونے بادشاہی کو
جلالِ قیصری بخشا، جمالِ خانقاہی کو

سوادِ آذرستاں کے اندھیرے کو مٹا ڈالا
صنم زار دو آبہ کو خلیلستاں بنا ڈالا

نئے فتنے اٹھے اور اُٹھکے تفسیریں بدلڈالیں
مگر تونے مسلمانوں کی تقدیریں بدلڈالیں

سیہ کاری نے جب بھی پاؤں پھیلائے بغاوت کے
خدا نے غیب سے بھیجے سفیر اپنی ہدایت کے

چنانچہ حجۃ اللہ بن کے آیا تو زمانہ میں
پیامِ رشد پوشیدہ تھا تیرے تازیانہ میں

ملی تھی تجھ کو مشکوٰۃ نبوت سے درخشانی
سلیقہ تیرا قدوسی فراست تیری نورانی

تری تہذیب اسلامی ترا کلچر مسلمانی
ڈسپلن سے ترے اغیار کو ہی سخت حیرانی

محقق، مجتہد، عالم، محدث، حافظ و قاری
بایں اوصاف، شہرت سے بری اظہار سے عاری

تواضع، سادگی، مردانگی، زہد و صفا کیشی
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشن کا ترجمہ تھی تیری پالیسی

نچھاور روح کرتا تھا نشانِ پائے احمد پر
تصور اڑتا رہتا تھا ہمیشہ سبز گنبد پر

قدم راہِ نبی میں اور نبض امت پر
حکیمانہ نظر رہتی تھی بسط و قبضِ امت پر

نظر چہرہ سے پڑھ لیتی تھی کیفیاتِ پنہانی
بصیرت کو نظر آتا تھا مد و جزرِ انسانی

کمندیں پھینکتی تھیں اہرمن پر تیری تدبیریں
علاجِ معصیت ثابت ہوئیں اکسیر تحریریں

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغنا کی تلواریں

کتابِ زندگی کا ہر ورق تصویرِ سنت ہے
تری ہر نقل و حرکت نقشۂ تدبیرِ سنت ہے

شرف تجھ کو ملا بزمِ ولا کی باریابی کا
صحابی گو نہیں لیکن نمونہ تھا صحابی کا

ترے پہلو میں نفسِ مطمئنہ کھلکھلاتا تھا
یقیں تارِ نفس پر نغمۂ توحید گاتا تھا

دماغ و دل ترے مومن یہی کیا ہر ادا مومن
خدا کے ساتھ تیرا رشتۂ عشق و وفا مومن

تری حاضر جوابی سے ہر اک مسرور ہوتا تھا
ترا سادہ سا فقرہ مصرعۂ منثور ہوتا تھا

تری تحقیق کے جھنڈے سرِ افلاک لہرائے
جہاں سائنس کا ذہنِ رسا جا کے لنگڑائے

بفیضِ پرتوِ "امداد" حق ہر فن میں کامل تھا
نہ کیوں ہوتا کہ آخر دیدۂ یعقوب کا تل تھا

تو شاگردِ "رشید" ایسا کہ استاذِ زماں نکلا
زمینِ ہند کا ذرہ چراغِ آسماں نکلا

Marfat.com

کسے گنجائش شک ہے مبارک کلمرانی ہیں
کہ اک دنیا ہے جو چھوڑی ہے اس دنیائے فانی میں

ترے انجام بہتر کا پتہ آغاز دیتا تھا
ترا مستقبل روشن تجھے آواز دیتا تھا

تو میدان صحافت میں بھی سبقت لے گیا سب
کہ نوسو تک پہنچ جاتا ہے تصنیفات کا نمبر

مقدس اسپرٹ کے جوہر جذبات دیکھے ہیں
صحیفے تیرے خطبے اور ملفوظات دیکھے ہیں

کسی میں فلسفہ منطق کسی میں نور حکمت ہے
ذخیرہ علم دیں کا گنج اسرار نبوت ہے

ترے حکمت بھرے نسخوں سے بوئے علم آتی ہے
فضائے روح میں جو نور بنکر پھیل جاتی ہے

جنھیں پڑھنے سے عقبیٰ کے چمن کی یاد آتی ہے
اسی دارالبقا سچے وطن کی یاد آتی ہے

مطالب جن کے قاری کو غذائے فکر دیتے ہیں
تغافل کیش روحوں کو پیام فکر دیتے ہیں

حریم دل کے میلے آئینے خود دھلتے جاتے ہیں
حجابات اٹھتے جاتے ہیں دریچے کھلتے جاتے ہیں

مرقع ہے حدیثوں کا الٰہیات کا دفتر
ہمارے واسطے چھوڑا ہے کیا پاکیزہ لٹریچر

لکھے گا وقت آب زر سے تیرے کارناموں کو
مسلماں حفظ کر لے کاش ان زریں پیاموں کو

جو سچ پوچھو جہاں میں قطب ارشاد و ہدایت تھا
ترے تبلیغ کے ہاتھوں میں فانوس ہدایت تھا

ترسٹھ سال تک تو نے ہمیں تبلیغ فرمائی
یہی وہ عمر تھی جو سرور کونین نے پائی

یہ رمز ہی بے بصیرت ہے ترے رتبہ کو کیا جانے
جو ہم رتبہ ہو تیرا وہ ترے اوصاف پہچانے

یہ خدام شریعت ہیں جو مانند سمندر ہیں
وہ دریا کیسا ہوگا جسکے یہ قطرے سمندر ہیں

جہاں سے نقش مٹ سکتا نہیں [illegible]
یہ تیرا مرتبہ کیا ہے وقعت بدرجہ کمالوں کا

تری تعریف سے تعریف [illegible]
کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ سب اسکی ادا ہے

عقیدت نے جسے لکھا وہ قرطاس محبت ہے
جسے بیتابیاں پڑھتی ہیں [illegible]

کہیں مدت میں ساقی [illegible] ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو [illegible] دستور میخانہ

نظم ملقب بہ زندہ خواب

از جناب ابوالاسرار رمزی اٹاوی

دیباچۂ ہستی پہ شکن دیکھ رہا ہوں
ہر نقش پہ اک موج حزن دیکھ رہا ہوں

اُف خاک بہ سر خانۂ بھوبن دیکھ رہا ہوں
اُجڑا ہوا عرفاں کا چمن دیکھ رہا ہوں

ڈوبا ہوا ماتم میں وطن دیکھ رہا ہوں
اک شور بپا تا بہ عدن دیکھ رہا ہوں

دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں
عالم سے اک عالم کا سفر دیکھ رہا ہوں

مغموم ہر اک پیر و جواں دیکھ رہا ہوں
ماحول پہ حسرت کا سماں دیکھ رہا ہوں

اٹھتا ہوا آنسو سے دھواں دیکھ رہا ہوں
میں دُور سے انجامِ فغاں دیکھ رہا ہوں

حیرت ہے یہ کیا خوابِ گراں دیکھ رہا ہوں
غم دیکھ رہا ہوں میں جہاں دیکھ رہا ہوں

اب تو ہی بتا دے مری مغموم عقیدت
کب ہوگی میسر مجھے حضرت کی زیارت؟

نظم از جناب داغ جونپوری

خدا بخشے ہمارا پیرِ کامل ایسا ذی شاں تھا
کہ اس ہندوستاں میں آج فخرِ ہر مسلماں تھا

سراپا تابعِ سنت تھا تو عامل بہ قرآں تھا
مسلماں ایسے ہی ہوتے ہیں تو جیسا مسلماں تھا

غلاموں کو ابھی کچھ دن ترے جینے کا ارماں تھا
مگر اب ہو گیا ظاہر یہی منظورِ یزداں تھا

عمل ہیں جب سے تیر نسخۂ امراضِ عصیاں تھا
نہ تھی گو صحتِ کامل مگر صحت کا عنواں تھا

شفا کا دینے والا تو وہی ہے شافیٔ مطلق
مگر ہاں ہاتھ میں تیرے علاجِ دردِ عصیاں تھا

خدا رحمت کرے وہ آج زیرِ خاک پنہاں ہے
جو کل تک آفتابِ علم عالم میں درخشاں تھا

ترے نقشِ قدم پر جو چلا اللہ تک پہنچا
تو بیشک رہبرِ راہِ ہدیٰ واصل بہ سبحاں تھا

خدا نے مرتبہ اعلیٰ دیا اعلیٰ تجھ کو بخشے تھے
مجدد تھا تو اپنے وقت کا ہادیٔ دوراں تھا

Marfat.com

درِ مضمونِ نافع آتے تھے بہہ بہہ کے ساحل پہ — کہ تیرے دل میں ہر دم موجزن اک بحرِ عرفاں تھا
زمانے بھر کے عاقل تیرے آگے ہوتے تھے ساکت — تسلی دہ تری تقریر تسکین بخش عنواں تھا
ہزاروں تیرے خادم آج مخدومِ خلائق ہیں — تو مخدوموں کا بھی مخدوم اے مخدومِ دوراں تھا
بجا ہے تیری فرقت میں اگر مضطر ہوئے جاتے ہیں — خدا سے ملنے کا ارماں ترے ملنے کا ارماں تھا
حکیم الامتِ خیر البشر فرما گئے رحلت — وہ جن کے ہاتھ میں ہر اک علاجِ دردِ عصیاں تھا
بھرے ہیں آج ان سارے دلوں میں رنج و غم کتنا — ابھی کل تک ترے ملنے کا جن میں شوق و ارماں تھا
مری نظروں میں اب تاریک ہے دنیائے اسلامی — زمیں میں چھپ گیا جو دین کا مہرِ درخشاں تھا
خدا نے آدمی کو اشرف المخلوق فرمایا — تو ان افراد میں اشرف علی اشرف کا انساں تھا
خدا تجھ کو سراپا غرقِ دریائے کرم کر دے — برائے امتِ عاصی تو اک رحمت کا ساماں تھا

خدا حافظ دماغؔ اب ہم گناہوں کے مریضوں کا
جہاں سے اٹھ گیا دردِ گنہ کا جو کہ درماں تھا

ولہ ایضاً

تو زیرِ خاک گو اے آفتابِ علم پنہاں ہے — مثالِ مہر تیری خدمتِ دینی درخشاں ہے
ہوئے ہیں تجھ سے اے شمعِ ہدایت لاکھوں دل روشن — شبِ ظلمت ہے پھر بھی ان چراغوں سے چراغاں ہے
زمانہ معترف ہے تیرے علم و فضل و عرفاں کا — موافق تو موافق ہیں مخالف بھی ثنا خواں ہے
تصوف کے سبھی مشکل مسائل حل کئے ایسے — کہ جس سے ساری دنیائے طریقت آج حیراں ہے
بنا رکھا تھا لوگوں نے جسے مشکل سے بھی مشکل — وہی راہِ طریقت آج آساں سے بھی آساں ہے
جو منزل تھی ہزاروں کوس وہ زیرِ قدم کر دی — ہے اور رہبرِ کامل ترا یہ خاص احساں ہے
مٹا ڈالا تھا تو نے خدمتِ اسلام میں خود کو — جبھی تو خلق میں مخدومیت تیری نمایاں ہے
بتائے تو ذرا کوئی مسلمانانِ عالم میں — ہے ایسا کون جو تیرا [illegible] ساماں ہے
تصانیفِ کثیرہ نافعہ ہوں یا مواعظ ہوں — ہر اک حد سے فزوں تر ہے ہر اک حد فراواں ہے
حکیم الامت مرحوم تیرا ایک اک نسخہ — ابد تک کیلئے کافی برائے دردِ عصیاں ہے
غریقِ بحرِ رحمت کر مرے مرحوم مرشد کو — دماغِ خستہ جاں کی یہ دعا اے ربِ رحماں ہے

Marfat.com

مجددی مادہائے تاریخ

از جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کلیانوی

مولانا عاش امینا مات شہیدا

۶۲ ــــ ہجری ــــ ۱۳

از عزیز ممتاز احمد صاحب تھانوی

مولائی عاش حمیدا، فمات شہیدا!

۶۲ ــــ ہجری ــــ ۱۳

از جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلی

مقرب عظیم ـ لقد اوتی خیرا

۶۲ ھ ۱۳ ـ ۶۲ ھ ۱۳

ہادیٔ عالم رضی اللہ عنہ

۶۲ ــــ ہجری ــــ ۱۳

اشرف علی نور اللہ مرقدہ

۶۲ ــــ ہجری ــــ ۱۳

از جناب مولوی فیضان احمد صاحب رامپوری

قطب زماں، حکیم الامت مولوی اشرف علیؒ

۶۲ ــــ ہجری ــــ ۱۳

تمام شد خاتمۃ السوانح

Marfat.com

[illegible]

السلام علیکم — کئی روز ہوئے میں [illegible] کو آرہا تھا راستہ میں [illegible] جیب کا [illegible] بچہ نکل گیا — میں نے جیب کا [illegible] اور اسکو کچھ کہا [illegible] الحمد للہ [illegible] ہوگا [illegible] اس وقت میں نے غور کیا کہ اس کلمہ کا [illegible] کیا اثر ہوا سو الحمد للہ یہ محسوس ہوا کہ جب کوئی مسافر [illegible] ضرورت [illegible] جاتے اور اسکو [illegible] ظاہر [illegible] اور کوئی [illegible] اسکو [illegible] خدا کرے [illegible] — یہ [illegible] [illegible] [illegible] دعا [illegible] اور اگر [illegible] بد دعا [illegible] تعجب [illegible] دعا کو بد دعا [illegible]

[illegible] اثر [illegible] دعا [illegible] اثر [illegible] کسی [illegible] بزرگوں کی صحبت [illegible] عقل و دین [illegible] دعا [illegible] درست عقل و دین [illegible] ان دونوں کو طبیعت پر غالب [illegible] کہ [illegible] عقل [illegible] طبیعت [illegible] عقل کو طبیعت پر غالب رکھو [illegible]

آنحضرت والا [illegible] سے [illegible] اور [illegible] اطلاع [illegible] اس دار المسافر [illegible] بلکہ [illegible] کو چھوڑ کر [illegible] وطن [illegible] ہو گئے [illegible] طبعاً [illegible] نہ عقلاً [illegible] بلکہ [illegible] جو مسلمان [illegible] ہر مسلمان [illegible] خصوص [illegible] تعلقات [illegible] خصوص [illegible] اور [illegible] مطلوب [illegible] عقل و دین کو طبیعت پر غالب [illegible] اور [illegible] دل [illegible] اعمال [illegible]

[illegible]